شرح

غزلیاتِ نظیری

(ردیف الف)

از

پروفیسر محبوب الٰہی و مولوی مرتضیٰ حسین فاضل

۱۹۶۴ء

شیخ مبارک علی تاجر کتب

اندرون لوہاری دروازہ۔ لاہور (پاکستان)

(شرح)

غزلیات نظیری

ردیف (ا)

قیمت۔۔۔۔۔۔تین روپے

ناشر
مالک و مہتمم احمد علی شیخ

۷۸۶

مقدمہ

از جناب مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی فاضل دیوبند ایم اے پروفیسر مشن کالج دہلی

غزلیات نظیری کو فارسی لٹریچر میں جو اہمیت حاصل ہے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یہ مجموعہ تقریباً فارسی کے ہر اعلیٰ کورس میں داخل ہے اور اس بنا پر بعض اصحاب نے اس کے حاشیے لکھے اور پنجاب سے کئی ایک اس کے ترجمے اور شرحیں بھی شائع ہوئیں۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ وہ سب نامکمل اور بعض تو نہایت ہی خطرناک غلطیوں سے پُر ہیں۔ ضرورت تھی کہ اس کی ایک ایسی جامع شرح لکھی جائے جس سے طلبا کو نظیری کے سمجھنے میں ہی نہیں بلکہ اس کے کلام کے محاسن معلوم کرنے میں آسانی ہو، اور ان میں فارسی شاعری کا صحیح ذوق پیدا ہو سکے۔ اس ضرورت کے پیش نظر میرے محترم دوست مولانا محبوب الٰہی صاحب منگلوری نے غزلیات نظیری (تا حد نصاب) کی شرح لکھنے کا ارادہ کیا اور مجھ کو بڑی خوشی ہے کہ کچھ عرصہ کی عمیق مصروفیت کے بعد اب وہ اس کو ملک کے سامنے پیش کر رہے ہیں موصوف فاضل دیوبند ہونے کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی کے مولوی فاضل اور فرسٹ کلاس منشی فاضل ہیں۔ تیرہ سال سے مدرسہ عالیہ فتح پوری میں منشی فاضل کلاس کو تعلیم دینے کا تجربہ رکھتے ہیں۔ خود ان کا فارسی شعر و شاعری کا ذوق نہایت پاکیزہ اور سلجھا ہوا ہے۔ جی میں آتا ہے تو وقتاً فوقتاً فارسی میں غزل بھی کہہ لیتے ہیں۔ یہی وجہ کہ میرے نزدیک یہ شرح اب تک کی تمام

شرحوں سے زیادہ مکمل اور مفید اور تعلیمی اعتبار سے طلبار کی تمام ضرورتوں کو باحسن وجوہ پورا کرنے والی ہے۔ آپ نے اپنی شرح میں امورِ ذیل کا التزام کیا ہے جن کو مطالعہ کرنے والے اصحاب ہر مقام پر پائیں گے۔

خصوصیات شرح | ۱۔ ہر غزل کی بحر، ارکان اور تقطیع کے بیان کا التزام رکھا ہے۔ ۲۔ تشریح کے عنوان کے ماتحت حل لغات، اشتقاق، جملہ کی ترکیب نحوی اور نسخوں کی تصحیح کی گئی ہے۔ ۳: ۔ ترجمہ توسلین میں اضافوں کے ساتھ اس خوبی سے کیا ہے کہ ترجمہ ہی مطلب بن گیا ہے۔ ۴: ۔توضیح کے عنوان سے مطلب کو اور واضح الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ نیز ایات اور احادیث کی طرف تلمیحات کو واضح کر دیا ہے۔ ۵۔ شعر کے ماحصل اور شاعر کے مقصد کو مختصر مگر جامع الفاظ میں خلاصہ کے عنوان کے ماتحت بیان کر دیا ہے۔ ۶: ۔عنوان اشارہ قائم کرکے صنائع و بدائع اور شعر کی معنوی خوبیوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ۷۔ جا بجا بلند پایہ شعراء کے اردو فارسی ہم مضمون اشعار ثبت کر دیئے ہیں۔ جن سے اشعار کی مراد سمجھنے میں بہت کافی مدد ملتی ہے۔ ۸: ۔ بہت سے اشعار کو خود نظیری کے اشعار سے حل کیا ہے۔ اور ایک مضمون کے متعدد اشعار یکجا جمع کر دیئے ہیں۔

ان خصوصیات کے علاوہ بہت سے ایسے مشکل اور مغلق اشعار جن کی تشریح و توضیح سے اکثر شارحین نے پہلو تہی کی ہے۔ موصوف نے کافی غور و خوض فرما کر ان کو پوری طرح حل کر دیا ہے۔ چنانچہ ناظرین حسب ذیل[1] اشعار کی شرح کا اگر دوسرے شارحین و مترجمین کی آراء سے

---

[1] یہ چند اشعار ہم نے بغرض نمونہ پیش کر دیے ہیں ورنہ ان سے کہیں زیادہ ہیں ۱۲

مقابلہ کریں گے تو یہ حقیقت خود بخود ان پر واضح ہو جائے گی۔

برفلک تا ید مسیحا رشتۂ زنار ما — بر زمیں منصور را فراتر ستونِ دار ما
صفا از عقدہ کہاست آں زلفِ معقد را — بحمد اللہ کہ ربطے ہست با مطلق مقید را
وجودِ مرکزِ پرکارِ ہستی کے شدے ثابت — احد خوب قاب قوسین ار نبودے میمِ احمد را
گرم جام صبح بے صفت فقر پہ کنند — خورشید سرنگوں نکند کاسِ شام را
خانم چو شکستہ تن ہیکل عشق ساختہ — منکر دوست کردہ دل جام جہاں نمائے را
از چاہ غبغبش ما برآوردہ ماہ را — برماہ عقربِ پیچش بستہ راہ را
آمیزش از صلاح دو یکدل بہم رسد — جائے کہ تار مار شد دو تا متاب
شوقے اگر نجات ز خود بینیت دہد — بگریز و رخ ز آئینہ ہم بر قفا متاب
در سفرہ ہیچ نیست سوال از بروں چرا — قفل کشودہ بر در گنج عطا متاب
با حکم قضا ساز کہ در دیر نظیری — مقبول مغاں نیست نمازے کہ قضا نیست
علمے چند ز عیب دگراں بردو زیم — کاں قدر جامہ رسوائی با معلم نیست
معشوقہ من قبلہ نما، قبلہ نظر گشت — تا گشت نظر از رخ چو آئینہ برگشت
تا بوسہ گہ خیرہ مذاقاں نہ کند دست — دنداں زدم آں ساعد چوں شاخ شکر گشت
روزگار از خاطرم چوں نیل از رخسار شست — آسماں بر آتشم چوں عود در مجمر شکست
ہزار بار بروں میزنند طبل رحیل — ہنوز رخت ز ایواں کسے نبردہ بکاخ

مجھ کو امید ہے کہ غزلیات نظیری کا مطالعہ کرنے والے حضرات اس شرح سے ضرور فائدہ اٹھائیں گے۔ اور اس طرح فاضل شارح کی داد دے کر علمی قدردانی کا ثبوت دیں گے۔

حالات شاعر

نام ونسب | محمد حسین نام ۔ نظیری تخلص ۔ نیشاپور وطن تھا ۔ اس کے سنہ ولادت کا کوئی ٹھیک پتہ نہیں چلتا ۔ تمام تذکرے اس سے خاموش ہیں ۔ نظیری کے قصائد کے تتبع سے کچھ تھوڑا بہت اس کی عمر کا اندازہ ہوتا ہے ۔ لیکن ان سے بھی کوئی قطعی نتیجہ نہیں نکلتا ہے ۔ اس نے اپنے ہاں دو توام بچوں کی پیدائش پر جو قصیدہ کہا ہے ۔ اس سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل اس کے ہاں کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا تھا ۔ یا زندہ نہیں رہا تھا اور اس قصیدہ کے لکھنے کے وقت اس کی عمر تقریباً ۵۶ سال تھی ۔ چنانچہ کہتا ہے ۔

کنم تلاش فزونی بدین و دانش فرزند — گواہ دولتِ جدو فضیلت پدر آمد
باین قصیدۂ برجستہ شد تدارک علیم — کہ دختر و پسرم تواماں بیکدگر آمد
کنوں بحد بلاغت رسد بپیسر وحیم — کہ بعد سن بلوغم یک اربعین بسر آمد

مگر یہ بچے زندہ نہ رہے جیسا کہ دوسرے لڑکے نورالدین محمد کے مرثیہ سے معلوم ہوتا ہے جو لڑکی کے مرنے کے بعد پیدا ہوا تھا ۔ اور دس روز کا ہی ہو کر وفات پاگیا تھا ۔ نظیری اس واقعہ کو کس درد سے بیان کرتا ہے ۔ کہتا ہے ۔

موئے سرش بنقرہ برابر گذاشتم — قسمت نگر کہ خاک بموئے میاں فتاد
دختر کہ پار مرد پسر در عوض بزاد — امسال غبن شد کہ زیاں بر زیاں افتاد
گفتم ز بعد یک چلہ تطہیر او دہم — از اعتکاف یک دہہ پیچ تاب شد

صبح نخستیم نفسے چند رخ نمود　　　صبح دوم بہ نیم نفس درنقاب شد

صبح نخست سے پہلا لڑکا مراد ہے جو چند ماہ زندہ رہا۔ اور صبح دوم سے نورالدین محمد مراد ہے جو چند روز بعد ہی انتقال کرگیا۔ اس کا انتقال اس وقت ہوا جب کہ نظیری خان خاناں کے ہمراہ دکن میں تھا۔ چنانچہ کہتا ہے۔[1]

باشکر دکن گل ایراں سرشتہ شد　　　در طبع ہند خاصیت گل شکر نماند

سبع الشالی آں ولد ثالثیم نماند　　　ام الولد برفت کہ ام الکتاب شد

نظیری ۱۰۰۴ھ میں دکن گیا تھا۔ اس بناء پر ترتیب یہ قائم ہو جاتی ہے کہ نورالدین ۱۰۰۴ھ کے دوران میں مرا۔ اس سے ایک سال قبل یعنی ۱۰۰۳ھ میں توأم بچوں میں سے بچی ہوئی لڑکی کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔ پس یہ توأم بچے ۱۰۰۳ھ کے شروع یا ۱۰۰۲ھ کے آخر میں پیدا ہوئے ہوں گے۔ اور اس وقت نظیری کی عمر ۵۶ برس کی تھی۔ اس لحاظ سے نظیری کی پیدائش غالباً ۹۴۶-۴۷ھ میں ہوئی ہوگی۔

شاعری | نظیری کو شاعری کا شوق شروع سے تھا۔ اور چونکہ ملکۂ شعر گوئی خدا داد تھا۔ اس لیے آغاز مشق ہی سے اس کی شہرت ہو چلی تھی۔ کاشان میں مقامی اساتذہ شعر و سخن حاتم۔ فہمی۔ مقصود۔ خردہ۔ شجاع۔ رضائی کے مقابلہ میں اکثر انہی کی زمینوں پر غزلیں کہیں اور اس جدت ادا کے ساتھ کہیں کہ اس کی شہرت کو چار چاند لگ گئے۔

خانخاناں سے تعلق | یہ وہ زمانہ تھا جب کہ عبدالرحیم خاں خاناں کی علم پروری و فیاضی کا شہرہ دُور دُور تک پھیل چکا تھا۔ نظیری نے بھی

---

[1] گلزار ابرار ۱۲

اس کے دربار کا ارادہ کیا۔ اور آگرہ میں خانخاناں سے ملاقات کی۔ خانخاناں کے دربار میں عرفی۔ فیضی اور شکیبی ایسے اور بھی بڑے بڑے شاعر موجود تھے لیکن نظیری کو ان سب سے زیادہ دربار میں رسوخ حاصل تھا۔ خانخاناں اس کی ہر طرح دلجوئی کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔

ایک مرتبہ نظیری نے خانخاناں سے کہا کہ لاکھ روپیہ کا ڈھیر لگا یا جائے تو کس قدر ہوگا؟ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ خانخاناں نے لاکھ روپے منگوا کر سامنے رکھ دیے۔ نظیری نے خدا کا شکر ادا کیا اور کہا کہ آج آپ کی بدولت میں نے لاکھ روپے تو دیکھ لیے۔ خانخاناں نے یہ روپیہ نظیری کے گھر بھجوا دیئے۔[1]

نظیری کو خود بھی خانخاناں کے اس تعلق پر ناز تھا۔ ایک دفعہ خانخاناں نے فیضی کو ایک خط لکھا اور اس کے حاشیہ پہ نظیری کو بھی سلام لکھ دیا۔ نظیری اسے برداشت نہ کر سکا۔ اور ایک قصیدہ میں اس طرح اس شکایت کا اظہار کیا۔

مدے دوسرہ مخصوص دل مالکشیدے   مخدوم چنیں با دنہ کرد ست خدم را
ملام خود از حاشیہ شیستم کو ہی بیش   مہمان طفیلی نتواں بود قلم را

اکبر کے دربار سے تعلق خانخاناں کی وساطت سے نظیری کا تعلق اکبر کے دربار سے ہوا۔ اوّل اوّل جب نظیری اکبر کے دربار میں پہنچا۔ تو وہاں جہانگیر کے فرزند تولد پر جشن کا سامان ہو رہا تھا۔ غالباً یہ خسرو کی پیدائش کا جشن تھا۔ نظیری نے اس موقع پہ ایک مرصع قصیدہ لکھ کر پیش کیا جس میں وہ اپنے حاسدین کا بھی اس طرح ذکر کرتا ہے۔

جماعتے زسفیہان تیرہ طبع دنی   مدام در پیش افتادہ اند ہجو و بال

---

[1] شعر العجم جلد ۳ صفحہ ۱۱۵ - ۱۲

نہ بے تمیزیٔ ایں نا قدانِ کم مایہ گہر بقدر خزف گشتہ زیر نرخ سفال

حج چند برس تک یہاں رہنے اور دشمنوں کی ریشہ دوانیوں سے تنگ آجانے کے باعث نظیری نے حج کا ارادہ کیا اور باندازِ حسن طلب خانخاناں کی خدمت میں ایک قصیدہ لکھ کر پیش کیا جس میں سفر حج کے اخراجات کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ خانخاناں نے سفر کا سامان کر دیا۔ وہ سورت کی بندرگاہ سے جہاز پہ سوار ہو کر مکہ معظمہ پہنچا۔ راستہ میں بدوؤں نے لوٹ لیا۔ مگر وہ حج و زیارت سے شرف اندوز ہوا[1]۔ مولانا شبلی نعمانی کی تحقیق یہ ہے کہ یہ سفر ۱۰۰۲ھ میں ہوا ہے۔

شاہزادۂ مراد کے دربار سے تعلق حج سے واپس آکر نظیری نے شاہزادہ مراد کے دربار میں رسائی پائی۔ شاہزادہ مراد سے نظیری کو قلبی تعلق تھا۔ اور وہ علاوہ شاہی عزت و احترام کے اس سے دلی محبت کرتا تھا چنانچہ شاہزادہ مراد کی وفات پر اس نے جو مرثیہ کہا ہے اس کے شعر بناوٹی آنسو نہیں، بلکہ دل اور جگر کے ٹکڑے معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ کہتا ہے۔

اے بزم تیرہ رخ چوں ارغواں کجاست وے رزم و رمِ شہ گیتی ستاں کجاست

برگ شگوفہ ریخت ثمر از کجا خورم بشکست شاخ برگ مرا آشیاں کجاست

شوقِ سجود و حرمتِ تعظیم کم ترست آں نازِ صدر و سرکشیٔ آستاں کجاست

جہانگیر کے دربار میں رسائی ۱۰۱۴ھ اکبر کی وفات ہوئی اور جہانگیر تخت سلطنت پر بیٹھا۔ یہ شعرا اور علما کا نہایت قدر دان تھا۔ اور خود بھی شعر و شاعری کا ستھرا مذاق رکھتا تھا۔ نظیری اس زمانہ میں گجرات قیام پذیر

---

[1] مآثر رحیمی ۱۲

تھا۔ اور تجارت کرکے بسر اوقات کرتا تھا۔ لیکن اس کی شہرت دُور دُور پھیلی ہوئی تھی۔ جہانگیر نے اسے دربار میں طلب کیا۔ نظیری پایۂ تخت میں پہنچا تو جہانگیر ان دنوں شکار میں مصروف تھا۔ تین ماہ تک غریب کو انتظار کرنا پڑا۔ آخر کار دربار تک رسائی ہوئی تو انوری کے مشہور قصیدہ ؎

باز این چہ جوانی وجمال ست جہاں را

پر اس نے خود ایک قصیدہ لکھ کر پیش کیا۔ جہانگیر نے خوش ہو کر ایک ہزار روپیہ، ایک گھوڑا اور خلعت اس قصیدہ کے صلہ میں نظیری کو مرحمت کی۔ جہانگیر نے اس واقعہ کو خود اپنی تزک میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ یہاں رہ کر وقتاً فوقتاً جہانگیر کی عطا بخشیوں سے فیضیاب ہوتا رہا۔ ایک دفعہ جہانگیر نے اس سے ایک عمارت کے کتبہ کی فرمائش کی۔ اس نے یہ غزل لکھی۔

اے خاک درت صندل سرگشتہ سراں را   بادا مژہ، جاروب رہت تاجوراں را

جہانگیر نے صلہ میں تین ہزار بیگھہ زمین بخشی[1]۔

ذاتی حالات و اخلاق | مولانا شبلی نظیری کو طامع و حریص بتاتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ اسے زرگری میں کمال حاصل تھا۔ اور تجارت بھی کرتا تھا۔ افسوس ہے کہ ہم اس خیال سے اتفاق نہیں کرسکتے۔ خانخاناں نے انیسی کے خط میں حاشیہ پر جو نظیری کو سلام لکھا تھا۔ اس کا واقعہ گذر چکا ہے۔ خانخاناں سے نظیری کا اس پر شکایت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خودداری اور عزت نفس کے جذبات سے بالکل عاری نہیں تھا۔ پھر اس کا تجارت میں مشغول ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اور

---

[1] سرو آزاد بیضا بحوالہ شعرالعجم ۱۲ ۔

شاعروں کی طرح دربار کی مداحی پر تکیہ نہیں کرتا تھا۔ بلکہ اپنے قوتِ بازو سے کمانے میں بھی تساہل نہیں کرتا تھا۔ رہا مداحی میں بعض جگہ حد سے زیادہ مبالغہ کرنا یہ اس زمانہ کی شاعری کا عام دستور تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اسے دربار میں مقبولیت حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔

عقائد میں تشدد | اس کا ذاتی کیرکٹر اس درجہ مضبوط تھا کہ بعض انتہائی خطرناک مواقع پر بھی نہیں چوکتا تھا۔ اور مسئلہ مسائل کے باب میں جو بات اسے حق معلوم ہوتی تھی اس کو کسی لطیف پیرایہ میں ظاہر کر دیتا تھا۔ اکبر پر ابوالفضل کا جتنا گہرا اثر تھا۔ وہ ہر شخص جانتا ہے لیکن اس کے باوجود نظیری ایک موقع پر ابوالفضل کے ملحدانہ خیالات اور دربار اکبری کے آزادانہ مذاکروں اور مباحثوں پر نکتہ چینی کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

طبیعت ہمہ ابلئے دہر ملحد شد | وے زفطنتِ تو بر طرف فتادالحاد
اگرچہ فضلہٗ از فاضلانِ حاملِ دہر | پطمع جاہ و غنا کرد مذہبے ایجاد
پس از حصولِ مرادات حالِ آں فاسد | مثلِ چو باغ گشت وحسرتِ شداد

ترک دنیا | وفات سے چند سال پیشتر وہ دنیا کے مخمصوں سے تنگ آکر گوشہ نشین ہو گیا تھا۔ ۱۰۲۰ھ میں گجرات سے آگرہ آیا۔ اور یہاں خانخاناں کو اپنا دیوان حوالہ کر کے پھر گجرات چلا آیا۔

وفات | ۱۰۲۳ھ احمد آباد میں انتقال کیا۔ مکان کے قریب ایک مسجد بنوائی تھی اسی میں دفن ہوا۔ یہ مآثر رحیمی کی روایت ہے ورنہ اور تمام تذکروں میں سالِ وفات ۱۰۲۲ھ مانا جائے تو اس حساب سے اس کی عمر ۷۴، ۷۵ سال کی ہوتی ہے۔

خصوصیاتِ کلام | نظیری کی خصوصیات کلام پر تفصیلی گفتگو کرنے کے لیے ایک فرصت درکار ہے۔ اور یہاں اس کی گنجائش نہیں مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے۔

کہ نظیری قصیدہ گوئی میں اپنا کوئی خاص رنگ قائم نہیں کر سکا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خاقانی عرفی اور انوری نے قصیدہ نگاری کا جو معیار قائم کر دیا تھا اس سے تجاوز کرنا اس خاص صنف میں غیر معمولی انہاک اور مشق و مہارت کا طالب تھا۔ اور غالباً نظیری کو اپنی خاص افتاد طبع کے باعث اس کا موقع نہیں ملا لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ فارسی غزل گوئی میں اس نے معنوی اور صوری دونوں حیثیتوں سے بہت کچھ ترقی کی۔ اور اس میں وہ وہ جدتیں پیدا کیں کہ فارسی تغزل کی شان کہیں سے کہیں پہنچ گئی۔

نظیری و عرفی میں چشمک | عرفی اور نظیری کے درمیان کافی چشمک رہی۔ چنانچہ نظیری نے عرفی کے ایک ہم طرح قصیدہ کا جواب لکھا۔ گو بقول علامہ شبلی اعتراضات میں اس کو پوری کامیابی نہیں ہوئی۔ تاہم اس نے وہ وہ باتیں نکالیں کہ اگر ممدوح زود رنج ہوتا تو یقیناً عرفی راندۂ درگاہ قرار دے دیا جاتا۔

فیصلۂ صائب | مرزا صائب نے نظیری کے تفوق کا کھلے الفاظ میں، صدق دل سے اعتراف کیا ہے اور عرفی کا مرتبہ نظیری سے کم قرار دیا ہے چنانچہ کہتے ہیں۔

صائب چہ خیال ست شوی ہمچو نظیری　　　عرفی بہ نظیری نرسانید سخن را

نظیری کے تغزل کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسان کی نفسانی کیفیات کا نہایت ژرف نگاہی سے مطالعہ کرتا ہے اور پھر قدرتِ بیان و شستگی زبان کی وجہ سے اسے اس طرح پیش کرتا ہے کہ وہ معنوی چیزیں پیکر محسوسات میں آکر آنکھوں کے سامنے چلتی پھرتی نظر آنے لگتی ہیں۔ مثال کے لیے اشعار ذیل ملاحظہ کیجیے۔

ازکف نمی دہد دل آساں ربودہ را   دیدیم زود بازوئے ناآزمودہ را

نکتہ سنج جانتے ہیں اس شعر میں "دل آسان ربودہ را" اور "بازوئے ناآزمودہ را" ان دونوں کے امتزاج نے کیا لطف پیدا کر دیا ہے۔

عاشق کا دل نہایت تنگ ہوتا ہے کہ اس میں سوائے محبوب کی یاد کے کسی اور چیز کی مطلقاً گنجائش نہیں ہوتی۔ یہ ایک عام مضمون ہے لیکن نظیری اس کو کس خوبی سے ادا کرتا ہے۔

بدل تنگی کنم دل خوش ہمیشہ   کہ تنہا جائے غمہائے تو باشد

"جائے غمہائے تو" کہہ کر اس نے اس بات کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے کہ محبوب کا غم دراصل غم نہیں بلکہ وہ تو عین زندگی کی تمنّا اور منتہائے آرزو ہے۔ عاشق کو خود اپنی جان کا دشمن زمانہ بتاتا ہے۔ مگر اسی مضمون کو نظیری نے کس لطیف پیرایہ میں ظاہر کیا ہے۔

با خودم دشمن جان باید بود   چہ کنم دوست عدو افتادہ است

تو بخویشتن چہ کردی کہ بما کنی نظیری   بخدا کہ واجب آمد زتو احتراز کردن

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ نظیری چونکہ فطرۃً بڑا خدا پرست تھا۔ اس لیے اس کے کلام میں تصوف کا عنصر کافی پایا جاتا ہے۔ وہ حافظ شیرازی کی طرح تمام زندگی ایک "خندہ عیش" بنا کر ہی صرف نہیں کرنا چاہتا بلکہ اس کو یقین ہے کہ زندگی کے لئے مسرت و غم دونوں توام ہیں۔ اور ایک مبصر کا فرض ہے کہ وہ دونوں میں توازن باقی رکھے۔ اس کے نزدیک یہ دُنیا مزرعۂ عمل ہے جب تک انسان محنت و مشقت کا عادی نہیں ہوگا۔ اسے راحت نہیں مل سکتی۔ چنانچہ کہتا ہے۔

نیست ممکن بہ زندگی آرام   تا نفس باقی ست دتنگ و پست

فرحتے نیست کہ در پہلوئے آں صد غم نیست — روز مولود جہاں کم ز شب ماتم نیست

گفت و شنود دوستاں مایۂ عیش میشود — آنکہ شمردہ زد نفس ہمدمیٔ ملک نخواست

تا بکے دولت پسند کند قربِ او مجو — سرمایۂ قبول در انکار عالم ست

ایک اور غزل میں کہتا ہے۔

گر نیز دا زصفِ ما ہر کہ مرد غوغا نیست — کسے کہ کشتہ نشد از قبیلۂ ما نیست

ہوائے وصل کسے میکند کہ بوالہوس است — دراں دلے کہ محبت بود تمنا نیست

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ لبسا اوقات پہلے مصرعہ میں ایک دعویٰ کا" ہے اور پھر دوسرے مصرعہ میں اس کو ثابت کرنے کے لئے مادی اشیاء میں سے کسی شے سے استدلال کرتا ہے۔ مثلاً اشعارِ ذیل دیکھئے۔

بس غنچہ نشگفتہ تاراج خزاں رفت — رسمے است کہ رہزن زند از قافلہ پس را

حسن چندے سرِ بلِ شوخی و رعنائی دہد — شہ چو گیرد مملکت اول بہ یغمائی دہد

ز اظہارِ محبت بر زبان خلق افتادم — چو محتاجے کہ گنجے یابد و ظاہر کند زردش

محبت در دلِ غمدیدہ الفت بیشتر گیرد — چراغے را کہ دودے ہست در سر زود تر گیرد

چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ بعض معنوی کیفیات کو ادا کرنے کے لیئے وہ جن الفاظ کا انتخاب کرتا ہے۔ وہ اس معنی پر اس طرح منطبق ہوتے ہیں کہ ان لفظوں کی بجائے اگر کوئی اور لفظ اس جگہ پر رکھدیا جائے تو معنی اس خوبی سے ادا نہیں ہوسکتے۔ مثلاً عاشق و محبوب میں مدت کے بعد ملاقات ہوئی ہے۔ دونوں راز و نیاز کی باتیں کررہے ہیں۔ نظیری اس صحبت کا نقشہ اس عجیب و دلکش طریقہ سے کھینچتا ہے۔

چہ خوش است از دو یکدل سرِ حرف باز کردن — سخنِ گذشتہ گفتن گلہ را دراز کردن

اثرِ عتاب گم کن ز دلِ ہم اندک اندک — بہ بدیہہ آفریدن بہ بہانہ ساز کردن

حقیقت یہ ہے کہ اس مضمون کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی اور طریقہ اظہار ہو ہی نہیں سکتا۔

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ نظیری نے روزمرّہ اور محاورے کثرت سے استعمال کیے ہیں جن سے اس کی لسانی مہارت اور قدرتِ بیان کا اندازہ ہوتا ہے۔ مثلاً

سحر کشیدن :- صبح تک بچ رہنا۔
بخواب گرفتن :- سوتے میں جا پکڑنا۔
سرِ حرف باز کردن :- باتوں کا دفتر کھولنا۔
نسخہ برداشتن :- کتاب کا نقل کرنا۔
بر پیالہ دست زدن :- ساغر رد کرنا۔
تار مار مثل شدن :- دو غیر جنسوں کا ملنا۔[1]

سعید احمد اکبرآبادی ایم۔اے

[1] سن ولادت کی تحقیق میں میرے فاضل دوست مولانا محبوب الٰہی صاحب نظیری امداد کی ہے اور اقتباسات میں سے اکثر شعر العجم سے اور کچھ خود نظیری کے اپنے کلام سے ماخوذ ہیں۔ ۱۲

عرض شارح

حامداً ومصلّیاً ومسلّماً

شعراء متاخرین میں جو قبول عام نظیری کے حصہ میں آیا وہ غالباً اس دَور کے کسی اور شاعر کو نصیب نہیں ہوا۔ میرے نزدیک اس کی خاص وجہ عہد متاخرمیں متقدمین کے طرز تغزل کو نبا ہنا ہے۔ بلاشبہ نظیری اس میں کامیاب ہی نہیں بلکہ اپنے ہمعصروں پر سابق رہا۔ خود کہتا ہے۔

تا اقتدا بحافظ شیراز کردہ ایم
گردیدہ مقتدائے دو عالم کلام ما

یہی وجہ ہے کہ دیوان نظیری فارسی کے اس دورِ انحطاط میں بھی ہندوستان میں مقبولیت عامہ کا مالک ہے۔ غالباً کوئی یونیورسٹی ایسی نہیں۔ جس کے فارسی کورس میں پورا دیوان یا انتخاب شامل نہ ہو۔ پنجاب یونیورسٹی کے منشی فاضل کورس میں تو غزلیات نظیری ایک عرصہ درازسے داخل ہے اور سچ پوچھیے تو پرچۂ نظم کی جان یہی ہے۔

ترجمہ کرنے والوں نے عام کورس کی کتابوں کی طرح اپنی ذمّہ داریوں کا احساس کیے بغیر غزلیات نظیری کے ترجموں کی بھی بھرمار کرڈالی۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض حضرات مترجمین نے تو بغیر سوچے سمجھے جو بر وقت ذہن میں آیا لکھ مارا۔ ظاہر ہے کہ یہ طریقہ کار طلبہ کے لیے سخت گمراہ کن اور ان کی محنتوں کو ضایع کردینے والا تھا۔ اس وجہسے دل میں ایک داعیہ پیدا ہوا کہ غزلیات نظیری پر

کچھ لکھا جائے۔ اس کے علاوہ میرے احباب نے بھی مجھے مخلصانہ مشورہ دیا کہ اگر یہ کام انجام پاگیا تو طلبا کے لئے اس پرچہ میں بہت کچھ سہولت ہو جائے گی۔ اور غزلیات نظیری کا مطالعہ کرنے والے عام حضرات کو بھی مدد ملے گی۔ بنا بریں خدا پر بھروسہ کرکے میں نے کام شروع کر دیا اور کسی حاشیہ اور شرح کو پیش نظر نہیں رکھا۔ کیونکہ خطرہ تھا کہ موجودہ حواشی اور شروح کہیں ذہن کو صحیح سمت سے ہٹا کر غلط راستہ پر نہ ڈال دیں۔

البتہ تسویدے سے فارغ ہو کر نظر ثانی کے وقت بحر، اوزان اور تقطیع کا مقابلہ حافظ عبد المجید صاحب کی شرح سے کیا۔ وزن و تقطیع کے لحاظ سے کہیں اختلاف نہیں پایا۔ صرف چند بحور کے ناموں میں اختلاف نظر آیا لیکن قواعد عروض کے تتبع کرنے کے بعد مجھے اپنی تجویز میں تغیر کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ بعض اشعار کے مطلب کا مقابلہ بھی حافظ صاحب موصوف اور دیگر شارحین کی شرح سے کیا اور مولوی صادق علی صاحب کے حاشیہ کو بھی دیکھا بصورت اختلاف اگر کسی شعر میں اپنے بیان کردہ مطلب کے ساتھ دوسرے محشی یا شارح کی توجیہہ بھی صحیح ہو سکتی تھی تو اس کو ثانوی درجہ میں نقل کر دیا ورنہ ترک کر دیا۔

ترجمہ کرتے وقت محاورہ اور سلاست عبارت کے ساتھ ساتھ اس امر کا لحاظ بھی پورا پورا رکھا ہے کہ طلبہ کو ہر ہر لفظ کا ترجمہ سمجھ میں آجائے اپنی ان تمام امکانی کوششوں کے باوجود مجھے اس امر کا اعتراف ہے کہ انسانی ذہن خطا و سہو سے منزہ نہیں۔ یقیناً مجھ سے خطاءً یا سہواً غلطیاں ہوئی ہوں گی۔ ناظرین سے امید ہے کہ وہ اصلاح فرمالیں گے۔ اور مجھ کو بھی میری غلطی پر متنبہ فرمادیں گے۔ تاکہ آئندہ اڈیشن میں اس کی مکافات

کی جا سکے۔

بدو خوبم ہمہ پیشت نہادم
شنیدستم کہ تو خوردہ نہ گیری
وے گر تو لتے یابی ز انصاف
مرا آگہ کنی عذرم پذیری

احقر محبوب الٰہی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بحر:- ہزج مثمن سالم۔ ارکان :- مفاعلین ہشت بار۔

تقطیع :- اِذَا مَا شِئْتَ اِنْ تَحْیٰ حَیٰوۃً حُلْوَۃَ المَحْیٰ
مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن
برسوائی برآورسر زمستوری برُوں نہ پا
مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

اِذَا مَا شِئْتَ اَنْ تَحْیٰ حَیٰوۃً حُلْوَۃَ المَحْیٰا ۱ برسوائی برآور سرز مستوری برُوں نہ پا
حدیثِ حسن و مشتاقی درون پردہ پنہاں بود ۲ برآمد شوق از خلوت نہادایں راز برصحرا
زخط و خال رخسارش قضا شکلے نمود اوّل ۳ قلم برداشت ہر ذرہ ورقی برگشت از انشا

(۱) تشریح :- اذا حرف شرط۔ شئت۔ صیغہ واحد مذکر مخاطب۔ تحییٰ۔ فعل مضارع از حیات۔ حلوۃ۔ شیرینی۔ محیا۔ زندگی گذارنے کا مقام۔ اور بمعنی زندگی۔

ترجمہ :- اگر تو شیریں اور راحت و آرام کی زندگی گذارنے کی خواہش رکھتا ہے تو رسوائی (عشق) میں سربرآوردہ بن اور (گوشہ) گمنامی سے باہر قدم رکھ۔

توضیح :- یعنی زندگی کا مزہ گوشہ نشینی اور گمنامی میں نہیں ہے۔ بلکہ اس حیات مستعار کا مقصد ہی اس محبوبِ حقیقی کے عشق میں رسوائے عالم ہو جانا اور مستوری و خفا کے پردوں کو چاک کر دینا ہے کہ ع

بدنام شدن در دو جہاں غایت کام ست

(۲) تشریح :- حدیث۔ افسانہ قصہ۔ مشتاقی۔ عشق۔ برصحرا نہادن۔ فاش کر دینا۔ آشکارا کر دینا۔

ترجمہ :- قصہ حسن و عشق پردہ میں چھپا ہوا تھا (کہ) شوق یعنی جذبۂ ظہور خلوت

سے نکلا اور یہ (تمام) رازِ آشکارا کر دیا۔
توضیح:۔ اس شعر میں حدیث قدسی "کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ" کی طرف تلمیح ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا مجھے شوق ہوا کہ پہچانا جاؤں۔ اس لیے میں نے مخلوقات کو پیدا کیا۔ پہلا مصرع "کنت کنزاً مخفیاً" کی تفسیر ہے "شوق سے" اَحْبَبْتُ کی طرف اشارہ ہے اور "نہاد ایں راز برصحرا" فَخَلَقْتُ الخلق کا بیان ہے۔

(۴) **تشریح:**۔ رخسارش۔ ش ضمیر کا مرجع ذات گرامی جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا ذات خداوندی ہے۔ قضا حکم خداوندی۔

ترجمہ:۔ آپ کے رخسار کے خط و خال کا قضا نے سب سے پہلے ایک نقش تیار کیا (پھر کیا تھا) ذرہ ذرہ نے قلم اُٹھایا اور صفحۂ ہستی (اُس کے عکس) تحریر سے پُر ہو گیا۔

(**توضیح**) اس شعر میں حدیث اوّل ماخلق اللہ نوری کی طرف اشارہ ہے یعنی سب سے پہلے نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوا اور روحانی و جسمانی عالم آپ ہی کے نقوش خد و خال کا عکس اور پرتو ہیں۔ اور اگر ضمیر کا مرجع ذات خداوندی کو قرار جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ مشیت ایزدی نے فاحببت ان اعرف کے مطابق اپنے چہرۂ قدیم کے خد و خال یعنی صفاتِ جمالیہ و جلالیہ کو اطلاق سے تعین کی شکل میں ظاہر کر دیا۔ اس صورت میں ان اللہ خلق آدم علی صورتہ کے مضمون کی طرف اشارہ ہوگا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ صورت سے مراد صفات و اخلاق باری تعالیٰ ہیں۔

دراں گلشن ہوا بودم کہ مستی زاد از نرگس	۴	دراں مجلس صفا بودم کہ عشق از حسن شد پیدا
بذوقِ اتصالی قطرۂ چو پویلے پُر بید از ہم	۵	بفرصت قطرۂ دریا میشود چوں قطرہ شد دریا

کجا نازو نیازِ عاشق و معشوق کم گردد ۶ زحاجت حُسن مستغنی و ما محتاجِ استغنا

شراب و شاہد و میخانہ و ساقی ہمہ دلکش ۷ باین خمارِ بے پروا کہ داریم وصد سودا

تقاضا بر تقاضا میرسد آنسوئے دل ہر دم ۸ نگاہِ نیم خالی فغاں زیں شوقِ کار افزا

(۴) ترجمہ :- میں اس باغ میں (بمنزلہ) ہوا تھا۔ جس میں نرگس سے مستی پیدا ہوئی اور اُس مجلس میں صفا و بہا تھا۔ جس میں حسن سے عشق پیدا ہوا۔

(توضیح) یعنی جس طرح باغ میں نرگس کی مستی کے اظہار کا ذریعہ ہوا ہے اور صفائے حُسن کا تقاضا وجودِ عشق۔ اسی طرح گلشنِ قدیم میں محبوبِ حقیقی کی نگاہ کی مستی کے اظہار کا ذریعہ وجودِ خلق تھا۔ اور حُسنِ ازلی کی صفاءِ بہا وجودِ عشق کی متقاضی تھی۔ خلاصہ یہ کہ ایک ہی ذات "حُسن و عشق" کی دو مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہے۔

(۵) ترجمہ :- جب تعلق ٹوٹ جائے۔ تو (بہت) زحمت و دقت سے جُڑتا ہے (جیسا کہ) اگر دریا قطرہ (قطرہ) ہو جائے تو (پھر کہیں) مدت میں قطرہ (قطرہ مل کر) دریا بنتا ہے۔

(توضیح) انسان بھی بحرِ وحدت سے نکلا ہوا ایک قطرہ ہے جو اس عالم امکان میں ہونے کی وجہ سے اپنے مرکزِ اصلی سے انتہائی دُوری میں ہے۔ تو اب کہیں مدتوں تک تزکیۂ نفس و تصفیۂ باطن کرنے کے بعد اس کے لیے بحرِ وحدت میں شامل ہو جانا ممکن ہو سکے گا۔

(۶) ترجمہ :- عاشق کا عجز و نیاز اور معشوق کا ناز و انداز کہاں کم ہو سکتا ہے (اس لیے کہ) حسن احتیاج سے بے نیاز ہے اور ہم بے نیازی کے حاجتمند ہیں۔

(توضیح) شعر میں لف و نشر غیر مرتب ہے۔ ناز کا تعلق معشوق سے ہے اور نیاز کا عاشق سے۔ معشوق حسن کا سرمایہ دار ہوتا ہے۔ اور عاشق اس سرمایہ دار کے

کئے دریوزہ گر۔ اب دیکھو کہ محبوب خدا ہے۔ جس کے حُسن وجمال کی کوئی انتہا نہیں اور وہ سب سے بے نیاز ہے۔ اور طلب گار بندہ نادار ہے، اور پُورا پُورا محتاج۔ پھر اس معشوق کے ناز اور اُس عاشق کے عجز و نیاز میں کمی ہو تو کیوں ؟

(۷) ترجمہ:۔ شراب، معشوق، میخانہ اور ساقی سبھی دل لُبھانے والے ہیں اِس بے پرواہ فروش کے متعلق ہم خیال تو سیکڑوں رکھتے ہیں اور سر ایک (کبھی سوچتے ہیں کہ بلاتا ہے یا نہیں، کبھی خیال آتا ہے اسی کو دیکھا کر، وغیرہ)

(توضیح) مطلب یہ ہے کہ اس میخانۂ وحدت اور کارخانۂ خداوندی کی تمام چیزیں دل کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ تو ہمارا ایک دماغ ان سیکڑوں خیالاتِ جنون افزا کی تاب کہاں سے لائے ؎

میری قسمت میں غم گر اتنا تھا - دل بھی یارب کئی دئے ہوتے

شراب سے مے وحدت معشوق سے ذاتِ خداوندی، میخانہ سے کارگاہ ہستی اور ساقی سے کائنات کا ہر ہر ذرہ یا ذاتِ گرامی مصطفوی (صلی اللہ علیہ وسلم) مراد ہے اور خمار خود مالک حقیقی ہے۔

(۸) ترجمہ:۔ دل کی اُس جانب سے ہر دم تقاضے پہ تقاضے ہو رہے ہیں (حتٰی کہ) ایک لمحہ بھی میں فارغ نہیں رہتا۔ اس کام بڑھانے والے عشق سے فریاد!

(توضیح) یعنی دل کی گہرائی سے ہر وقت طلبِ معشوق حقیقی کے جذبات اُبھرتے رہتے ہیں۔ ایک لحظہ بھی سکون حاصل نہیں ہوتا۔ اِس عشق کی کار افزائی کا کیا ٹھکانا ہے۔ پناہ بخدا!

اگرنالم زحرماں رُخ مگرداں حسبۃً للہ ۹ قیاسِ حال محرومی گستاخ ونابینا

درونِ بیت احزاں پیرِ نابینا چہ می داند ۱۰ کہ شہرے بر سرِ سودائے یوسف میکند غوغا
نظیری گر طمع داری کہ مقبولِ مغاں باشی ۱۱ فَلَا تَعْجَلْ وَلَا تَجْعَلْ طَلَا تَغُرُّ مِنْ عَلَی الدُّنیا

اے زکرم نریختہ خونِ سبیل را ۲/۱ وز لطف عید کردہ غزائے خلیل را

(۹) ترجمہ:- اگر میں فراق و محرومی کی وجہ سے آہ و زاری کرتا ہوں تو خدا کے لئے تو (مجھ سے) مُنہ نہ پھیر (اس لئے) کہ وصل و محرومی کی مثال ایسی ہے کہ ایک باغ ہو اور (اس میں) ایک اندھا آدمی ہو۔

(توضیح) مطلب یہ ہے کہ جس طرح باغ کے خوشنما منظروں سے اندھا لطف نہیں اُٹھا سکتا اسی طرح ہم استعداد نہیں رکھتے اور اپنی ہی بدبختی کا ماتم کر رہے ہیں۔ اس ہماری آہ و زاری کو اپنی شکایت پر محمول کر کے خدا کے لئے کہیں ہم سے نظرِ کرم نہ پھیر لینا۔

(۱۰) ترجمہ:- پیرِ نابینا (حضرت یعقوب علیہ السلام) کو (اپنے) غمکدہ میں کیا خبر ہے کہ ایک شہر (کا شہر) یوسف (علیہ السلام) کی خریداری پر شور و غوغا کر رہا ہے۔

(توضیح) مقصد یہ ہے کہ زاہد شب زندہ دار جو راتوں کو تصورِ جمالِ حقیقی میں محو ہے غالباً اس کا خیال یہ ہے کہ یہ سعادت اس وقت میرے ہی حصّہ میں آ رہی ہے اُس کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ عالم اور اُس کا ذرّہ ذرّہ اسی طلب میں مصروف ہے ؎

ہمہ ہستند سرگرداں چو پرکار - پدید آرندۂ خود را طلب گار

(۱۱) تشریح:- مُغ - آتش پرست، مراد شراب فروش، یہاں مراد خاصانِ بارگاہِ کبریائی ہیں + فَاجَزائیہ ہے۔ لَاتَعْجَلْ نہی کا صیغہ ہے۔ عَجَلٌ سے اور

لَا تَبْخَلْ: بخل سے اور لَا تَحْرِصْ: حرص سے۔ عَلٰی بمعنی بر ہے۔
ترجمہ:۔ اے نظیری اگر تجھ کو یہ خواہش ہے کہ پیران میکدہ (اور خاصان بارگاہ خداوندی) کے نزدیک تو مقبول ہوجائے تو نہ حسد کر، اور نہ بخل کر اور نہ دنیا کی حرص و طمع۔

بحر:۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف۔
ارکان:۔ مفعولُ، فاعلاتُ، مفاعیلُ، فاعلن،

تقطیع:۔

اے ازک	رم نریخ ت	خونے س	بیل را
مفعول	فاعلاتُ	مفاعیلُ	فاعلن
وزلطف	عیدکرد	عزائے ر	لیل را
مفعول	فاعلاتُ	مفاعیلُ	فاعلن

(۱) تشریح:۔ سبیل بمعنی مباح۔ عزا:۔ اصل معنی صبر۔ ماتمی مجلس کو مجلس عزا اسی لیے کہتے ہیں، کہ اُس میں تلقین صبر کی جاتی ہے۔
ترجمہ:۔ اے وہ ہستی کہ جس نے (اپنے) کرم سے مباح خون نہیں بہایا اور (اپنے) لطف و کرم سے (حضرت ابراہیم) خلیل (اللہ) کے ماتم کو عید بنا دیا۔
(توضیح) اس شعر میں حضرت ابراہیمؑ کے قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے حضرت اسمٰعیلؑ کے راہ حق میں مباح خون کو بہانے سے بچا لیا، اور اُن کے والد حضرت ابراہیم کو اُن کے ذبح ہوجانے پر جو طبعی رنج و ملال ہوتا اُس کو خوشی و مسرت سے بدل دیا کہ اُن کے بجائے دُنبہ ذبح ہوگیا اور اسمٰعیل علیہ السّلام بچ گئے۔ اِسی کی یاد عیدالاضحیٰ کے روز قربانی سے تازہ کی

جاتی ہے۔

در ملکِ مصر یوسفِ کنعاں بیادِ تو	۲	دریائے نیل ساختہ چشم کحیل را
گوئی بغیرِ واسطہ در گوش خاکیئے	۳	رازے کزاں خبر نبود جبرئیل را
دادہ بکنجِ فقر نشاں جنت النعیم	۴	کردہ سبیل مشت گدا سلسبیل را
گل بستہ حرزِ مہرِ تو بر معبرِ کلیم	۵	دل کردہ بادِ قہرِ تو خواں رودِ نیل را
ہر فرد گشتہ حاکمِ ایں ملک غیرِ تو	۶	ناکردہ گرم جا زدہ کوسِ رحیل را

(۲) ترجمہ :۔ (اے خدا) تیری یاد میں یوسف کنعانی نے ملک مصر میں اپنی سرگیں آنکھ کو (رونے روتے) دریائے نیل بنا لیا۔

توضیح :۔ اس شعر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ اُن کو بھائیوں نے چاہِ کنعاں میں ڈال دیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کو صحیح وسلامت مصر پہنچا دیا۔ اور مصر کی شاہی عطا فرمائی۔ مگر آپ اللہ کے ذکر میں مصروف رہے اور خشیتِ و خوفِ الٰہی اُن پر طاری رہا۔

(۳) ترجمہ :۔ بدون کسی واسطہ کے (اے خدا) تو ایک خاکی ہستی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے کان میں وہ راز کہہ دیتا ہے جس کی (مقرب ترین فرشتہ) جبرئیل کو بھی خبر نہیں ہوتی۔

توضیح :۔ واقعہ معراج کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جبرئیلؑ سدرۃ المنتہیٰ پر روک دیئے گئے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آگے تشریف لے گئے۔ اور خدا وند تعالیٰ کے ساتھ بلا واسطہ ہم کلام ہوئے۔

(۴) ترجمہ :۔ جنت النعیم کا نشان (اے خدا) تو نے گوشۂ فقر میں بتا یا ہے اور چند گداؤں کے لیے سلسبیل (نہرِ جنت) کو وقف کر دیا ہے۔

توضیح :۔ پہلے مصرعہ میں حدیث الفقرُ فخری کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے

مصرعہ میں اصحاب صُفّہ کی طرف صُفّہ چبوترے کو کہتے ہیں۔ چند اہل اللہ فقر و فاقہ کی حالت میں اللہ پر بھروسہ کیے ہوئے ایک چبوترے پر پڑے رہتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اُن کی دلداری کی انتہائی کوشش فرماتے تھے، اور اللہ کے نزدیک بھی اُن کے رُتبے بلند تھے۔

(۵) ترجمہ :۔ تیری محبت کے تعویذ نے (حضرت موسیٰ) کلیم (اللہ) کے راستہ پر پُل بنا دیا اور تیرے قہر و غضب کی ہوا نے دریائے نیل کا دل خون کر ڈالا۔

توضیح :۔ حضرت موسیٰ و فرعون کے قصّہ کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کے حکم سے موسیٰ علیہ السّلام مع اپنے ہمراہیوں کے دریائے نیل کو عبور کر گئے اور دریا کے پانی نے پھٹ کر پل کی شکل پیدا کر دی اور جب فرعون اور اُس کے ساتھیوں نے عبور کرنا چاہا، تو پانی کے دونوں حصے مل گئے اور وہ سب غرق ہو گئے۔

(۶) تشریح :۔ ہر فرد کے بعد کہ موصولہ محذوف ہے۔ جاگرم کردن۔ فارسی محاورہ ہے یعنی دیر تک بیٹھنا۔

ترجمہ :۔ تیرے سوا جو شخص (بھی) اِس ملک کا حاکم ہوا، ابھی ٹھکانے سے بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ کوچ کا نقارہ بجا دیا۔

توضیح :۔ یعنی تیری ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ اَکُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ ط

درویش و بادشہ بوجودِ تو قائم اند ۷ خورسند کردۂ تو عزیز و ذلیل را
نفزوده برُسومِ مُقدر بحسن سعی ۸ وز معصیت نہ کاستہ رزقِ کفیل را
ہیچم اگر تو باز ستانی متاعِ خویش ۹ دارد دو عالم از تو کثیر و قلیل را

قائل بعجز گشت ثنائے تو ہر کہ گفت ۱۰ در مسنئ تو رہ نبود قال و قیل را
در تو باجتہاد نظر کے تواں رسید ۱۱ صد شبہ در رہ ست قیاس و دلیل را
توحید حق بیانِ نظیری بلند ساخت ۱۲ برتر نہید پایۂ عرش جلیل را

(۷) ترجمہ :۔ شاہ و گدا تیرے ہی وجود کے ساتھ قائم ہیں، تو نے ہر عزیز و ذلیل کو (اپنی اپنی حالت میں) خوش کر رکھا ہے۔

توضیح :۔ یعنی سب کے وجود کا منبع و سرچشمہ تو ہی ہے۔ یہ سب نہریں ایک ہی بحر وحدت سے نکلی ہیں۔ پھر تو نے ان مختلف مدارج رکھنے والی ہستیوں کو ایسی مختلف طبیعتیں بخشیں کہ ہر ایک اپنے اپنے دائرہ میں مگن ہے۔ کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْن۔

(۸) ترجمہ :۔ حسن کوشش اور جدوجہد سے مقدر وظیفوں میں اضافہ نہیں ہوتا اور گناہ و معصیت سے رزق ضروری گھٹتا نہیں۔ (یعنی تقدیر کے آگے تدبیر کی پیش نہیں جاتی باقی خدا نے ہر ایک کو اُس کا رزق پہنچانے کی ذمہ داری لے لی ہے) وَمَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا۔

(۹) ترجمہ :۔ اگر تو اپنا (دیا ہوا) سرمایہ (ہستی) واپس مانگ لے تو پھر ہم ہیچ و نیست رہ جائیں (کیونکہ) دونوں جہان تھوڑا یا بہت (جتنا کچھ بھی رکھتے ہیں) تیرا ہی دیا ہوا رکھتے ہیں۔

(۱۰) ترجمہ :۔ جس نے تیری تعریف و ثنا کی اُس کو (بالآخر) عجز کا اعتراف کرنا پڑا۔ اور تیری ہستی میں قال و قیل اور بحث و تمحیص کو دخل نہیں (یعنی تو بے چون و چرا ہے)۔

(۱۱) ترجمہ :۔ نظر و فکر کی کوشش سے تیری کنہہ و حقیقت کو کب معلوم کیا جا سکتا ہے (اس لیے کہ) دلیل اور برہان کی راہ میں سیکڑوں شبہات

وشکوک ہیں۔

توضیح :- درچیزے رسیدن۔ کسی چیز کی حقیقت دریافت کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص تیری حقیقت استدلال سے معلوم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ شکوک وشبہات کی وجہ سے یہ راستہ خارزار بنا ہوا ہے۔ پائے عقل اس راہ میں چلنے سے عاجز ہے۔

(۱۲) ترجمہ :- خدا کی وحدانیت کے بیان نے نظیری کے کلام کو بلند مرتبہ بنا دیا۔ پس ربِّ جلیل کے عرش کا پایہ بہت اونچا سمجھو۔

توضیح :- برتر نہادن، یا پست نہادن۔ بمعنی بلند یا پست سمجھنا۔ مطلب یہ ہے کہ بیان وحدانیت نے جب نظیری کے کلام کو سب کلاموں پر فائق بنا دیا تو اُس ذات کی برتری کا اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا جسکی توحید کے بیان کی یہ تاثیر ہے۔

بحر :- ہزج مثمن سالم۔

ارکان و تقطیع :- مثل ۱

صفا از عقدۂ دلہاست آں زلفِ معقدرا ۱ بحمد اللہ کہ رابطے ہست با مطلق مقیّدرا

کہ دادے روح را با جسم اُلفت گر نکردیدے ۲ محمد کاروانِ سالارِ ارواحِ مجرّدرا

بیک حسن و شمائل طرحِ عشق افگندہ شد ورنہ ۳ نمیدادند نقشِ ہستی ایں لوحِ زبرجدرا

بمکتب خانۂ سرِ مصحف از برداشت آں روزے ۴ کہ عقلِ کل نمیکرد از الف یا فرقِ ابجدرا

حدیثِ دلفروزش بسکہ شد مجموعۂ حکمت ۵ حکیماں جزو میسازند اوراقِ مجلّدرا

(۱) تشریح :- صفا۔ حسن وخوبی۔ عقدہ۔ گرہ۔ مطلق۔ وہ عام شَی جو قید وتخصیص سے خالی ہو۔ مقیّد۔ وہ شَی جس میں کوئی قید لگا کر خاص کر دیا جائے۔

ترجمہ :- اُس زلف گرہ گیر کو (عشاق کے) دلوں کی گرہوں سے حسن و خوبی (حاصل) ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ مقید کا مطلق کے ساتھ ربط وتعلق موجود ہے۔

توضیح :- یہ غزل نعتیہ ہے۔ زلفِ حبیب پاک کو درازی وتسلسل میں مطلق سے تعبیر کیا ہے اور دلِ عشاق کو مقید سے۔ مطلب یہ ہے کہ وُہ زلفِ درانہ بے گرہ تھی۔ عشاق کے دلوں نے بصورت گرہ ظاہر ہو کر اُس کو گرہ گیر بنا دیا تو جس طرح مطلق ومقید میں عموم وخصوص کا علاقہ ہوتا ہے۔ کہ مقید بعینہٖ مطلق ہی ہوتا ہے۔ مگر قید کے ساتھ، یہی علاقہ زلف عشاق کے دلوں کے ساتھ رکھتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اُس کے عاشق اور طلب گار بہت ہیں۔

(۲) ترجمہ :- اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجرد (مادہ وکثافت سے پاک) روحوں کی قافلہ سالار نہ ہوتے تو روح کو جسم کے ساتھ الفت کون دیتا۔؟

توضیح :- یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی باعث تکوین عالم ہیں۔

(۳) ترجمہ :- ایک (ہی) حُسن دادا میں عشق کی بنیا د پڑ گئی۔ ورنہ کارکنانِ قضا اِس زمردیں لوح (فلک) کو نقش وجود عطا نہ کرتے۔

توضیح :- یعنی بہ تقاضائے احببت ان اعرف آپ کا نور حسن ازلی کا اولین ذریعۂ اظہار بنا۔ لہٰذا محبوبِ خدا ٹھیرے اور باعث تخلیق کون ومکان۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ ۔

(۴) ترجمہ :- قرآن (کی تعلیم) کا راز مکتب خانۂ قدیم میں اسی روز حفظ (یاد) رکھتے تھے۔ جب کہ عقل کل (عقل اوّل یا جبریل ؑ) الف بار اور ابجد میں فرق نہیں کر سکتی تھی۔

توضیح :- یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم اوّلین و آخرین اُسی وقت حاصل ہو چکا تھا۔ جب کہ عقل اوّل کی حیثیت ایک مبتدی کی سی تھی حتیٰ کہ وہ حروف مفردہ اور مرکبہ میں بھی فرق نہ کر سکتی تھی۔ پس یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ جبریل آپ کے پاس خدا کی وحی پہنچاتے تھے تو شاید وہ آپ سے زیادہ عالم ہوں گے۔

(۵) ترجمہ :- آپ کی دل روشن کرنے والی حدیث حکمت و دانائی کا مجموعہ بن گئی۔ (اسی لیے) حکماء اور فلاسفہ (اپنے فلسفہ کی) مجلّد کتابوں کے اجزاء (علیحدہ علیحدہ) کر رہے ہیں۔

توضیح :- یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سرچشمۂ حکمت ہیں اُن کے ہوتے ہوئے اور کسی کتاب کی حاجت نہیں۔ یا اپنے اوراق مجلّد میں اس کو شامل کرتے ہیں۔ اِس صورت میں "را" علامتِ اضافت ہو گی۔ یعنی جزو اوراق مجلّد می سازند۔ پہلی صورت میں جزو ساختن بمعنی شیرازہ شکستن ہے۔

وجودِ مرکزِ پرکارِ عالم کے شئے ثابت ۶ احد خود قابِ قوسین از بودے میم احمد

بمسکن بستر از پہلوے گردش سر دِنا گشتہ ۷ کنندے بر بُراقِ معرفت اقصائے مقصد

گرامی میہمانے در رہِ امشب میزباں دارد ۸ ملائک صف بصف بر لبست عرش آرا مسند

نظیری نثارِ ذوقے زجامِ ہوشمنداں کش ۹ مئے و مطرب پریشاں میکند مستانِ بیہودہ

(۶) تشریح :- مرکز۔ دائرہ کا وسطی نقطہ جس پر دائرہ کے وجود کا مدار ہوتا ہے۔ پرکار دائرہ بنانے کا آلہ مجازاً بمعنی دائرہ یہاں یہی مراد ہے۔ قاب قوسین۔ قاب کے معنی مقدار اور اُس فاصلہ کے ہیں۔ جو قبضۂ کمان اور خانۂ کمان کے

قوس نمبر ۱
مرکز
قوس نمبر ۲

درمیان ہوتا ہے۔ قوسین۔ قوس کا تثنیہ ہے۔ دائرہ کو اگر ایک خط مستقیم سے جو مرکز سے گزرتا ہوا محیط سے ملتا ہو تقسیم کیا جائے تو دو قوسین (کمانیں) بن جائیں گی شکل ملاحظہ ہو۔

ترجمہ:۔ عالم کے دائرہ (دجود) کا مرکز کب ثابت ہوتا؟ اگر خود اَحَلُ۔اَحْمَلُ کی میم کے لیے بقدر قوسین نہ ہوتا۔

توضیح:۔ دوسرے مصرعہ میں قاب قوسین سے آیت دَنَا فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کی طرف اشارہ ہے۔ لفظی صنعت احل و احمل میں ظاہر ہے کہ احمد میں حؔ و دؔ کے درمیان ایک میم زائد ہے اور حؔ و دؔ دونوں قوس کی شکل میں ہیں۔ اور ان کے وسط میں م بشکل نقطہ مرکز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ واجب تعالیٰ اطلاق و وحدت سے جب بمقتضائے احببت ان اعرف تعین و کثرت میں جلوہ گر ہوا تو سب سے پہلی اُس کی تعینی شان حقیقت محمدیہ میں ظاہر ہوئی جو بمنزلہ مرکز قرار پائی اور دیگر مظاہر حق تعالیٰ یعنی جملہ عالم بشکل محیط اس مرکز کے گرد قائم ہوا۔ پس اگر خود ذات احد میم احمد (روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے بمنزلہ قوسین (محیط) نہ ہوتی تو دائرہ وجود عالم کا مرکز کہاں ثابت ہوتا؟ مقصد یہ ہے کہ جس طرح مرکز مدار دائرہ ہوتا ہے اور اُس کے بغیر دائرہ کا وجود ناممکن ہے۔ اس طرح ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم دائرہ عالم کے لیے مرکز کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۷) ترجمہ:۔ (ابھی) آپ کے پہلوئے گرم (کی گرمی کے اثر) سے گھر میں بستر ٹھنڈا ابھی نہ ہوا تھا۔ کہ معرفت وعرفان کے براق پہ (سوار ہو کر) مقصد کی انتہائی منزل کو طے کر آئے۔

توضیح :- اِس شعر میں قصۂ معراج کی طرف تلمیح ہے۔ کہ آپ اُمّ ہانی کے مکان میں مصروف آرام تھے کہ جبریل علیہ السلام آئے اور دعوتِ معراج دی۔ براق پر سوار ہو کر اوّل مسجد اقصیٰ سے گئے۔ پھر سوئے آسمان آیت سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ۔ میں اسی کا بیان ہے پھر تمام آسمانوں کی سیر کرتے ہوئے عرش تک پہنچے اور خدا سے ہمکلام ہونے کے بعد واپس تشریف لائے تو بستر میں ابھی تک جسم اطہر کی گرمی تھی۔ "اقصائے مقصد" سے مسجد اقصیٰ کی طرف ایہام ہے۔

(۸) تشریح :- راؔ یعنی برائے ہے اور آراستؔ کا فاعل میزبان ہے یا عرش خود فاعل ہے اور اعلامت مفعول۔

ترجمہ :- میزبان (خدا) آج کی رات (لیلۃ المعراج میں) بڑے معزز مہمان کو راہِ سفر میں رکھتا ہے (یعنی اپنی طرف بلا رہا ہے) (چنانچہ) فرشتے قطار در قطار پیرے باندھے کھڑے ہیں۔ اور عرش کو مسند کے لیے آراستہ کیا یا، عرش نے (اپنی) مسند کو آراستہ کر رکھا ہے۔

توضیح :- یعنی آپ کی تشریف آوری پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے اُن کا استقبال کرایا اور اپنے محبوب سے ملاقی ہونے کے لیے مسند عرش کو آراستہ فرمایا یعنی حضور عرش تک تشریف لے گئے۔

(۹) تشریح :- نشاءِ ذوق۔ مراد شراب معرفت۔

ترجمہ :- اے نظیری۔ ہوشمند لوگوں (عاشقانِ حسنِ قدیم) کے جام سے معرفت کی شراب پی (یہ مجازی) شراب اور مطرب (گویا) تو دائمی مستوں (یعنی عارفانِ حقیقت) کو (اور) پریشان کر دیتے ہیں۔

بحر :- مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف۔

ارکان و تقطیع :- مثل ۲

ساقی بشود درنگی اُمید و بیم را ۱ بنما باحقیقت رنگ قدیم را
حرف فریب آدم و ابلیس تابچند ۲ چندے بگو ترانۂ نقل و ندیم را
از ساغر درست خودم بخش جرعۂ ۳ بر طاق نہ حکایت جام دونیم را
بوئے نبیذ خلوت شبہا شنیدہ ام ۴ پنہاں مکن کہ نیک شناسم شمیم را
آنجا کہ لب ز رحمت مے پاک کردہ اند ۵ گل المشک بوئے کردہ ردائے شمیم را
گو مفلسان کعبہ بگریند کاب چشم ۶ بر عرش بردہ از در مسجد یتیم را

(۱) **ترجمہ** :- اے ساقی! (مئے معرفت کا ایک جام پلاکر) اس اُمید و خوف کی دورنگی کو (ہم سے) دور کردے اور ہم کو رنگ قدیم کی حقیقت دکھلا دے۔

توضیح :- یعنی ہم کو عشق کے اُس مقام پہ پہنچا دے۔ جہاں پہنچ کر ہم محبوب حقیقی کے مشاہدہ میں مستغرق ہو جائیں۔ اور اُمید ثواب اور خوفِ عقاب کی کشمکش سے نجات پائیں۔

(۲) **تشریح** :- نقل۔ شراب کے بعد تبدیل ذائقہ کے لیے جو شئے از قبیل گزک یا کباب کھاتے ہیں۔ ندیم۔ ہم مجلس۔

ترجمہ :- حضرتِ آدم علیہ السّلام اور شیطان کے فریب کا افسانہ (آخر) کب تک؟ کچھ دیر نقل اور ندیم کا ترانہ بھی تو سُنا۔

توضیح :- حضرت آدم علیہ السّلام کے فریبِ شیطان میں آجانے کا واقعہ مشہور ہے۔ اس تلخ حکایت کو کب تک دہرایا جائے۔ کچھ شراب و کباب اور ہم مشربوں کا یعنی اسباب راحت و سکون کا بھی تو ذکر ہونا چاہیے۔

(۳) تشریح :- جرعہ - ایک گھونٹ - جامِ دونیم - کیخسرو کا جام جس سے عالمِ علوی وسفلی کے حالات معلوم ہوتے تھے -

ترجمہ :- اپنے صحیح وسالم (یا آفتاب کے) پیالے سے مجھ کو ایک گھونٹ عطا کر (اور) ٹوٹے ہوئے پیالہ (جامِ جم) کے افسانہ کو طاقِ (نسیان) میں اُٹھا رکھ.

توضیح :- یعنی مجھے تو تیرے شرابِ معرفت والے جام کی ضرورت ہے جو شکست وریختِ زمانہ کا کوئی اندیشہ نہیں نہ کہ دنیوی سلطنت اور مال دنیا کی جو آفتِ زمانہ سے محفوظ نہیں - غالب کہتا ہے - ؎

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا - جامِ جم سے تو مرا جامِ سفال اچھا ہے

(۴) ترجمہ :- میں راتوں کو خلوت وتنہائی (میں پی جانے والی) شراب کی خوشبو سونگھ چکا ہوں (پس مجھ سے) نہ چھپا کہ میں شمیم (یعنی اُس شراب سے مہکی ہوئی ہوا) کو خوب پہچانتا ہوں - یعنی دوست کا بھرم کھل گیا کہ وہ اغیار سے ملتا ہے۔

(۵) ترجمہ :- (وہ شراب ایسی معطر ہے کہ میخواروں نے) جس جگہ شراب کے چھینٹے سے لبوں کو صاف کردیا (یعنی اُنگلی سے قطرۂ مے کو لب سے زمین پر گرا دیا تو اُس) مٹی نے چادرِ ہوا کو معطر کردیا۔

(۶) ترجمہ :- کہہ دو کہ اے کعبہ (حقیقت) کے مفلسو! رونا شروع کر دو کہ آنسو (ہی) مسجد (اقصیٰ) کے دروازے سے نبیِ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو عرش پہ لے گئے (یعنی بارگاہ ایزدی میں تضرع وزاری ہی ذریعہ تقرب ونزدیکی ہے)۔

زیباست گرچہ خلعتِ محمود بر ایاز ۷ شور آں زماں کند کہ بپوشد گلیم را

مطرب بیک دو نغمہ غنی کن دل فقیر ۸ ساقی بیک دو جرعہ سخی کن لئیم را

جنسے کہ درخزینۂ لطف تو نیست نیست ۹ جز احتیاج تحفہ ندیدم کریم را
روزیکہ جرم نامہ نظیری برآورد ۱۰ از آب عفو شوئی کتاب سقیم را

بحر :۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف۔
ارکان و تقطیع مثل ۲/۱
واروز غمزہ حجت قاطع حبیب ما ۵/۱ بعیت بذوالفقار سنا ند خطیب ما

(۷) ترجمہ :۔ اگرچہ محمود کا عطا کردہ خلعت ایاز (کے بدن) پر بہت بھلا معلوم ہوتا ہے (مگر) طوفان (حسن و عشق) اسی وقت برپا کرے گا کہ (اپنی) کملی پہن لے۔

توضیح :۔ ظاہری مطلب یہ ہے کہ معشوق لباس فاخرہ پہن کر بے شک بھلا معلوم ہوتا ہے۔ مگر اپنے حسن معصوم و سادہ کے ساتھ اگر لباس بھی سادہ پہن لے تو ایک قیامت برپا کر دے۔ معنوی پہلو محمود سے خدا اور ایاز سے بندہ مراد لے کر یہ ہے کہ یہ خدا کا عطا کردہ لباس وجود قامت انسان پر گو راست ہے، اور بھلا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر اپنے فنائے ذاتی کے کمبل میں ملبوس ہو کر فنا فی اللہ ہو جائے تو پھر حسن و خوبی اور کمال و ارتقا کا کیا ٹھکانا ہو!!

(۸) ترجمہ :۔ مطرب! ایک دو نغمے سے (مجھ) حاجتمند فقیر کے دل کو غنی (بے نیاز) کر دے اور اے ساقی! (شراب حقیقت) کے ایک دو گھونٹ سے اس لئیم (بخیل) کو سخی بنا دے۔

توضیح :۔ مطلب یہ ہے کہ اے خدا اپنی معرفت کے ساز کے کچھ نغمے سنا کر اس متاع حقیقت سے خالی ہاتھ فقیر کو دنیا و مافیہا سے بے نیاز کر دے نیز اس بخیل دل کو جو خودی کے سرمایہ کو دبائے بیٹھا ہے شراب معرفت پلا کر ایسا

مست بنادے کہ سامان خودی کو لٹا دے یا خود فیض یاب ہوکر دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائے ۔

(۹) ترجمہ :- ایسی کوئی جنس نہیں جو تیرے خزانۂ لطف وکرم میں نہ ہو (اس لیے) سوائے احتیاج کے (جس سے تو منزہ ہے) سخی (مطلق) کے لیے مجھے کوئی اور تحفہ نظر نہیں آیا ۔

توضیح :- یعنی ہمارے پاس سرمایہ سوائے احتیاج کے اور کچھ نہیں اور تیرے خزانے میں ہر قسم کی نعمتیں موجود ہیں تو سوائے ایک احتیاج کے جو ہمارے پاس ہے ہم تیری جناب میں اور کیا پیش کر سکتے ہیں ۔

(۱۰) تشریح :- کتاب سقیم ترکیب اضافی و توصیفی دونوں صورتوں میں صحیح ہو سکتا ہے ۔ سقیم ۔ بمعنی بیمار ۔

ترجمہ :- جس روز (قیامت میں) نظیری (اپنے) بد اعمال کا دفتر نکال لائے تو (اے کریم تو اپنے) عفو وکرم کے پانی سے اُس بیمار کی کتاب کو دھو دینا ۔

توضیح :- قیامت میں ہر شخص کے اعمال نیک و بد کا دفتر اس کے ہاتھ میں ہوگا ۔ اس لئے کہتا ہے کہ خدایا مجھے اس دن کے عذاب سے بچا لینا اور میری بد اعمالیوں کے دفتر کو اپنے رحم و کرم کی بارش سے دھو ڈالنا

(۱۱) تشریح :- ذوالفقار ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تلوار کا نام تھا جس پشت کے مہروں کی شکل تھی یا وہ پشت کے مہروں کو بھی کاٹ دینے والی تھی ۔ اسی مناسبت سے اُس کو ذوالفقار کہتے تھے ۔ ذو ۔ بمعنی صاحب اور فقار جمع فقر ۔ بمعنی مہرۂ پشت ۔

ترجمہ :- ہمارے معشوق کے غمزہ (اشارۂ چشم) کی فیصلہ کن دلیل موجود ہے (جہاں ہماری کچھ نہیں چلتی) اور ہمارا مقرر (معشوق) ذوالفقار (تلوار) کے ذریعہ

بیعت لیتا ہے (یعنی اپنے آپ کو بزور منواتا ہے)

توضیح :- حبیب سے خدا اور غمزہ سے برق تجلی مراد ہے۔ کہتا ہے کہ اُس کی تجلیات ہمارے قلوب کو اُچک رہی ہیں اور ہماری کچھ پیش نہیں جاتی گویا اس تلوار کے ذریعہ اپنے آپ کو منوایا جا رہا ہے اور ہم ماننے پر مجبور ہیں۔

یک بانگِ ذوق گرمیِ ما را کفایت ست	۲	حاجت بتازیانہ ندارد ادیبِ ما
روزیکہ رُخ نمود بما کار داشت عشق	۳	زاول حوالۂ دگراں شد نصیبِ ما
مارا تو و قبولِ نیازے و خلوتے	۴	مال و منالِ ہر دو جہاں از رقیبِ ما
از نکہتِ گلت حذرے دل رمیدہ را	۵	در بر رُخِ صبا نکشاید طبیبِ ما
عاشق ز کوئے دوست بتکلیف آمدہ	۶	با صبر و راحت اُنس نگیرد غریبِ ما
بہتر کہ از حکایت ما در کشی نفس	۷	دل خوں شود ز غصّۂ کار رہیبِ ما
گل را قصور نیست ترا گر ز کام ست	۸	دربارِ کاروانِ ہمہ ہست طیبِ ما

(۲) تشریح :- ادیب سے مراد اُستاد و مرشد ہے۔ تازیانہ۔ کوڑا۔

ترجمہ :- ایک پُر ذوق آواز ہماری گرمیٔ (ہنگامہ) کے لیئے کافی ہے۔ اس لئے ہمارے معلم کو تازیانہ (رکھنے) کی حاجت نہیں یعنی ایک نغمۂ محبت ہم کو وجد میں لانے کے لئے کافی ہے۔ اس لیئے کہ عاقل کو ایک اشارہ کافی ہوتا ہے اُستاد کو تازیانہ استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔

(۳) تشریح :- کار داشتن۔ تعلق رکھنا۔ نصیب۔ بخت۔ مقدر۔ حصّہ۔

ترجمہ :- اُسی دن جبکہ (دوست نے) چہرہ دکھلایا، عشق ہم پر کام کر گیا۔ (گویا) شروع ہی سے دوسروں کے قبضہ میں ہمارا نصیب چلا گیا۔

توضیح :- دگراں کنایہ محبوب سے ہے یا رقیب و حریف سے۔ پہلی صورت میں مطلب یہ ہے کہ ہم کیا کریں جب کہ یوم الست میں اُس محبوب کا چہرہ

دیکھتے ہی ہمارا دل اور ہماری قسمت اُس کے ہاتھ میں چلی گئی۔ ہم اُس کے آگے مجبور ہیں۔ دوسری صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ہم دونوں کا دل ہی اس محبوب کا چہرہ دیکھ کر دولتِ عشق سے مالا مال ہوگئے اور ہمارا آسائش دنیوی کا حصّہ دوسروں کے حوالہ ہوگیا۔ جو اس دولت سے بے بہرہ ہیں۔ فالحمد للہ علی ذٰلک۔

(۴) ترجمہ:- ہم کو (تو) تو اور (تیری بارگاہ میں ہمارے) عجز و نیاز کی قبولیت اور خلوت نشینی (درکار ہے) باقی دونوں جہان کا مال و دولت ہمارے رقیب و حریف کی ملک رہے (اسکی ہم کو پرواہ نہیں یعنی ہم دولتِ دیدار کے خواہاں ہیں دنیوی دولت و آسائش کی ہم کو ضرورت نہیں)

(۵) ترجمہ:- جس کا دل قابو سے نکل چکا ہو۔ اُس کو پھول کی خوشبو سے بھی ضرور تکلیف پہنچتی ہے (اس لیے) ہمارے طبیب (چارہ گر کو چاہیئے کہ) بادِ صبا کے سامنے (باغ کا) دروازہ نہ کھولے (کہیں یہ خوشبو لے جاکر عاشقانِ دل رمیدہ کو مضطرب و پریشان نہ کردے) کیونکہ اُس سے ان کے جنونِ عشق اور وارفتگی میں اور اضافہ ہوجائے گا۔

(۶) ترجمہ:- عاشقان کوئے جاناں سے (بڑی) تکلیف کے ساتھ آیا ہے (اس لیے) ہمارا مسافر (دل) صبر و آرام کے ساتھ مانوس نہیں ہوتا یعنی غمِ ہجر ناقابلِ برداشت ہے۔

(۷) تشریح:- نفس درکشیدن۔ خاموش ہوجانا۔ غصّہ۔ رنج۔ مہیب۔ ہولناک، ڈراؤنا۔ اسم فاعل از اہابت۔

ترجمہ:- یہی بہتر ہے کہ تو ہمارے افسانہ (کے بیان) سے خاموشی اختیار کرے (اس لیے کہ) ہمارے ہولناک کام (ہجر) کے رنج سے دل کا خون ہوجاتا ہے۔

(۸) ترجمہ :- اگر تجھ کو زکام ہے (اور اس وجہ سے تو پھولوں کی خوشبو نہیں محسوس کرتا یا تجھے تکلیف دیتی ہے) تو اس میں پھولوں کا قصور نہیں (بلکہ تیرے دماغ کا فتور ہے ورنہ) تمام (موجودات) کے قافلوں کے سامان میں ہماری خوشبو شامل ہے (یعنی ہمارا فیضان عام ہے) ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ـ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

برپائے بند کون نظیری زدیم پا ۹ آویخت عشق از سر گردوں صلیب ما

بغیر از رنگ و بوئے نیست ایں عشق مجازی را ۱ عطا کن لذتِ طعم حقیقت عشق بازی را

عزیزاں جاں فدا کردم سر و ساماں بپا کردم ۲ نیرزم گوشۂ چشمے بنازم بے نیازی را

مبادا تلکہ و نہ و دلتنگ و خاصانِ ملک تیبا ۳ چہ داند مرد صحرائی طریقِ کارسازی را

کے تفسیر رمز عاشق و معشوق کم داند ۴ بجز ملی نمیداند لغت ہائے حجازی را

ہمہ سرمایہ اقرار و ایماں بود در خسارت ۵ فغاں از خال ہندیت کہ کافر کرد غازی را

(۹) تشریح :- پائے بند - اسم فاعل ترکیبی یعنی قیدی، بیڑی - پا دان - ٹھکرا دینا - صلیب - سولی - یہاں فلک کو خطِ محور اور خطِ استواء کی ہیئت کے لحاظ سے تعبیر کیا ہے -

ترجمہ :- اے نظیری ہم نے دنیا کی پابندیوں (یعنی علائق دنیوی) کو ٹھکرا دیا (اسی لیے) عشق نے ہماری سولی آسمان کے سرے پر لٹکا دی ہے - یعنی ترک دنیا اور ترک خودی کے بعد ہم کو یہ رتبہ عالی نصیب ہوا ہے - کیونکہ راہ دوست میں جان دینا اور منصور کی طرح سولی پر چڑھنا عاشق کی معراج ہے -

---

بحر :- ہزج مثمن سالم -

ارکان :- مفاعیلن ہشت بار۔ تقطیع مثل ۱

(۱) ترجمہ :- اس عشق بازی کے لیے سوائے ظاہری نمایش کے اور کچھ نہیں ملا میں اس سے بیزار ہوں اس لیے اے خدا تو میری عشق بازی کو حقیقت کی چاشنی کا لطف عطا فرما۔

(۲) ترجمہ :- اے (میرے) عزیزو! میں نے جان فدا کر دی، ساز و سامان (سب کچھ) فنا کر دیا مگر اس کے با وجود (میں) اُس کی نظر التفات کے قابل نہ ہوا۔ (اُس کی اس شانِ) بے نیازی پر فخر کرتا ہوں۔

توضیح :- یعنی محبوب حقیقی ہماری جان نثاریوں، قربانیوں اور عبادتوں سے بے نیاز ہے۔ اُس کو کسی چیز کی حاجت نہیں۔ اور شانِ محبوب ہونی بھی یہی چاہیئے۔ اس لئے میں اپنی قسمت پر ناز کرتا ہوں کہ مجھ کو کیسا بے نیاز محبوب ملا۔ !

(۳) ترجمہ :- دہقانی شخص (بیچارے ادب اور نادان) کام نکالنے کا ڈھنگ کیا جانتا ہے (کیونکہ ادھر اس کی) عبارت (اظہار مدعا سے) تا سر ال پریشان (ادر اُدھر) بادشاہ (حقیقی) کے مقربین بارگاہ جمال و جلال والے۔

توضیح :- یعنی انسان مقربین بارگاہ ایزدی کے سامنے دہقانی کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ جو آدابِ مجلس سے ناواقف ہو، دل مرعوب اور کم حوصلہ ہو اور زبان گنگ ہو اور دوسری طرف جمال و جلال انتہائی درجہ کا ہو۔ تو پھر وہ کیونکر کار براری کر سکتا ہے کچھ اُن کی ہی نظر عنایت ہو جائے تو مراد بر آ سکتی ہے۔

(۴) ترجمہ :- ہر شخص عاشق و معشوق کے اشارہ و کنایہ کو نہیں جان سکتا اس لیے کہ عربی الفاظ کو مکّی (مکہ کے رہنے والے) کے سوا اور کچھ نہیں سمجھ سکتا۔

توضیح :- یعنی خدا اور خاصانِ خدا کے درمیان جو اسرار ہیں۔ اُن کو صاحبِ کمال

انسان ہی پہچان سکتا ہے۔ ہر شخص نہیں جان سکتا۔ بقول کسے ؎

میان عاشق و معشوق رمزیست ۔ کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

(۵) تشریح :۔ خال ۔ تِل ۔ شعرا خال کو ہندو سے تعبیر کرتے ہیں۔ اِس لئے کہ اس کا سیاہ رنگ تاریکی کفر سے مشابہت رکھتا ہے۔ عرفا کے نزدیک خال نقطہ اور زلف حجاب کائنات سے کنایہ ہوتی ہیں۔ غازی ۔ مردِ مجاہد۔ اسم فاعل از غزا۔

ترجمہ :۔ (اے معشوق) تیرا رخسار مجسم ایمان و اقرار کا سرمایہ تھا مگر فریاد (اس) تیرے ہندو تِل سے کہ جس نے (ایک) غازی کو کافر بنا دیا۔

توضیح :۔ رخسار سے چہرۂ قدیم مراد ہے۔ اور خال رخسار حجاب کائنات سے کنایہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے خدائے برتر تیرا چہرۂ قدیم سراپا اقرار و ایمان تھا۔ مگر اس حجاب کائنات نے اُس نورِ حقیقت کو مستور کر دیا۔ اور تو اس طرح تمام مظاہر میں ظاہر ہو کر مستور ہو گیا کہ ظاہر میں اِنکار کرنے لگے۔

گرسنہ بازِ شہنشاہ و ما صیّا دبے طالع ۶ دلے کبکے نثار آریم خوئے شاہبازی را

صبوح و صبح بر ہم خورد چون بانگ صلوٰۃ آمد ۷ بزیر آید از طاق ایں کہن دلق نمازی را

گر از یک رہ نماید روئے از صد رہ دروں آید ۸ نظیری چارہ چوں سازد فریبِ ترکتازی را

طاعتِ ما نیست غیر از ورزش پندارِ ما ۱/۷ ہست استغفار ما محتاج استغفارِ ما

ہر گشادے کز سوئے ما شد گرہ برکار زد ۲ قطعہا کردیم اما شد ہمہ زنّارِ ما

از نخستیں جلوۂ قد دلبرئے افراشت حُسن ۳ از نگاہِ اول اُفتاد ایں گرہ در کارِ ما

(۶) ترجمہ :۔ شاہی باز (تجلی باری) بھوکا ہے۔ اور ہم (اُس کے) بدبخت (مفلس) شکاری مگر ایک (حقیر) چکور (یعنی دل) شاہباز کی عادتِ (بسمل پسندی) پر نثار کرتے ہیں۔

توضیح: یہ مطلب یہ ہے کہ تجلی باری تعالیٰ جس کو ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ ایک شاہی بھوکے باز کے مثل ہے۔ جو اپنی خوراک کا طالب ہے۔ یعنی دل صاف و وجدان صحیح کا مگر ہم بدبختوں کے پاس اُس کی ضیافت کرنے کے لیے یہ سامان کہاں؟ مگر جیسا کچھ طائرِ دل ہے اُس کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

(۷) **تشریح:**۔ صبوح۔ وہ شراب جو صبح کے وقت پی جاتی ہے۔ روح بضم را بمعنی جان اور بفتح را بمعنی راحت و اطمینان۔

ترجمہ:۔ جب نماز (صبح) کی اذان سُنائی دی تو لطفِ شرابِ صبح اور راحت روحانی ختم ہوگئی نماز کے اس پُرانے خرقہ کو طاق سے اُتار لاؤ (تاکہ نماز بھی پڑھ لیں) دوسرا مصرعہ ظریفانہ رنگ میں ہے یعنی جب شرابِ صبوح کا لطف جاتا رہا تو اب نماز کیوں کھوئی۔

(۸) **تشریح:**۔ رُو نمودن۔ ظاہر ہونا۔ نکلنا۔ فریب۔ مکر۔ دھوکا۔ چارہ۔ علاج تدبیر۔ روک تھام۔ ترک تازی۔ یائے مصدری بمعنی غارت گری۔ ترکتاز خود بھی مصدری معنی میں مستعمل ہے۔ یعنی ترکوں کی سی لوٹ۔ مرکب از اسم و امر از تاختن۔

ترجمہ:۔ (معشوق) اگر ایک طرف سے (ہمارے خانۂ دل کو لوٹنے کے لیے) ظاہر ہوتا ہے تو سیکڑوں راستوں سے اندر گھس آتا ہے۔ نظیری (اس) ترک تازی حیلہ و فریب کی کیا اور کیسے روک تھام کرے۔

توضیح:۔ یعنی اُس محبوب کے ہاتھ سے بچ نکلنا ناممکن ہے۔ جو ایک تجلی کے ذریعہ سے دل کے تمام اطراف و جوانب کا احاطہ کر لیتا ہے۔ لہٰذا اُس سے بچنے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ ع "دل بحسرت نہ دلبس کار تمام است اینجا"

بحر:- رمل مثمن محذوف -

ارکان :- فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلن، دو بار -

تقطیع:-

طاعتے ما	نیست غیرِ	دریِ شے ہیں	وارِ ما
فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلن
بستۂ استغ	فاریِ ما خُد	تارِ استغ	فارِ ما
فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلن

(۱) ترجمہ :- ہماری عبادت، خود پرستی و غرور کی ورزش کے سوا اور کچھ نہیں (جس سے نفس اور موٹا ہوتا ہے) اس لیے ہماری توبہ (بھی) ایک اور توبہ کی محتاج ہے۔ (یعنی ریاکاری کی عبادت اور توبہ خود مستقل گناہ ہے۔ اُس کے لیے ایک اور توبہ کی ضرورت ہے۔

(۲) ترجمہ :- جو کشادگی (اور قطع تعلق دنیوی) ہماری طرف سے ہوا (یعنی جس میں ہم نے جد وجہد کی) اُس نے ہمارے کام (یعنی وصول الی الحق) میں اور اُلجھن ڈال دی، ہم نے (رشتۂ تعلق کے) ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے مگر خود وہی ہمارے لیے زنار بن گئے (اور ہم پہلے سے اور زیادہ گرفتار تعلق ہوگئے۔ یعنی ؎

این سعادت بزور بازو نیست - تا نہ بخشد خدائے بخشندہ ۔

(۳) ترجمہ :- پہلے ہی جلوہ میں حُسن نے اپنا ایک دلکش قد بلند کیا (اور) پہلی ہی نظر میں ہمارے کام (اور تحصیل مراد) میں گرہ لگ گئی۔

توضیح :- عہد الست کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اللہ تعالی نے تمام ارواح کو پیدا کرکے اُن سے عہد لیا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے "بلیٰ" کہا۔ کہ کیوں نہیں ضرور ہے۔ تو یہ اُس کا پہلا جلوہ تھا۔ اور عشاق کی گرفتاری کا پہلا دن۔ دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ حُسن ازلی کا پہلا جلوہ قد دلبر حضرت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور راول نظریں تمام کائنات اُن پر شیدا ہو گئی۔

شوقِ صد منصور کشت و عشق صد یوسف فروخت ۴ بوالعجب ہنگامہا گرم ست در بازارِ ما
از شمیم گل دماغِ ما پریشاں مے شود ۵ بر نمے تابد دمِ عیسےٰ دلِ بیمارِ ما
خانۂ ما خاکساراں بر سرِ راہِ صباست ۶ شب نمے سوزد چراغ از لپستیٔ دیوارِ ما
وقتِ میخوراں شبیخون قضا برہم نزد ۷ تا چراغِ بزمِ مستاں شد دلِ ہشیارِ ما
باغباں! در موسمِ گل گو درِ بستاں بہ بند ۸ دفترِ شعرِ ترِ ما بس بود گلزارِ ما
نغمۂ مستانہ می ریزد نظیری را زلب ۹ از نوا خالی مبادا خانۂ خمارِ ما

(۴) ترجمہ:۔ عشق نے سیکڑوں منصور مار ڈالے اور سیکڑوں یوسف (بازار میں فروخت کرا دئے (پس) ہمارے بازار (عشق) میں کیا عجیب ہنگامے گرم ہیں۔
قصۂ منصور و یوسف ؑ کی طرف تلمیح ہے۔

توضیح:۔ یعنی عشق حقیقی میں سچے لوگوں کی سخت آزمائشیں ہوتی ہیں چنانچہ منصور اس عشق کی بدولت سولی پر چڑھے۔ اور حضرت یوسف ؑ کو مصر کے بازار میں فروخت کیا گیا۔ پس یہ عشق بھی کیا عجیب شئے ہے کہ نہ کسی کی ولایت کا خیال کرتا ہے اور نہ کسی کی نبوت کا۔

(۵) تشریح:۔ دمِ عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا کہ وہ مُردوں کو پھونک مار کر اللہ کے حکم سے زندہ کر دیا کرتے تھے۔

ترجمہ:۔ (عشق کی وجہ سے دماغ و دل کے ضعف کا یہ عالم ہے کہ) پھول کی معطر ہوا سے ہمارا دماغ پریشان ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ دمِ عیسےٰ (بھی ہو تو اُس) کو ہمارا بیمار و ضعیف دل برداشت نہیں کر سکتا۔

توضیح:۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام بھی اب ہمارے مرضِ عشق کے علاج میں کامیاب نہیں

ہو سکتے۔ غالب کہتا ہے ؎

لو ہم مریضِ عشق کے تیماردار ہیں ۔ اچھا اگر نہ ہو تو مسیحا کا کیا علاج

(۶) ترجمہ :۔ ہم غریبوں کا گھر بادِ صبا کے رہگذر پر ہے (چنانچہ) ہماری دیوار کے پست ہونے کے باعث رات کو چراغ نہیں جلتا۔

توضیح :۔ خانہ سے دل۔ صبا سے۔ جذبات ہوا و ہوس اور وساوس نفسانی چراغ سے نورِ معرفت اور پستی دیوار سے تدبیر کی کمی اور حفاظت کا فقدان مراد ہے۔ یعنی ہمارا خانۂ دل ہوا و ہوس کی آندھیوں کے رُخ پر واقع ہے اور اسبابِ حفاظت مفقود ہیں۔ اس لیے اس گھر میں معرفت ربانی کا چراغ روشن نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ خواہشات نفسانی کے ترک کرنے کے بعد ہی نورِ معرفت حاصل ہو سکتا ہے۔

(۷) تشریح :۔ شبیخون۔ رات کو چھپ کر حملہ کرنا۔ برہم زدن۔ پریشان کر دینا۔ تا۔ ابتدائیہ۔

ترجمہ :۔ جب سے ہمارا ہوشیار دل مستوں کی محفل کا چراغ بنا ہے (اس وقت سے) قضاؤ قدر کے حملۂ شبی نے بادہ خواروں کے (پُرسکون) وقت کو پریشان نہیں کیا۔

توضیح :۔ شب خونِ غنیم کی غفلت سے فائدہ اُٹھا کر مارا جاتا ہے۔ شاعر کا مقصد یہ ہے کہ جب سے مستوں کی محفل میں ہمارا بیدار دل شامل ہو گیا۔ اس وقت سے بزم میں بیداری پیدا ہو گئی ہے۔ اس لیے قضاؤ قدر کے شبخوں کا اندیشہ نہیں رہا۔

(۸) ترجمہ :۔ باغبان سے کہہ دو کہ پھولوں کے موسم (یعنی زمانۂ بہار) میں وہ (اپنے) باغ کا دروازہ بند کر لے۔ (ہم کو اس کے باغ کی ضرورت نہیں) ہمارے تر و تازہ اشعار کا دفتر (ہی) باغ (کا لطف دینے کے لیے) بہت کافی ہے۔

توضیح :- یعنی ہمارے اشعار گلہائے باغ سے تروتازگی اور نظافت میں بڑھے ہوئے ہیں ۔اور ہم کو سیرِ چمن سے زیادہ لطف اپنے اشعار میں آجاتا ہے۔

(۹) تشریح :- نظیری راز لب - میں را علامتِ اضافت ہے۔یعنی از لب نظیری - نوا - موسیقی کے بارہ۱۲ مقاموں میں سے ایک مقام کا نام مطلق آواز۔ سازِ سامانِ توانگری - خمار - شراب کشید کرنے والا مے فروش -

ترجمہ :- نظیری کے لبوں سے (بصورت اشعار) مست نغمے نکل رہے ہیں۔(خدا کرے) ہمارے (اس) میفروش کا (مے) خانہ صدائے (نائے نوش) سے خالی نہ ہو۔

توضیح :- یعنی نظیری کے سازِ لب سے ایسے کیف آور نغمے نکل رہے ہیں جن کے سُننے سے شراب کا سا نشہ طاری ہوجاتا ہے۔ اس لئے ہم دُعا کرتے ہیں کہ ہمارے اس مے فروش کے مے خانہ میں ہمیشہ بادۂ نغمہ سنجی کا دَور جاری رہے۔

بحر :- رجز مثمن سالم -

ارکان :- مستفعلن ، ہشت بار -

تقطیع :-

دو بیم را	رنگے امی	تہ از خطا	بر رخ شکس
مستفعلن	مستفعلن	مستفعلن	مستفعلن
تقویم را	از ہم درد	جم طالعم	بہ بند منج
مستفعلن	مستفعلن	مستفعلن	مستفعلن

بر رُخ شکستہ از خطا رنگ اُمید و بیم را ۱ بہ بند منجم طالعم از ہم درد تقویم را

علم ارادت گر کند ذوقِ نصیب جان تن ۲ مستوفی امر قضا باطل کند تقسیم را

عشق گدا دبرائے داغ من آتش بجانان میزند ۳ افغاں کہ کردم دوزخے گلزار ابراہیم را

نقدیکہ دوراں بردہ آست از کیسۂ عمر بروں ۴ جاوید مستغنی تنوم از صد دہد گر نیم را

(۱) تشریح :- رنگ بر رُخ شکستن - شرم یا خوف سے چہرہ کا رنگ بدلنا۔ یہاں رنگ اُمید و بیم شکستن سے شاعر کی مراد یہ ہے کہ کبھی اُمید کی وجہ سے چہرہ پہ چمک اور سُرخی آجاتی ہے ۔ اور کبھی خوف کی وجہ سے زردی چھا جاتی ہے منجم ۔ نجومی ۔ طالع باصطلاح نجوم ۔ وہ بُرج جو کسی کی پیدائش کے وقت مشرقی کنارہ سے طلوع ہوتا ہے ۔ تقویم ۔ جنتری ۔

ترجمہ :- میں نے (اپنی ہی) غلطی سے اُمید (لطف) اور خوف (قہر) کے رنگ (اپنے) چہرہ پر ڈال لیے (اور اپنی بدقسمتی کا یہ عالم ہے) نجومی میرے طالع کو دیکھتا ہے تو وہ (اپنی) جنتری کو پھاڑ کر پھینک دیتا ہے ۔

توضیح :- یعنی میری آرزؤں اور تمناؤں نے مجھ کو امید و بیم کی کشمکش میں مبتلا کر رکھا ہے ۔ ادھر بدقسمتی کا یہ حال ہے کہ نجومی کو میرے طالع میں سعادت کا کوئی نشان نظر نہیں آتا اِس لیے مجبوراً اُس کو حسب عادت تقویم چاک کرنی پڑتی ہے ۔ اب کہیں دل سے مدعا حاصل ہو تو اِس کشمکش سے نجات ملے ۔

(۲) ترجمہ :- مشیت خداوندی اگر کوئی ذوق (راحت) میری رُوح کا حصہ قرار دیتی (بھی) ہے تو احکام قضا و قدر کا منشی (اس) تقسیم کو (ہی سرے سے) باطل قرار دے دیتا ہے (یعنی بامراد ہونا میری قسمت میں ہے ہی نہیں) ۔

(۳) ترجمہ :- میرے داغ (لگانے) کی خاطر، عشق (غضب سے) آگ معشوق (کے چہرہ) میں لگا رہا ہے ہائے میں نے یہ کیا کیا ! کہ گلزار ابراہیمؑ (یعنی رخسار دوست) کو (نمونۂ) جہنم بنا دیا ۔

توضیح :۔ رخسار یار کو گلزار ابراہیمؑ قرار دے کر کہتا ہے۔ کہ عشق نے مجھ کو رنج پہنچانے کے لیے معشوق کو غضب ناک کر دیا جس کی وجہ سے اُس کا چہرہ آگ کی طرح سُرخ ہوگیا۔ مجھ کو بہت افسوس ہے کہ دوست کے گلزار ابراہیم یعنی آتشِ سرد کی مانند رخسار کو آتشِ سوزاں بنا دینے کا میں سبب بنا شعر میں قصہ ابراہیم کی طرف تلمیح ہے مگر یہاں معاملہ برعکس ہے اس لیے کہ وہاں آتش گلزار بنی تھی اور یہاں گلزار آتش بنا ہے۔

(۴) ترجمہ :۔ وہ نقد (جوانی) جو زمانہ میری عمر کی تھیلی سے نکال کرلے گیا ہے۔ (اُس کے) سو حصوں میں سے اگر ایک (کا) نصف (بھی) واپس دیدے تو میں ہمیشہ کے لیے بے نیاز ہوجاؤں۔

توضیح :۔ افسوس کہ جوانی کا زمانہ غفلت میں گذر گیا۔ کاش کہ اب اُس میں سے تھوڑا سا ہی مل جائے تو پہلے کی طرح اُس کو ضائع نہ کروں اور کچھ اعمال خیر کر کے دائمی استغفار کا سامان فراہم کرلوں۔ مگر ع

این خیال ست و محال ست و جنوں

رفتم کہ مستاں بگذرم در خدمتِ پیرِ مغاں ۵ گلبانگِ آزادی کشم دوشے زنم تسلیم را
نقشے بباطن دیدہ ام خواہم بحسن کودکے ۶ آرائشِ مسند کنم زینت دہم دیہیم را
یوسف کہ کردے سلطنت نہیش ز تعلیم مدہ ۷ گر شانِ حُسنش بنگرد واجب کند تعظیم را
بر آسمانِ سروری خورشید اگر طالع شود ۸ جو یند ذرات جہاں بر یک دگر تقدیم را
امروز صاحب ذوق دل غیر از نظیری نیست کس ۹ رشک ست بر کاخِ گدا سلطان ہفت اقلیم را

(۵) تشریح :۔ مستاں۔ اسم حال یعنی در حال مستی۔ پیرِ مغاں۔ پیرِ مے کدہ۔ مُغ کے اصل معنی آتش پرست کے ہیں۔ پھر میکش اور مے ساز کو مُغ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی آتش شراب کی پرستش کرتا ہے۔ گلبانگ۔ آوازِ بلند قمار بازاں

ے نوشاں۔ نعرہ۔ دوش زدن۔ کھوا مار کر ہٹا دینا یا گرا دینا۔ مراد اعراض کرنا۔
ترجمہ:۔ (اس ارادہ سے) میں چلا کہ پیر مغاں (یعنی مرشد) کی خدمت میں بحالت مستی پہنچوں (اور قید علائق سے) آزادی کا نعرہ لگاؤں۔ اور تسلیم (رضا بر قضا) کو کھوا مار کر ہٹا دوں۔
توضیح:۔ یعنی بطفیل مرشد آزادی اور دنیا سے بے تعلقی کے اس مقام عالی پر پہنچ جاؤں۔ جہاں پہنچ کر حوادث کائنات اپنی منشا کے مطابق صادر ہونے لگتے ہیں۔ اور تسلیم و رضا کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔
(۶) ترجمہ:۔ میں نے دل میں (جلوۂ حقیقت کا) ایک نقش دیکھا ہے (اسلئے) چاہتا ہوں کہ (اس میں اور رنگ آمیزی کے لئے) ایک طفل (سادہ رُخ) کے حسن سے مسندِ (دل) کو آراستہ کروں۔ اور تاج (عشق) کو زینت دوں۔
توضیح:۔ یعنی اولاً عشق مجازی کی منزلوں سے گذروں تاکہ بمقتضائے المجاز قنطرۃ الحقیقۃ عشق حقیقی تک پہنچ جاؤں۔
(۷) ترجمہ:۔ یوسف ؑ جن کو (شوکت) شاہی باپ کی تعظیم سے روکتی تھی اگر وہ (بھی میرے) محبوب کے حسن و جمال کو دیکھ لیں۔ تو تعظیم کرنا ضروری سمجھیں۔
توضیح:۔ مقصد یہ ہے کہ میرا محبوب شکوہ حسن میں یوسف سے بڑھا ہوا ہے کہتے ہیں کہ حضرت یعقوب ؑ مع اہل وعیال جب حضرت یوسف ؑ کے پاس مصر میں تشریف لے گئے تو بتقاضائے آداب شاہی یوسف ؑ نے بپاس ادب تعظیم اختیار نہیں کیا تھا۔ مگر اس کا سبب خدا نکردہ کبر وغرور نہ تھا۔ یہ عام شراح کی رائے ہے مگر میرے نزدیک یہ حضرت یوسف ؑ کے خواب کی تعبیر کی طرف اشارہ ہے کہ اُن کے بھائیوں اور والدین نے اُن کو سجدۂ تعظیمی کیا تھا۔

(۸) ترجمہ :- آسمانِ سرداری پر اگر (میرے دوست کے رخسار کا) آفتاب طلوع ہو جائے تو عالم کے (تمام ذرّے آپس میں ایک دوسرے پر سبقت طلب کرنے لگیں گے۔

توضیح :- یعنی اُس سے نور حاصل کرنے کے لیے ہر ایک کی یہ خواہش ہو گی کہ میں دوسرے سے پہلے پہنچ کر فیض یاب ہو جاؤں۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمام عالمِ انوار و تجلیاتِ الٰہی سے فیض یافتہ ہے وہ خود عدم کے سوا کچھ نہیں۔

(۹) تشریح :- کاخ ۔ قصرِ بلند۔ ہفت اقلیم ۔مراد کل عالم حکماء نے زمین کے اُس ربع حصّہ کو جو آباد ہے مشرق سے لے کر مغرب تک سات برابر حصّوں میں تقسیم کیا ہے، ہفت اقلیم انہی حصّوں کا نام ہے۔

ترجمہ :- آج ذوقِ دل رکھنے والا نظیری کے سوا کوئی نہیں (جس کی وجہ سے) ساتوں اقلیم کے بادشاہ کو (بھی اس) کے قصر (دل) پہ رشک آتا ہے۔

توضیح :- یعنی جو استغنا اس درویش کو ذوقِ دل کی وجہ سے حاصل ہو گیا ہے۔ وہ سلطانِ ہفت اقلیم کو بھی حاصل نہیں ؎

نعمتے را کہ نباشد غمِ آسیبِ زوال - بے تکلف بشنو دولتِ درویشاں ست

بحر :- رجز مثمن سالم

ارکان و تقطیع :- مثل ۹/۱

چند از مؤذن بشنوم توحیدِ شرک آمیز را ۱ کو عشق تا یک سو نہم شرعِ خلاف انگیز را

ذکرِ نشید و وردِ سحر نے حال بخشد نے اثر ۲ خواہم بزنارے دہم تسبیحِ دست آویز را

ترکِ شراب و شاہدم بیمار کرد دست الطبیب ۳ صحت نخواہم یا مغنی تا نشکنم پرہیز را

خاکے بباد آمیختہ گردے ز جا انگیختہ ۴ آبے بمژگاں میزنم خاکِ غبار انگیز را

ے عشق افزاید بریں ذوق مہر زید بیش ازیں ۵ کے ماند ظرفِ قطرۂ پیمانہ لبریز را

(۱) ترجمہ :- میں مؤذن سے شرک ملی توحید کو (آخر) کب تک سُنتا رہوں، (اب مجھ میں برداشت کی طاقت نہیں ہے) عشق کہاں ہے (آئے) تاکہ میں (اس) جھگڑے پیدا کرنے والی شریعت کو (ہی) الگ اٹھا رکھوں (یعنی میں ترک کردوں)۔

توضیح :- مطلب یہ ہے کہ مؤذن زبان سے تو اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے۔ مگر دل میں ہوا و ہوس دنیوی کے ہزاروں بُت چھپے ہوئے ہیں۔ بلکہ خود یہ کہتا کہ "میں اللہ کے وحدہٗ لاشریک ہونے کی گواہی دیتا ہوں" اس میں سب سے پہلے اپنی خودی کا تصور ہوتا ہے۔ اور پھر خدا کی وحدانیت کا اظہار حالانکہ شریعتِ عشق میں یہ بھی شرک ہے۔ اس لیے چاہتا ہوں کہ سلطانِ عشق کی فرماں روائی ہو جاوے تاکہ شریعت کی ان خلاف انگیزیوں کا خاتمہ ہو۔

(۲) تشریح :- "ذکر" اللہ کی یاد۔ "ورد" وظیفہ۔ "حال" کیف، وہ روحانی کیفیت جو صوفی پر طاری ہو کر جلد ہی زائل ہو جاتی ہے۔ "دست آویز" اسم مفعول ترکیبی یعنی آویختہ بدست۔

ترجمہ :- رات کا ذکر اور صبح کا وظیفہ نہ (کوئی) حال و کیف بخشتا ہے اور نہ (کچھ) اثر کرتا ہے (اس لیے) چاہتا ہوں کہ (اس) ہاتھ میں لٹکی ہوئی تسبیح کو زنّار (جنیو) کے بدلہ میں دے ڈالوں (اور اس بے کیف مسلمانی کو خیرباد کہکر نعرۂ ع

"کافرِ عشقم مسلمانی مرا در کار نیست"

بلند کردوں)

(۳) ترجمہ :- اے طبیب مجھ کو (تو اس) شراب و معشوق کے ترک نے (ہی) بیمار بنا یا ہے (اور تو اُنہی چیزوں سے پرہیز بتا رہا ہے) میں اس وقت تک صحت حاصل نہیں کر سکتا - جب تک (اس) پرہیز کو نہ توڑ دوں، پس سے

از سرِ بالینِ من برخیز اے ناداں طبیب - دردمندِ عشق را دارو بجز دیدار نیست

(۴) ترجمہ :- میرے دشت وجود میں) مٹی کے ساتھ ملی ہوئی ہے (اسی وجہ سے اس) جگہ سے (ہوائے نفسانی کی) بڑی دھول اُٹھ رہی ہے - (اس لیئے) میں (اپنی) پلکوں سے (اس) غُبار اُڑانے والی زمین پر (اشکوں کا) پانی چھڑک رہا ہوں -

توضیح :- یعنی انسان کا وجود کثیف مادیات سے مل کر بنا ہے جس کی وجہ سے خواہشات نفسانیہ کی کدورت اس کی روح پر غالب ہونا چاہتی ہے - اور اس کا علاج صرف عشق آلہی میں گریہ و زاری ہے -

(۵) تشریح :- "ماندہ" صیغہ واحد غائب ماضی قریب از ماندن بمعنی ماندن -

ترجمہ :- نہ (ہمارا) عشق اس سے زیادہ ہو سکتا ہے اور نہ (ہمارے لیئے) اس سے زیادہ (دعوی) مہر و محبت زیبا ہے - (اس لیے کہ) ایک قطرہ کا ظرف بھرے ہوئے پیمانہ کی مثل کب ہو سکتا ہے ؟

:- یعنی تنگ ظرفوں کو اپنی حدود سے آگے نہ بڑھنا چاہیئے - اس لیے کہ مئے معرفت کے لبریز جام کو پینے کے لیئے بڑے حوصلہ کی ضرورت ہے - یا ماندہ کو ماندن بمعنی معروف سے لیا جائے اور ظرف بمعنی گنجائش اور ما بمعنی برائے قرار دیا جائے - اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ پیمانۂ لبریز کے لیے گنجائش یک قطرہ کہاں باقی ہے ! یعنی جتنا کچھ ظرف ہم رکھتے تھے وہ مئے عشق سے لبریز ہو چکا ہے - اس سے آگے

ہمارا حوصلہ نہیں۔

پیوستہ ابرو در کشش ہوارہ مژگاں درزدان ۶ تالکے کسے بردل خورد ایں و شنہائے تیز را
سیری نظیری زیں چمن کز کہنگی گشتی خشن ۷ درباغ نرمی ہیں بہم خار و گل نوخیز را

از کف بمیدہد دل آساں ربودہ را ۱/۱۰ دیدم زور بازوئے ناآزمودہ را
من در پئے رہائی واو ہردم از فریب ۲ بر سر گرہ زند گرہ ناکشودہ را
دل در امید مرہم وایں آہوانِ مست ۳ ریزند بر جراحتِ ما مشکِ سودہ را

(۶) تشریح :۔ "کشش" حاصل مصدر از کشتن "دشنہ" خنجر۔

ترجمہ :۔ ہمیشہ (یار کی تیغ) ابرو مصروف خونریزی اور پلکیں ہمیشہ مشغول خنجر زنی رہتی ہیں۔ (تم ہی بتاؤ آخر) یہ تیز خنجر کوئی دل پر کہاں تک کھائے۔

توضیح :۔ یعنی عاشق بے دل معشوق کے ناوکِ ناز کی تاب کہاں لا سکتا ہے۔

(۷) تشریح :۔ "خشن" سخت۔ دوسرے مصرعہ میں "را" بمعنی برائے ہے نثر یہ ہوگی۔ درباغ برائے خار و گل نوخیز باہم نرمی ہیں۔ باغ۔ نرمی کی طرف مضاف نہیں۔

ترجمہ :۔ اے نظیری۔ اِس چمن (دنیا) سے (اِس وجہ سے) تو اُکتا گیا ہے کہ کہن سالی کی وجہ سے تو تند خو ہو گیا ہے (ذرا باغ میں کانٹے اور تازہ کھلے ہوئے پھول کے لیے باہمی نرمی (کا برتاؤ) دیکھ کہ کس خوبی کے ساتھ نباہ رہے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اسی طرح تو بھی مصائب و آلام پر تحمل و صبر سے کام لے۔

بحر :۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف ۔
ارکان و تقطیع :۔ مثل سابق ۲
(۱) ترجمہ :۔ بآسانی قبضہ میں آئے ہوئے دل کو (دوست) ہاتھ سے نہیں چھوڑتا (اُس نازک اور) ناتجربہ کار بازو کا زور ہم نے دیکھ لیا کہ کس بلا کا زور ہے)۔
توضیح :۔ یعنی ہم اس کے بازو کو نازک اور ناآزمودہ سمجھ کر اس غلط فہمی میں تھے کہ ہمارا دل پھر ہم کو واپس مل جائے گا ۔ مگر اس کے بازو میں تو غضب کا زور نکلا کہ لاکھ کوشش کیجئے مگر اس کے پنجہ سے دل نہیں نکلتا ، مراد یہ ہے کہ برق تجلی یار کو یک بارگی اُچک لیتی ہے ۔ اور عاشق بے دل پھر بےخودی سے خودی میں نہیں آ سکتا۔ ع
کا نزا کہ خبر شد خبرش باز نیامد
بعض شارحین نے اس شعر کی اور توجیہات بھی کی ہیں۔ مگر تکلفات سے خالی نہیں۔
(۲) ترجمہ :۔ میں رہائی پانے کی کوشش میں لگا ہوا ہوں۔ اور وہ (معشوق) دھوکہ دے دے کر ہر لحظہ لگی ہوئی گرہ پر اور گرہ لگا رہا ہے ۔
توضیح :۔ یعنی دوست گرہ کشائی کا فریب دے کر اور گرہ پر گرہ لگا رہا ہے خلاصہ یہ کہ رہائی ناممکن ہے۔
(۳) تشریح :۔ "آہواں" کنایہ از نازنیناں۔ "مشک بر جراحت ریختن" ہم معنی نمک برجراحت ریختن ۔ اس لیے کہ مشک بھی زخم کے لیے مضر ہے۔
:۔ (ہمارا) دل مرہم کی توقع میں ہے اور یہ مست (نازنین) آہو ہمارے زخم پر لپا ہوا مشک چھڑکتے ہیں ۔ یعنی بجائے مرہم رکھنے کے اور چرکے لگاتے ہیں۔

ہرگز دلم حلاوتِ آسودگی نیافت	۴	تلخ ست خواب دیدۂ درخوں غنودہ را
آشفتہ داشت خارشِ آسودگی دماغ	۵	دادیم بر ہوا سرِ سودا فزودہ را
نتواں چشید قندِ مکرر وزاں لباں	۶	بتواں شنود تلخ مکرر شنودہ را
یکرہ خوشم بخندۂ دنداں نما نہ کرد	۷	تاکے نماید آں گہر نا نمودہ را
ساغر کجاست تا گلہ از دل بروں بریم	۸	روشن کنیم خاطرِ کلفت زدودہ را

(۴) تشریح :- "آسودگی" آرام و راحت۔ "دیدہ درخوں غنودہ"۔ دیدہ موصوف ہے اور درخوں غنودہ صفت یا دیدہ مضاف ہے۔ اور درخوں غنودہ یعنی مقتول مضاف الیہ۔

ترجمہ :- میرے دل نے قطعاً آرام و راحت کی شیرینی نہیں حاصل کی (اور کوئی جائے تعجب نہیں اس لیے کہ حالت) خون (باری) میں سونے والی آنکھ کے لیے نیند تلخ ہوتی (ہی) ہے یا چشم بسمل کے لیے نیند حرام ہوتی ہے (اس لیے کہ) دمِ مرگ اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ (مجھ کو آرام کیسے نصیب ہوتا جبکہ میری آنکھیں مصروف خوں باری ہیں یا چشم بسمل کی طرح کھلی ہوئی ہیں تو خواب راحت کی کیا سبیل ہے)۔

(۵) تشریح :- "خارش" کھجلی مراد طلب۔ "برہوا دادن" اور "بہ باد دادن" ہم معنی محاورے ہیں۔ مگر یہاں سر اور ہوا کے الفاظ سے ہوا خوری کی طرف پُر لطف ایہام ہوتا ہے۔

ترجمہ :- آرام (و فراغت) کی خارش (یعنی طلب ہمارے) دماغ کو پریشان کر رہی تھی (اس لیے) ہم نے پُر سودا سر کو (ہی) ہوا میں اُڑا دیا (یعنی کھو دیا) کہ نہ سر ہوگا اور نہ فکر آسودگی ستائے گی۔

توضیح :- یعنی دنیا کا سودا لئے خام روحانی تکلیف کا باعث ہوتا ہے اس لئے ہم نے عشق اختیار کر کے اس وبال دوش سر کو ہی خیرباد کہہ دیا اور اس طرح

سر کھو کر آسودگی حاصل کرلی۔ ؎

شوریدگی کے ہاتھ سے ہے سر وبالِ دوش ۔ صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں

(۶) تشریح :- "قند مکرر"۔ وہ شکر جس کے قوام کو دوبارہ پکا کر صاف کیا جائے
یہاں مراد لبِ یار کا بوسہ ہے۔

ترجمہ :- (لبِ یار سے بوسہ کی) قند مکرر نہیں چکھی جا سکتی اور (ہاں اُن
سے بار بار سُنی ہوئی تلخ باتیں (اور گالیاں) سنی جا سکتی ہیں ؎

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب ۔ گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا

(۷) تشریح :- "یکرہ" بمعنی یک بار۔ "خوشم" میم ضمیر مفعولی بمعنی مرا۔
"تا" برائے تعلیہ۔

ترجمہ :- محبوب نے ایک دفعہ بھی مجھ کو ایسی ہنسی سے خوش نہیں کیا
جس میں اس کے دانت نظر آ جائیں۔ دیکھئے! کب وہ ان چھپائے ہوئے
موتیوں کو دکھاتا ہے۔

(۸) ترجمہ :- جامِ (شراب) کہاں ہے؟ (لاؤ!) تاکہ ہم (شراب پی
کر) دل سے شکوہ و شکایت کو نکال دیں (یعنی مست و بے خود ہو جائیں
اور رنج و غم کے زنگ میں آلودہ طبیعت کو (نورِ بادہ سے) روشن کرلیں۔

توضیح :- یعنی رنج و غم سے نجات پانے کا ذریعہ شراب نوشی ہے
اس لیے اے ساقی شراب پلا تاکہ رنج کا احساس جاتا رہے اور شکوہ
و شکایت زبان پر نہ آوے۔

تا منفعل نہ بخشش بیجا نہ بینمش ۹ مے آرم اعترافِ گناہِ نبودہ را

نادیدہ جور او زدہ فالا فہا زدم ۱۰ نتواں نمود ترکِ ستائش ستودہ را

منظورِ یار گشت نظیری کلامِ ما ۱۱ بیہودہ صرفِ شکر نکردیم دودہ را

تا کے برخرقہ بندم جسم غم فرسودہ را ۱۱/۱ سر بطوفاں میدہم این مست خاک سودہ را
در دروں ہمچوں عنب شد خوشۂ اشکم گرہ ۲ بس فرو خوردم بدل خوں ہائے ناپالودہ را

(۹) تشریح :- "منفعل" اسم فاعل از انفعال یعنی متاثر ہونا۔ شرمندہ ہونا۔
"بنیمش" میں ش ضمیر مفعول۔ را علامت اضافت۔ "رنجش" بمعنے آزار۔

ترجمہ :- تاکہ میں اُس کو (اُس کے) آزار سے جلسے شرمندہ نہ دیکھوں (اس لیے) میں ان گناہوں کا بھی اقرار کیے لیتا ہوں۔ جو (مجھ سے) سرزد نہیں ہوئے۔

توضیح :- یعنی دوست مجھ کو بے وجہ ستاتا ہے۔ جس کی وجہ سے خطرہ ہے کہ حاکم عادل کے روبرو اُس کو کہیں میرے انکار خطا پر شرمندہ نہ ہونا پڑے اور یہ مجھے کیسے گوارا ہو سکتا ہے کہ محبوب کو لاجواب اور شرمندہ دیکھوں۔ اس لیے ناکردہ گناہ کا بھی اقرار کیے لیتا ہوں۔ اسی مضمون کو دوسری جگہ یوں بیان کیا ہے۔ ؎

بے سبب دادی گر آزارم خجل از من مباش ۔ کردہ ام خاطر نشانِ خویش صد تقصیر را

(۱۰) ترجمہ :- اس کا ظلم دیکھے بغیر میں نے (اس کی) وفاداری کے متعلق بڑے دعوے کیے (یعنی اُس کی وفاداری کی تعریفیں کیں) اب اُس کا جور دیکھ کر حقیقت کھلی، مگر جس کی (ایک دفعہ تعریف کی جا چکی ہے (اب) اُس کی تعریف کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔ (یعنی اب اُس کی جفا کو بھی وفا کہنا پڑتا ہے تاکہ اپنی بات بنی رہے)۔

(۱۱) ترجمہ :- اے ظہوری! ہمارا کلام دوست کے نزدیک مقبول ہو گیا۔ پس شکر خدا کہ ہم نے سیاہی کو بیکار خرچ نہیں کیا (یعنی الحمد للہ کہ اپنی محبت ٹھکانے لگ گئی)۔

بحر :- رمل مثمن محذوف -

ارکان و تقطیع :- مثل ۱/۲

(۱) ترجمہ :- (اس) غم میں گھلے ہوئے جسم کو میں کب تک گدڑی پہنائے (پھرتا) رہوں - (بس) اِس مٹھی بھر سفوفِ خاک (جسم) کو میں سیلاب (اشک) کے حوالے کئے دیتا ہوں -

توضیح :- پہلے مصرعہ میں صنعت قلب ہے یعنی جسم کو بوجہ لاغری خرقہ سے سبک قرار دے کر جسم کو خرقہ اور خرقہ کو جسم بنا دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ غم نے اس قدر ضعیف و ناتواں بنا دیا ہے کہ اب خرقہ کی سہار بھی نہیں رہی لہذا اب اس کشمکش سے نجات پانے کی شکل یہی ہے کہ طوفانِ اشک میں اِس مشت خاک جسم کو بہا دیا جائے۔

(۲) تشریح :- "گرہ شدن" بند جانا - " فرو خوردن" پی جانا - "پالودہ" نا صاف -

ترجمہ :- میرے دل میں انگور کی طرح اشکوں کے گچھے بندھ گئے ہیں (اس لئے کہ) میں بہت سا (غم کا جلا ہوا) نا صاف خون دل (کے دل) میں (ہی) پی گیا ہوں - (یعنی ضبط کرنے کی وجہ سے آنسو دل میں گھٹ کر رہ گئے) -

گوشہا گرشت و یا رب یا ربم کا سے نکرد ۳ نیست گویا روزنے ایں سقف فیرانددد،
خضر صد منزل بہ پیشم آمد و نشا ختم ۴ باز می باید ترہ سرگیم رہ پیمودہ،
دہ اکہ یک قاصدکہ باشد محرم اہل ازنیست ۵ چند بر کاغذ نویسم حالِ شویم دود،
از شراب سود مندم بخت بد پرہیز داد ۶ مے کہ میخورم نمی خوردم غم بیہودہ،

(۳) تشریح :- "یا رب یا ربم" پہلا یا رب ندا منادی ہے اور دوسرا

یعنی دعا۔ میم ضمیر مجرور۔ اصل اس کی بھی وہی ہے۔ مگر چونکہ دعا کے شروع میں یارب کہا جاتا ہے۔ اس لئے اس کو اسمی صورت دے دی گئی ہے۔ "قیر" ایک قسم کا سیاہ روغن۔ کولتار۔

ترجمہ:۔ (سُننے والوں کے) کان بہرے ہوگئے۔ اور اے خدا میری دُعاؤں نے کوئی اثر نہیں کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کولتار سے لپی ہوئی چھت (فلک) میں کوئی سوراخ (رہی) نہیں (جس سے دُعا اوپر جاکر درگاہِ خداوندی میں قبول ہو)۔

(۴) تشریح:۔ "خضر" ایک بزرگ کا نام ہے جن کے متعلق مشہور ہے کہ اُنہوں نے آبِ حیات پی کر دائمی زندگی حاصل کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو راستہ بھُول جانے والوں کی رہنمائی کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ "ازسرگرفتن" از سرِ نو شروع کرنا۔

ترجمہ:۔ خضر (یعنی رہنمائے حقیقت سیکڑوں منزل پہلے میرے سامنے آیا مگر (میری حرماں نصیبی کہ) میں نے نہ پہچانا (اس لئے) مجھ کو چاہیئے کہ پھر نئے سرے سے اس طے کئے ہوئے راستہ کو طے کرنا شروع کروں (تاکہ اب کی) بار اگر خضر مل جائے، تو اس کی رہنمائی میں چلوں اور گمراہی سے نجات پاؤں۔

توضیح:۔ یعنی آثارِ قدرت ہر ہر منزل پر ہماری رہنمائی کے لیئے موجود ہیں۔ یہ ہماری اپنی غفلت ہے کہ اُن کی طرف توجہ نہیں کرتے اور راستہ سے بھٹک جاتے ہیں۔ ؎

بکوئے عشق منہ بے دلیل راہ قدم - کہ گم شد آں کہ دریں رہ برہبرے نرسید

اس شعر کا دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خضر نے میری رہنمائی

سیکڑوں منزل کی، مگر میں نے منزل کو نہ پہچانا یعنی دوسرے کی رہنمائی پر بھروسہ کیا اور خود نظرِ عبرت سے کام نہ لیا۔ اس لئے محروم رہا۔ اب اس تقلید کے عار و ننگ کو دور کرنے کے لئے مجھے از سرِ نو سفر شروع کرنا چاہیئے۔ مگر اس صورت میں نشناختم کا مفعول "منزل" بلاقرینہ محذوف ماننا پڑے گا۔

(۵) تشریح :۔ "وہ" کلمۂ افسوس۔ "محرم" راز دار۔ "چند" بمعنے تا چند و تاکے "دودہ" سیاہی۔

ترجمہ :۔ افسوس! کہ ایک قاصد (بھی) ایسا نہیں جو اس راز کا راز دار بن سکے۔ (تو پھر) کہاں تک (اپنا) حالِ دل کاغذ پر لکھتا رہوں اور (اشکوں سے) سیاہی کو دھوتا رہوں۔

توضیح :۔ یعنی ہجر میں میرا حال یہ ہے کہ کیفیتِ دل لکھتا ہوں۔ مگر محرمِ راز نہ ملنے کی وجہ سے خود ہی اسکو اشکوں سے دھو دیتا ہوں۔

(۶) تشریح :۔ "سودمندم" میں میم ضمیر مفعولی ہے۔ "کہ" ظرفیہ بمعنی وقتیکہ یا شرطیہ۔

ترجمہ :۔ (میرے) بُرے نصیب نے مجھ کو نفع رساں شراب سے پرہیز بنا دیا۔ (جس کی وجہ سے مجھے طرح طرح کے غم و فکر لاحق ہوگئے ورنہ) جب میں شراب پیا کرتا تھا تو (یہ دنیوی) بے کار کے غم نہ کھانے پڑتے تھے۔ یا اگر میں شراب پیتا رہتا تو یہ مفت کے غم نہ کھانے پڑتے۔

گل ز بہرِ اشک لوئی و رنگ کا مسیم ۷ در بلوریں حقہ دارد کہربائے سوودرا
از کنایت گاہ مستی منع آں لب چوں کنم ۸ میچکد بے خود حلاوت قند آب آلودہ را
بانفس عیش نشستی گوش بر حرفش مکن ۹ در پریشانی میفگن خاطرِ آسودہ را

درخور اگر نیم مئے لعل فام را [12] اے کاش ترکند بوئے مشام را

(۷) تشریح :- "بہر" بمعنی حقہ و برائے " لولوی " منسوب بہ لولو مراد سفید۔
"کاہی" منسوب بکاہ - کاہ خشک گھاس کو کہتے ہیں - جس کا رنگ زرد ہو جاتا
ہے۔ "بلور" ایک قسم کا پتھر جو سفید اور نہایت شفاف ہوتا ہے "کہربا"
ایک زرد رنگ کا گوند جو گھاس کے تنکے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے - اسی لیے
اس کا نام کہربا ہے - یرقان کے مریض کے لیے کہربا کو بازو پہ باندھنا یا گلے
میں لٹکانا بے حد مفید ہے۔

ترجمہ :- پھول میرے (چہرے کے) زرد رنگ اور موتی کی طرح (میرے)
سفید آنسوؤں کی وجہ سے (اپنی پنکھڑیوں کی) بلوریں ڈبیہ میں پسی
ہوئی کہربا رکھتا ہے۔

توضیح :- یعنی گل میرے چہرے کی زردی کا باعث مرض یرقان سمجھ
کر سفوف کہربا لایا ہے۔ حالانکہ یہ زردی مرض عشق کی ہے۔ نہ کہ مرض
یرقان کی۔ یہ تخیل بہت لطیف ہے۔ مگر اس صورت میں اشک لولوی
کا یرقان کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں۔ اس لئے اگر یہ معنی کئے جائیں
کہ گل نے یہ چیزیں مجھ سے لی ہیں۔ یعنی حقہ بلوریں میرے اشک لولویں
سے اور خوردہ کہربا رنگ میرے رنگ زرد سے تو مطلب بے تکلف اپنی
پوری مناسبتوں کے ساتھ درست ہو جاتا ہے۔

(۸) تشریح :- "کنایت" یعنی اشارہ۔ مجازاً گالی کو کہتے ہیں اس لیے کہ
گالیاں اکثر از قبیل کنایات ہی ہوتی ہیں۔

ترجمہ :- حالتِ مستی میں اُس لبِ (معشوق) کو میں گالیاں دینے سے
کیسے روکوں (اس لیے کہ) پانی ملی ہوئی شکر سے شربت بے اختیار ٹپکا

کرتا ہے۔

توضیح:۔ یعنی لبِ معشوق اور اس کا آبِ دہن ملکر قند آب آلود کی طرح شربتِ دشنام بے اختیار ٹپکا رہا ہے۔ نہ کہ میرے بس میں اُس کا روکنا ہے اور نہ اُس کے بس میں رُکنا۔ "چوں کنم" کا استفہام شعر کی جان ہے جس سے دو مفہوم پیدا ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ جب معشوق کے لبِ شیریں سے، حلاوتِ دشنام جو میری عین مراد ہے۔ خود بخود حاصل ہو رہی ہے تو میں اُس کو کیسے منع کر سکتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ میں اس کو روکنے سے ایسا ہی عاجز ہوں جیسا کہ قند آب آلود کو ٹپکنے سے روکنے کی کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی۔

(۹) ترجمہ:۔ نظیریؔ کے ساتھ اگر تو بیٹھ (بھی گیا ہے) تو اس کی بات پر کان (ہرگز) نہ دھرنا (اور اپنی) خاصی بھلی طبیعت کو پریشانی میں مبتلا نکر لینا (اس لیے کہ ؏ افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را)

بحر:۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف۔

ارکان و تقطیع:۔ مثل ۲

(۱) تشریح:۔ "درخور" لائق، مستحق۔ "لعل فام" سُرخ۔ لعل ایک قیمتی جوہر کا نام "مشام" دماغ۔

ترجمہ:۔ اگر ہم سرخ شراب کے قابل نہیں ہیں (تو شراب پینے کو نہ دیں مگر) اے کاسنفس! (یہ ساقیان بیتا بکت کم از کم اُس کی خوشبو سے (ہی ہمارے) دماغ کو تر کر دیں۔

توضیح:۔ یعنی اگر ہم کو شراب سے محروم رکھا ہے تو رکھیں۔ مگر اس کی خوشبو

سے تو محروم نہ کریں۔ مراد یہ ہے کہ مئے معرفت کے لبریز جام کی اگر ہم اہلیت نہیں رکھتے تو کم از کم ادنئے فیض تجلی سے ہی ہم کو نوازا دیا جائے۔ دماغ پریشان کی سرشاری کے لیے وہ بھی بہت کافی ہے۔

بر قدر زخم مرہم لائے نمی دہند ۲ زاں مے کہ طعم نوش کند مغز و کام را
بر بام ما دریغ نتابید ہفتہ ۳ ماہے کہ او تمام کند ناتمام را
کس جذبہ بکار دل مانمے کند ۴ تا چند سر کلفہ در آریم دام را
خارج ز پردہ دخل غلط تا بکے کنیم ۵ مطرب بماند اوہ لنشان مقام را
قسمت چنیں فتاد کہ ترکان مست او ۶ در دور ما بطاق نہادند جام را
کم لذتم کہ روئے ندیدم ز آفتاب ۷ در خانہ پختم ایں ثمر نیم خام را

(۲) تشریح :- لائے "تلچھٹ مذ پیالہ" نوش "تریاق بشہد و آبجات۔
ترجمہ :- (ہمارے دل کے) زخم کے مطابق اُس شراب کی تلچھٹ کا (بھی) مرہم عطا نہیں کرتے۔ جس سے دماغ اور حلق کو شہد و تریاق کا سامزہ (حاصل ہوتا) ہے (ہماری بدنصیبی کی بھی حد ہو گئی)

(۳) ترجمہ :- افسوس! کہ ہمارے بام (دل) پر ایک ہفتہ (بھی) وہ مہ کامل نہیں چمکا جو ناقص کو (بھی) کامل بنا دیتا ہے۔
توضیح :- یعنی تجلی ربانی جو ناقص کو کامل بنا دیتی ہے۔ افسوس کہ ہم اُس سے کچھ زیادہ مستفید نہ ہو سکے۔ ان تینوں اشعار میں محرومی قسمت کا اظہار مختلف عنوان سے کیا ہے۔

(۴) تشریح :- جذبہ بکار کسے کردن " موافقت کرنا۔ ساتھ دینا۔" دام را " میں را علامت اضافت ہے یعنی کلفۂ دام۔
ترجمہ :- (دنیا میں) کوئی شخص (بھی) ہمارے دل کی مراد کے ساتھ (حمایت) کا

جذبہ نہیں دکھاتا (یعنی کوئی ہمارا ساتھ نہیں دیتا) تو ہم کب تک (دنیوی تعلق کے)
جال میں (اپنا) سر ڈالے رکھیں۔
توضیح :۔ یعنی دنیوی تعلقات جب اپنے کام نہیں آتے تو ان میں سر کھپانے
سے کیا فائدہ اُن کو چھوڑ دینا ہی کافی ہے۔
(۵) تشریح :۔ "پردہ" حجاب پیتل یا چاندی وغیرہ کا حلقہ جو طنبورہ وساز
کے دستہ پر انگلیاں جمانے اور مقامات موسیقی کو محفوظ رکھنے کے لئے لگایا
جاتا ہے۔ "دخل غلط" بیجا اعتراض۔ "مطرب" گویا۔ "مقام" درجہ منزل۔
باصطلاحِ موسیقی مقام پردہ سرود۔ باصطلاحِ تصوف سالک کا وہ حال جو
قائم ہو جائے۔
ترجمہ :۔ پردہ سے باہر (ہو کر) ہم کب تک بے جا دخل دیتے رہیں (جبکہ)
مطرب نے ہم کو مقام (و منزل) نشان اور پتہ نہیں بتلایا۔
توضیح :۔ شعر میں موسیقی اور تصوف دونوں کے لحاظ سے اچھی توجیہیں ہو
سکتی ہیں۔ یعنی جب ہم کو مقامِ سرود کا ہی علم نہیں ہے تو پردۂ سازسے
خارج ہو کر غلط راگ کب تک گاتے رہیں۔ مراد یہ ہے کہ خلوت خانہ
عرفان سے باہر رہ کر اس کے متعلق قیاس آرائیاں درست نہیں۔ اس لئے کہ
رہنمائے حقیقت نے ہم کو ہمارے مقام سے بھی آگے نہیں کیا۔ ؎

ماراز مقامِ باخبر کن ۔ مائیم کجا و تو کجائی

(۶) ترجمہ :۔ ہم کیا کریں ہماری) قسمت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ ہمارے نمبر
پر اُس (محبوب کی آنکھوں) کے مست ترکوں نے (شراب سے بھرے ہوئے)
جام کو طاق پر رکھ دیا۔
توضیح :۔ یعنی دوست نے اپنی مست نگاہوں سے سب کو نوازا اور ہم سے تغافل برتا۔

(۷) ترجمہ :۔ میں کم مزہ اس لیے ہوں کہ میں نے آفتاب (حقیقت) کا چہرہ تک نہیں دیکھا (بلکہ) میں نے (دل کے) اس گدرے پھل کو (سینہ کی) کوٹھری میں (دباکر) پکا لیا ہے۔

توضیح :۔ جس طرح پال کا میوہ ڈال کے میوے کے برابر لذیذ نہیں ہوتا کیونکہ وہ آفتاب کی شعاعوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح میرا دل آفتاب حقیقت کی روشنی سے محروم رہنے کی وجہ سے ذوق کا مالک نہیں رکھتا۔

گر جام صبح بے صفت فقر پر کنند ۸ خورشید سرنگوں نکند کاس شام را
ذمت از حرم کشیم نظیری بسومنات ۹ حرمت نماندہ حاجی بیت الحرام را

بزیر ہر بن مو چشم روشنے ست مرا ۱۳/۱ بروشنائی ہر ذرہ روزنے ست مرا
شہود بت زیر انگند گیم باز آورد ۲ دلیل راہ حقیقت برہمنی ست مرا

(۸) تشریح :۔ "جام صبح" صبح کی شراب کا پیالہ۔ کنایہ از آفتاب وقت طلوع۔ "کاس شام" شام کی شراب کا پیالہ۔ کنایہ از آفتاب وقت غروب۔

ترجمہ :۔ اساقیان قضاء قدر، شراب، صبح کے پیالہ کو اگر اس میں فقر و احتیاج کی صفت (چھوڑے) بغیر بھر دیں۔ تو آفتاب (شراب) شام کے پیالہ کو الٹا کر کے نہ رکھے۔

توضیح :۔ آفتاب کی تشبیہ طلوع کے وقت بھرے ہوئے جام کے ساتھ اور غروب کے وقت خالی جام کے ساتھ نہایت لطیف ہے جام کا سرنگوں ہونا اس امر کو ظاہر کرتا ہے۔ کہ پیالہ خالی ہو گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آفتاب جو صبح کو جام لبریز کی طرح طلوع ہوتا ہے۔ اگر اس میں احتیاج کی صفت

باقی نہ رہتی تو شام کے وقت بیاپنے جام کو سرنگوں نہ کرتا - ان استعارات سے اصل مقصد یہ ہے موجودات عالم میں سے کوئی بھی احتیاج سے پاک نہیں۔

(۹) تشریح: "حرم" خانہ کعبہ مع احاطہ "سومنات" گجرات کے ایک قدیم بت خانہ کا نام ہے۔ یہ لفظ دراصل سوم ناتھ تھا۔ سوم یعنی قمر اور ناتھ یعنی خدا وند اس بت خانہ میں چاند کی ہیکل کا بت رکھا ہوا تھا "حرمت" عزت احترام۔ "بیت الحرام" خانہ کعبہ۔

ترجمہ: اے نظیری (ہم کو چاہیے کہ) ہم حرم کعبہ (حجاز) سے (اٹھا کر اپنا) سامان سومنات (حقیقت) میں لے آئیں۔ (اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اب) خانہ کعبہ کے حاجی کی (کوئی) عزت و وقعت نہیں رہی۔

توضیح: یعنی ظاہر پرستی اور ریاکاری چھوڑ کر صنم حقیقت کی پرستش کرنی چاہیے۔

بحر: مجتث مثمن مخبون محذوف۔

ارکان: مفاعلن، فعلاتن، مفاعلن، فعلن دو بار

بزیر ہر	بن موئے تن	م روشنے	ست مرا
مفاعلن	فعلاتن	مفاعلن	فعلن
بروشنا	ئی ہر ذرہ	ہ روزنے	ست مرا
مفاعلن	فعلاتن	مفاعلن	فعلن

(۱) **ترجمہ:** (بدن کے) ہر ہر رونگٹے کی تہ میں میرے لیے ایک روشن (اور حقیقت شناس) آنکھ ہے (اور) ہر ہر ذرہ کی چمک میں میرے واسطے

(چہرۂ قدیم کا نظارہ کرنے کے لیئے) ایک جھروکا موجود ہے۔
توضیح:۔یعنی دوست کا نظارہ کرنے کے لیے میں ہمہ تن چشم بن گیا ہوں اور کائنات کا ہر ذرّہ اس کی طرف میری رہنمائی کر رہا ہے۔
(۲) تشریح: "شہود"۔ ظہور۔ مشاہدہ "پراگندگیم"۔ میں میم ضمیر مفعولی یعنی مرا۔ "دلیل"۔ رہنما۔
ترجمہ:۔ربِ (حقیقت) کے جلوہ نے مجھ کو پریشانی (خیال) سے نجات دے دی (لیس) میرے لیے حقیقت کے راستہ کا رہنما ایک برہمن (یعنی مرشد کامل ہے)۔
توضیح:۔یعنی انکشافِ حقیقت نہ ہونے کی وجہ سے میں پراگندہ دل تھا الحمدللہ کہ مرشد کے فیضِ صحبت اور تائیدِ غیبی نے میرا ساتھ دیا کہ صنمِ حقیقت کے عیاں ہو جانے سے میری دلی پریشانی دُور ہو گئی۔

چو سایہ از ہمہ سو در کمین خورشیدم	۳	بہر کجا بن نمارہ ت مسکنے ست مرا
ہر سراچۂ دلبستاں فرد نمے آیم	۴	بروں ز عالم خاکی نشیمنے ست مرا
بدوستی کہ زبس محوِ لذتِ عشقم	۵	بکائنات ندانم کہ دشمنیت مرا
ہزار نالۂ شہر ددِ دردمے شنوم	۶	ز سیل گریہ چو کہسار دامنیست مرا
زخوشہائے سرشکم لبِ آغوش ست	۷	ز حاصلے کہ تراانیست خرمنیست مرا

(۳) تشریح:۔کمین۔ گھات۔ مسکن۔ جائے رہائش۔ ٹھیرنے کی جگہ۔
ترجمہ:۔میں سایہ کی طرح ہر سمت سے آفتاب (حقیقت) کی گھات میں بیٹھا ہوا ہوں۔ (چنانچہ) جس جگہ خارِ (امکان و مجاز) کی ایک بیخ (بھی) ہے وہیں میری اقامت گاہ ہے۔
توضیح:۔گھات اکثر جھاڑیوں میں چھپ کر لگتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جس

طرح تاریکی آفتاب کی گھات میں رہتی ہے کہ آفتاب ذرا نظروں سے اوجھل ہوا اور تاریکی چھائی۔ اسی طرح ہیں عالمِ مجاز کے تمام موجودات کو جو غبار و خاشاک کے مثل ہیں۔ اپنی کمین گاہ بناکر آفتابِ حقیقت کی تاک میں ہوں۔ مراد یہ ہے کہ تمام عالم اللہ تعالیٰ کے مختلف اسمار و صفات کا مظہر ہے اور سب کو اُسی کی جستجو ہے۔

(۴) تشریح :- سراچہ۔ تصغیر سرائے۔ یعنی معمولی گھر۔ عالمِ خاکی جسمانی عالم۔ نشیمن۔ خلوت خانہ۔ آرام گاہ۔ آشیانہ۔

ترجمہ :- میں ہر گھر اور باغ میں نہیں اُترتا کیونکہ میرا آشیانہ (نواس) بجائے آب و گل سے باہر ہے۔

توضیح :- یعنی میں عالمِ قدس کا طائر ہوں دُنیا کا گھر اور باغ میرے قیام کے لیے موزوں نہیں۔ مراد یہ ہے کہ انسان کو دُنیا میں دل نہ لگانا چاہیے۔

(۵) تشریح :- بدوستی۔ میں بارقسمیہ ہے۔ کائنات۔ جمع کائنۃ۔ وہ چیز جو عدم سے وجود میں آئے۔ چونکہ عالم ایسی چیزوں ہی کا مجموعہ ہے۔ اس لیے عالم کو کائنات کہتے ہیں۔ کہ۔ کہ امیہ یا بیانیہ۔ دوسری شکل میں عبارت کی تقدیر یہ ہوگی "ندانم کہ مرا کسے دشمن ست"

ترجمہ :- محبت کی قسم کہ میں عشق (محبوبِ حقیقی) کی لذت میں ایسا بےخود بن گیا ہوں کہ میں نہیں جانتا کہ تمام عالم میں میرا دشمن کون ہے یا میں نہیں جانتا کہ دنیا میں میرا کوئی دشمن ہے۔

توضیح :- یعنی جب میں سارے عالم میں دوست کا ہی جلوہ دیکھتا ہوں ، تو دشمن کس کو سمجھوں ؟ سب دوست نظر آتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ہم عشق کے سایہ میں صلح کل کے مقامِ عالی پر پہنچ گئے ہیں۔

(۶) تشریح :- شہرود - اسم کبیر بڑی بانسری - ایک ساز کا نام مثل موسیقار۔
ترجمہ :- مَیں درد (وغم) کے ہزاروں نالے سُن رہا ہوں (کیونکہ) سیلاب گریہ وزاری سے میرا دامن (بھی) پہاڑ کے دامن کے مثل ہے ۔
توضیح :- یعنی میرے آنسو جو میری آنکھوں سے دامن میں گر رہے ہیں جوش وخروش کا وہی منظر پیش کر رہے ہیں جو دامنِ کوہ میں سیلاب کے گرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اُس کی آواز سے دردآمیز نغمے میرے کان میں آ رہے ہیں۔
(۷) تشریح :- شرنگم - ہیں میم - آغوش کا مضاف الیہ ہے - لب - بریز حاصل - پیداوار جنس ۔
ترجمہ :- آنسوؤں کے گچھوں سے میری گود بپوری طرح بھری ہوئی ہے (الحمدللہ) جس پیداوار کا تیرے پاس نام تک نہیں اُس کا میرے پاس پورا ڈھیر موجود ہے ۔
توضیح :- یعنی بوسیلۂ غمِ عشق میں اشکوں کے خرمن کا مالک ہوگیا ہوں اور بے غم اِس دولت سے محروم ہے ۔

ہمیشہ رزم بخود جوں تہمتنے ست مرا	۸	اگر بعرکہ در خوں فتادہ ام چہ عجب
دریں سفر کہ بہر گام رہزنے ست مرا	۹	دریغ رخش فرو ماند و روز بیگہ شد
چو شیشہ در تہ ہر خندہ شیونے ست مرا	۱۰	کدام مے کہ پس از مستیم خمار نداد
کہ دم زدن ز فراق تو مردنیست مرا	۱۱	بیا از محنتِ جاں کندنم خلاصی دِہ
کہ دیدہ تنگ تر از چشم سوزنی ست مرا	۱۲	گداخت چشم نظیری ز دقت نظرم

پروانہ ایم و شعلہ بود آشیان ما ۱۴ آب از شرار سنگ خورد گلستان ما

(۸) تشریح :- معرکہ - میدانِ جنگ - تہمتن - لقبِ رستم - مرکب از معنی دلاور قوی - و تن بمعنی جسم -

ترجمہ :- اگر میں (عشق کے) میدانِ جنگ میں (خاک و) خون میں گر پڑا ہوں، تو تعجب کی کیا بات ہے؟ (جبکہ) ہمیشہ مجھ کو اپنے (نفس سرکش کے) ساتھ رستم کی طرح سخت لڑائی کرنی پڑتی ہے -

توضیح :- یعنی جب رستم کی سی سخت لڑائی مجھے اپنے ساتھ لڑنی پڑتی ہے تو پھر میرے خون آلودہ ہونے پر تعجب نہ ہونا چاہیے - مراد یہ ہے کہ میں اپنی خودی کو فنا کرنا چاہتا ہوں -

(۹) ترجمہ :- یک مصرعین :- افسوس کہ اس سفر (حیات) میں کہ جس میں میرے ہر ہر قدم پر (ہوا و ہوس کا) ایک ایک رہزن موجود ہے (میرا) اسبِ (ہمت) تھک گیا اور (زندگی کا) دن نا وقت ہو گیا -

توضیح :- یعنی جوانی کا زمانہ غفلت میں گذر گیا - اب جب کہ عمر ڈھل گئی ہے - اور قویٰ نے جواب دے دیا ہے - اس سفرِ ہستی کو جس میں قدم قدم پر خطرات ہیں کیسے طے کروں؟ ؎

شب تاریک بیم موج و گرداب چنیں حائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحل ہا

(۱۰) تشریح :- ستیم - میں میم ضمیر معقولی بمعنی مرا - شیشہ - بوتل - شیون - نالا - رونا - پیٹنا -

ترجمہ :- کون سی شراب (عشرت) ہے جس نے مستی (دینے) کے بعد مجھ کو خمار (کی تکلیف) نہ دی ہو - بلکہ میرا تو یہ حال ہے کہ شراب کی بوتل کی طرح ہر ہنسی کی تہ میں میرے لیے ایک نالۂ (غمِ پنہاں) ہے -

توضیح :- یعنی دنیا میں کوئی راحت بے رنج نہیں۔ بوتل سے شراب نکالتے وقت جو آواز پیدا ہوتی ہے۔ اُسی کو مختلف عبارات سے خندہ اور شیون قرار دیا ہے۔

(۱) ترجمہ :- (اے محبوب) آ (اور) جان کنی کی تکلیف سے مجھ کو نجات بخش۔ اس لئے کہ تیرے فراق (کے غم) کی وجہ سے دم مارنا (بھی) میرے لئے موت کا حکم رکھتا ہے۔

توضیح :- یعنی ایک ایک سانس دوبھر ہے، نہ تاب گویائی ہے اور نہ یارائے صبر۔

(۱۲) ترجمہ :- اے نظیری ! میری باریک بینی کی وجہ سے (میرا جسم گھل گیا یا آنکھ تک گھل گئی (مگر رازِ حقیقت نہ کھلا) کیونکہ میری آنکھ سوئی کے ناکے سے بھی زیادہ چھوٹی ہے۔

توضیح :- یعنی حقیقت کی طلب میں میں نے اپنی سی بہت کوشش کی جسم و چشم کو گھلا گھلا کر جسم و چشم سوزن کی طرح لاغر و تنگ بنا لیا۔ لیکن رازِ حقیقت پھر بھی ظاہر نہ ہوا۔ مگر اس کا سبب اپنی ہی تنگ نظری ہے۔

بحر :- مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف۔
ارکان :- و تقطیع مثل ۲/۱

(۱) ترجمہ :- ہم (شمعِ رُخِ یار کے) پروانے ہیں۔ اور ہمارا آشیانہ شعلہ (تجلی) ہے۔ ہمارا باغ (دل) سنگ (دلِ محبوب کے عتاب) کی چنگاریوں سے سیراب ہوتا ہے۔

توضیح :- کے لئے آرام گاہ شعلۂ شمع ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارے لیے

شعلۂ رُخِ یار باعثِ راحت ہے۔ اسی مضمون کو دوسرے مصرعہ میں نئے عنوان سے ادا کیا ہے۔

ترنمِ
معیم و برگذرگہِ لشکر فتادہ ایم	۲	درراہ پائمال شود کاروانِ ما
تا با نصیب ساختہ ایم از حلاوتے	۳	مچور رطب شگافتہ اند استخوانِ ما
زہ در گلوئے ماکند از کینہ روزگار	۴	بلند اگر درست تن چوں کمانِ ما
خورشیدِ عمر بر سرِ دیوار و خفتہ ایم	۵	فریاد از درازیٔ خوابِ گرانِ ما
صد موج راز رفتن خود مضطرب کند	۶	موجے کہ بر کنار رود از میانِ ما

(۲) ترجمہ ا - ہم (بھی) تو چیونٹی (کی طرح ناتواں) لیکن (سلیمان علیہ کے) لشکر کے راستہ پر آ پڑے ہیں ہمارا قافلہ راستہ میں (رہی) پیروں میں مسلا جائے گا۔

توضیح :- یعنی ہم اور ہمارے ارادے بلند ہیں۔ اور حضرت سلیمان علیہ السّلام کے لشکر کی مانند بے تعداد ہوا و ہوس کے دیو و جن ہمارے راستہ میں ہم کو پامال کرنے کے لئے موجود ہیں، مور و سلیمانؑ کے مشہور قصّہ کی طرف تلمیح ہے۔ دوسرے نسخہ کی صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ ہم حریص و ناتواں چیونٹی کی طرح دنیا کی شکر پر گر رہے ہیں۔ اس لئے ہمارا پائمال ہونا یقینی ہے۔

(۳) تشریح :- تا - ابتدائیہ - از حلاوتے - میں از - بیانیہ یعنی نصیب از حلاوت - رُطَب - تر کھجور - اُستخوان - ہڈی - پھل کی گٹھلی۔
ترجمہ :- جب سے ہم نے شیرینی (دنیا کے) حصّہ کے ساتھ سازگاری کرلی ہے۔ اُسی وقت سے قضا و قدر نے) تر کھجور کی مانند ہماری ہڈی (روح) کو چیر دیا۔

توضیح :- یعنی دنیوی لذتوں میں انہماک ، روح کے آزاد کا سبب ہے استخوان خوما کے شگاف کا سبب حلاوت کو قرار دینا بر بنائے حسن تعلیل ہے ۔

(۴) **تشریح :-** زہ ۔ چلّہ کمان ۔ بٹی ہوئی تانت یا ریشم ۔

ترجمہ : بقلب مصرعین ۔ زمانہ اگر (کبھی) ہمارے کمان کے مانند (جھکے ہوئے) قد کو سیدھا (ہوتے دیکھ لیتا ہے تو ہمارے جلن کے ہمارے گلے میں بٹی ہوئی تانت کا پھندہ ڈال دیتا ہے (یعنی پھر اس کمان پہ چلّہ چڑھا دیتا ہے)

توضیح :- کہتا ہے کہ زمانہ کی گردش نے ہمارے قد کو کمان کی طرح خمیدہ کا دیا ہے ۔ اور اب کبھی اگر اس کمان کو سیدھا ہوتے دیکھ لیتا ہے تو چلّہ چڑھا کر پھر خم کر دیتا ہے ۔ قاعدہ ہے کہ استعمال کے بعد کمان کا چلّہ اُتار کر اس کو سیدھی کر کے رکھ دیتے ہیں اور ضرورت کے وقت پھر چڑھا لیتے ہیں ۔ مراد یہ ہے کہ زمانہ ایک لمحہ کے لیے بھی ہم کو کمر سیدھی نہیں کرنے دیتا ۔

(۵) **تشریح :-** "آفتاب بر سر دیوار رسیدن" یعنی قریب الغروب ہونا ۔ کنایہ از قرب موت ۔

ترجمہ :- عمر کا آفتاب (ڈھلتے ڈھلتے ، دیوار پر (پہنچ گیا) ہے اور ہم (غفلت کی نیند) سو رہے ہیں ۔ آہ ! ہماری (یہ) گہری نیند کس بلا کی لمبی ہے ۔

توضیح :- افسوس ! کہ مرنے کا وقت قریب آگیا ۔ اور ابھی تک آئندہ زندگی کی کوئی فکر نہیں ۔

(۶) **ترجمہ :-** بقلب مصرعین ۔ (زندگی کے دریا کی) جو موج ہمارے درمیان

سے (نکل کر موت کے) کنارے پر پہنچتی ہے وہ اپنے چلے جانے سے سیکڑوں موجوں کو پریشان بنا جاتی ہے۔

توضیح:- یعنی حقیقت شناس انسان دوسرے کی موت سے عبرت حاصل کرتا ہے۔ اور اپنے اعمال کی اصلاح میں لگ جاتا ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ عارف کامل کی موت اضطراب عالم کا سبب ہوتی ہے۔ کہ موت العالِمِ مَوْتُ العالَم۔

بس در دماغ ہم نفساں مغز سوختیم	۷	در دیدہ خواب تلخ کند داستانِ ما
در پیری از ہزار جواں زندہ دل تریم	۸	صد نو بہار رشک برد بر خزانِ ما
ذوقے کہ جا بوادی مجنوں گرفتہ بود	۹	امروز معتکف شدہ بر آستانِ ما
در حیرتم کہ غنچہ بہ بلبل چگونہ گفت	۱۰	رازے کہ باد ہم نشنید از زبانِ ما
بنیاد ما خرابی ما استوار کرد	۱۱	گوئی کہ سود داشت نظیری زیانِ ما

زلستیم لیکہ بتدبیر خود از خامیہا ۱۵/۱ رفت نام و نسیم در سر خود کامیہا

(۷) **ترجمہ**:- ہم نے (داستانِ غم سنا سنا کر اپنے) ہمدموں کے دماغ کے اندر کا گودا بہت جلا یا (اس لئے کہ) ہماری داستان آنکھ میں نیند تلخ اور حرام کر دیتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہماری المناک داستان سننے والوں کو بھی مبتلائے غم بنا دیتی ہے۔

(۸) **ترجمہ**:- بڑھاپے میں (بھی) ہم ہزارہا جوانوں سے زیادہ زندہ دل ہیں۔ (چنانچہ) سیکڑوں (جوانی کی) نئی بہاریں ہماری (اس پیری کی) خزاں سے رشک کرتی ہیں۔

توضیح:- یعنی عشق کی برکت سے باوجود پیری کے ہمارے دل و دماغ

جذبات، شوق اور سودائے عشق سے ایسے پُر ہیں کہ سیکڑوں نوجوان ہم پر رشک کرتے ہیں۔

(۹) تشریح :- جاگرفتن - قیام کرنا - معتکف - اسم فاعل از اعتکاف بمعنی گوشہ نشین ہو جانا۔

ترجمہ :- وہ ذوقِ (عشق) جو (کبھی) مجنوں کی وادی (نجد) میں مقیم تھا وہ آج ہمارے آستانۂ (دل) پر اعتکاف کیے بیٹھا ہے۔ (یعنی آج ہم اپنے زمانہ میں عشق میں سب پر فائق ہیں۔

(۱۰) ترجمہ :- میں حیرت میں ہوں کہ (منہ بند) کلی نے بلبل سے وہ راز (محبت) کیسے کہہ دیا۔ جو ہماری زبان سے (کبھی) ہوا نے ابھی نہیں سُنا یعنی رازِ حسن و عشق جس کو ہم بے حد چھپاتے ہیں۔ نہ معلوم غنچہ بستہ دہن نے بلبل کو کیسے بتا دیا کہ وہ شیدائے گل ہو گیا۔

(۱۱) ترجمہ :- ہماری ویرانئ (دل) نے ہماری بُنیاد (ہستی) کو مضبوط بنا دیا۔ گویا اسے نظیری ہمارا (ظاہری) نقصان ہمارا (باطنی) نفع ہے۔

توضیح :- یعنی خانۂ دل کو ہوائے ہوس دنیا سے ویران کر لینا اسکی بنیاد کے مضبوط ہو جانے کا باعث ہے۔

اشارہ :- اس کے برعکس مطلب بھی شعر سے نکل سکتا ہے۔ جب کہ "بنیاد" کو فاعل اور خرابی کو مفعول قرار دیا جائے۔ یعنی ہماری بنیاد نے ہماری بربادی کو مضبوط کر دیا ہے کہ غالبؔ کا شعر ہے ؎

میری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی
ہیولیٰ برقِ خرمن کا ہے خونِ گرم دہقاں کا

بحر:- رمل مثمن مجنون مشعث محذوف۔

ارکان:- فاعلاتن، فعلاتن، فعلاتن، فعلن، دو بار

تقطیع:-

زلیستم بس	ک بتدبی	ر خُد زخا	میہا
فاعلاتن	فعِلاتن	فعِلاتن	فعلن
رفت نامو	نسیم در	سہ خدکا	میہا
فاعلاتن	فعِلاتن	فعِلاتن	فعلِن

(۱) ترجمہ:- چونکہ (اپنی) خامیوں کی وجہ سے میں نے اپنی رائے پر زندگی بسر کی (اس لیے) خود غرضیوں میں میرا نام و نسب (عزّ و شرف) جاتا رہا۔

توضیح:- یعنی عشق کے اختیار کرنے میں میں نے خود رائی سے کام لیا کسی سے مشورہ نہیں کیا۔ اس لیے اب اگر میں رسوائے عالم ہوگیا ہوں تو اس میں کسی کی کیا خطا؟ قصور اپنا ہی ہے۔ " از ماست کہ بر ماست "

ورع و شیب ز بوانِ غمِ ایامم کرد ۲ یادِ دورانِ جوانی و مے آشنا میہا
طائرے نیست کہ تارے ز نشیمن بربانیست ۳ صید یک مرغ نہ کردم ز کہن دامیہا
روزِ عشرت بصداع سرِ مخمور گذشت ۴ تر نگردید دماغم ز تنک جامیہا
دل بلہو و لعب عمر نہ گیں مرغاں ۵ تکیہ برباد کنند از سبک اندامیہا
خلعتِ سرو باندام صنوبر نہ برند ۶ جامہ زیبندہ نماید ز خوش اندامیہا
شکر پیری کہ ہوا و ہوس از جوش نشاند ۷ چوں مئے کہنہ بروں آمدم از خامیہا

(۲) تشریح:- ورع- پرہیزگاری- شیب- بڑھاپا- ایام- جمع یوم مراد زمانہ و حوادثِ زمانہ۔

ترجمہ :- بڑھاپے اور پرہیزگاری نے مجھ کو غم زمانہ کا پائمال بنا دیا کہ نہ شراب حاصل ہے اور نہ مستیِ شباب) آہ! زمانۂ جوانی اور (اس وقت کی) بادہ نوشیاں (بھی کیا خوب تھیں اب) یاد آتی ہیں۔

توضیح :- قاعدہ ہے کہ غم کے وقت گذشتہ راحت کی یاد اور بھی زیادہ ستایا کرتی ہے۔ شاعر نے شعر میں اسی حسرت ناک منظر کو پیش کیا ہے۔

(۳۱) تشریح :- زمنش۔ بحذف مضاف یعنی ز دام منش۔ش ضمیر مفعولی۔ کہن دامی۔ یائے مصدری یعنی کہنگی دام۔

ترجمہ :- ایک طائر (آرزو) بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کے پاؤں پر میرے دام کا ایک نہ ایک تار رہ گیا ہو (مگر افسوس کہ) میں ایک مرغ (تمنا) بھی جال کے کہنہ ہونے کی وجہ سے شکار نہ کرسکا۔

توضیح :- یعنی میری اپنی غلطی تھی کہ میں نے بوسیدہ دام بچھایا۔ جس کی وجہ سے طائر نکل گئے۔ اور دام کا ایک ایک تار ان کے پاؤں میں الجھا رہ گیا۔ مراد یہ ہے کہ میں نے جلوہ ہائے دوست کو حاصل کرنا چاہا مگر دامِ نظر مضبوط نہ تھا اس لیے محروم رہا اور دام بھی ہاتھ سے گیا۔

(۳۲) ترجمہ :- عیش و عشرت کا دن (ابھی) خمار آلودہ میرے دماغ میں گذر گیا (افسوس کہ) میرا دماغ (اپنے ہی) جام (حوصلہ) کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے تر نہ ہوسکا۔

توضیح :- یعنی ساقی نے بخل نہیں کیا۔ بلکہ میری تنگ ظرفی میری محرومی کا باعث بنی۔

(۵) ترجمہ :- دل کو زندگانی کے کھیل تماشے میں نہ لگا۔ اس لئے کہ یہ پرندے (لہو و نشاط دنیوی) جسموں کے ہلکے پن کی وجہ سے ہوا پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ (ذرا دیر میں اُڑ جائیں گے)۔

خلاصہ:- یعنی فانی چیز سے دل لگانا مقتضائے عقل نہیں۔

(۶) تشریح :- سرو - کی تین قسمیں ہیں۔ سروِ آزاد جو یک شاخہ اور سیدھا ہوتا ہے۔ سرِوسہی جو دو شاخہ ہوتا ہے اور دونوں شاخیں سیدھی ہوتی ہوتی ہیں۔ سروِ ناز جو سیدھا ہوتا ہے مگر اس کی شاخیں ہر طرف پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ صنوبر - درخت چلغوزہ - چیڑ کا درخت - سروِ ناز۔

ترجمہ :- (قدرت کے درزی) سرو (آزاد) کا لباس صنوبر کے بدن کے مطابق نہیں تراشتے (کیونکہ) بدن کے ہجیلے پن سے (ہی) کپڑا (بھی) بھلا معلوم ہوتا ہے۔

توضیح :- یعنی جو قبائے حُسن سرو کو ملی ہے۔ وہ صنوبر کے قد پر راست نہیں آتی۔ مراد یہ ہے کہ میرے محبوب کی مانند کوئی حسین نہیں ہے۔

(۷) ترجمہ :- (اس) بڑھاپے کا شکریہ ! جس نے ہوا و ہوس کا جوش ٹھنڈا کر دیا اور پرانی شراب کے مانند میں خامیوں سے نکل گیا۔

توضیح :- یعنی غنیمت ہے کہ آخر عمر میں ہوش آ گیا اور جنون شباب سے نجات مل گئی۔ شراب تازہ سے جھاگ اور جوش زیادہ ہوتا ہے اور یہ قوام کے خام ہونے کی علامت ہے۔ کہنہ ہونے کے بعد یہ کیفیت جاتی رہتی ہے۔ جوانی اور پیری کو شراب کی ان کیفیات کے مشابہ قرار دیا ہے۔

پیش از مرگ خود از آفت ہستی رستم ۸ باجل بازنماندم زتُنُک گامیہا

درخرابات سرِ ناموراں گردیدیم ۹ بسکہ اندیشہ نہ کردیم ز بدنامیہا
وثِ تقصیر چو از آبِ کرم شستہ شود ۱۰ دلق درویش بر آید ز سیہ فامیہا
سازو برگ و می و مطرب بہ نظر کی جمعست ۱۱ بوئے خیر آیدش از نیک سرانجامیہا

بصافِ صبح نگہ کن سرِ سبو بکشا ۱غ دہانِ چشمہ کشادند راہ جو بکشا
دل از مُطالعۂ صبح در حجاب مدار ۲ بزیر مہر بن مو دیدۂ برو بکشا
شگافِ خرقہ بدقت چہ می کنی پیوند ۳ لباسِ فقر و فنا پارہ بہ رفو بکشا

(۸) تشریح :- باز ماندان - رُکا رہنا - ٹھہرنا -
ترجمہ :- اپنی موت سے پہلے (رہی) میں وجود کی آفت سے چھوٹ گیا -
شکر خدا کہ اپنی) تیز رفتاری کی وجہ سے میں موت کے لئے نہیں پڑا رہا -
توضیح :- مراد یہ ہے کہ میں نے اپنے نفس کو مرنے سے پہلے ریاضت
ومجاہدہ کے ذریعہ فناء کرلیا ہے اور بہ طفیل عشق مُوتُوا قَبلَ اَن تَمُوتُوا
کے مقام بلند پر پہنچ چکا ہوں -
(۹) ترجمہ : میخانہ (عرفان) میں ہم نامور لوگوں کے سردار بن گئے - اس
لئے کہ ہم نے (دنیا کی) بدنامیوں کی کوئی پرواہ نہیں کی -
(۱۰) ترجمہ :- (اے خدا میرے) گناہوں کی گندگی اگر (تیرے) رحم و کرم
کے پانی سے دھو ڈالی جائے تو (مجھ بدعمل) فقیر کی گدڑی (بد انجامیوں کے)
میل کچیل سے (صاف ہو کر) نکل آئے -
توضیح :- یعنی مجھ گنہگار کو صرف رحمتِ خداوندی کا آسرا ہے -
(۱۱) تشریح :- آیدش - میں - ش - ضمیر مجرور - سرانجامیہا کا مضاف
الیہ ہے -

ترجمہ:۔ نظیری کے پاس سازو سامان (عشرت) شراب اور مطرب اگویا سب) جمع ہیں۔ (ماشااللہ) اس کے (ان) اچھے انتظامات سے بوئے خیر آ رہی ہے۔
توضیح:۔ یعنی اچھے انجام کی توقع ہے۔ حسن تعریض قابلِ داد ہے۔

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون محذوف۔
ارکان:۔ و تقطیع حسب $\frac{۱۳}{۱}$
(۱) تشریح:۔ صاف صبح۔ صبح کی نتھری ہوئی شراب۔
ترجمہ:۔ صبح کی نتھری ہوئی شراب کو دیکھ (اور تو بھی اے ساقی اپنے) سبو (وصراحی) کا منہ کھول (جب کہ ساقیانِ قدرت نے) چشمہ (فیض) کا دہانہ کھول دیا ہے تو (بھی اپنی) ندی کا راستہ کھول دے۔
توضیح:۔ یعنی وقت صبح ہے شغل مے نوشی ہونا چاہیے۔ اس لئے لے ساقی! سبو کے دہن کو کھول اور ہم کو سیراب کر کیونکہ جب چشمہ کا دہانہ کھل گیا ہے تو ندی میں پانی کم رہ جانے کا خوف نہیں رہا اُس کو جاری کر اور فیض رسانی میں بخل نہ کر یا لے طالبِ انوارِ صبح اپنے سبو کے دل اور جوئے دل کو مئے عرفان اور زلالِ معرفت سے بھر لے۔
(۲) ترجمہ:۔ (اپنے) دل کو (جلوۂ) صبح کے مطالعت نہ روک (بلکہ) ہر بن رونگٹے کے نیچے سے آنکھ کھول کر اُس کی طرف دیکھ۔
توضیح:۔ یعنی ہمہ تن چشم بن کر جلوۂ قدرت کا نظارہ کر۔
(۳) ترجمہ:۔ (لے نادان) درویشی بیر) تو لبادہ کی بیٹوں کو (بہت غور و) دقت سے کیا سی رہا ہے۔ فقرِ فنا کے لباس کا تار تار (ہو جانا ہی اچھا

ہے رفو (کے ٹانکے) توڑ۔

توضیح:- یعنی لباس درویشی کا پارہ پارہ ہونا ہی مناسب ہے۔ رفو کرنے کی زحمت نہ اُٹھانی چاہیئے۔ مراد یہ ہے کہ دنیا کے عیش و راحت کا سامان فراہم کرنا حماقت ہے۔ بلکہ اُس کو ٹھکرانا مناسب ہے۔

یکے بکونۂ پرہیز خویش سنگے زن ۴ چو شیشہ رشتۂ زنارش از گلو بکشا
چو موئے جاہ جہاں نقص دیدۂ بیناست ۵ اگر زرستہ ترا درد دیدہ مو بکشا
چو شیر گاہ قناعت دہان آز بہ بند ۶ چو باز وقت ہنر بال جستجو بکشا
در اژدہام غم و غصہ وقت گم کردی ۷ ترا کہ گفت سر کیسہ در غلو بکشا
حجاب مانع ذوق است شرم حائل لطف ۸ بزن دآورہ اظہار آرزو بکشا
چو رنگ چند شوی ملتفت بروئے سخن ۹ بمغز راہ کن و پردہ ہمچو بو بکشا
ببزم بے ابہراں پنبہ بر معانی کش ۱۰ وگر ندیدہ درے بہ خوری برو بکشا

(۴) ترجمہ:- ایک بار اپنے پرہیز گاری کے کونہ پر (یعنی دل پر) پتھر مار (اور) شراب کی بوتل کی طرح اُس کے گلے سے (تعلق غیر کے) زنار کا دھاگا کھول دے۔

توضیح:- کہتا ہے کہ اس تقوٰی و پرہیز گاری کو چھوڑو اور شراب عرفان پی کر مست بن جاؤ ؎

لطف مے تجھ سے کیا کہوں زاہد - ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

(۵) تشریح:- ترا - میں - را علامت اضافت ہے۔

ترجمہ:- (دنیوی جاہ و جلال) پر بال کی طرح سوا نکھی (اور حقیقت میں) آنکھ کے لئے عیب و نقصان (کی چیز) ہے اگر میری دونوں آنکھوں میں

(اس قسم کے) پر بال نہیں نکل آتے ہیں تو (آنکھیں) کھول (اور حقیقت کا نظارہ کر)
(۶) ترجمہ :- شیر کے مثل قناعت کے وقت حرص کا منھ بند کر اور باز کی طرح
مجز (ممائی) کے وقت طلب و جستجو کا بازو پھیلا۔
توضیح:- یعنی کوشش کرو مگر حریص نہ کرو شیر شکار میں سے بقدر ضرورت کھا لینے
کے بعد بقیہ دوسرے جانوروں کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ اور باز شکار کے لئے انتہائی
کوشش کرتا ہے پس انسان کو شیر سے قناعت اور باز سے جستجو کا سبق حاصل کرنا چاہیے۔
(۷) **تشریح**:- اژدہام - ہجوم - غلو - بھیڑ - کیسہ - تھیلی -
ترجمہ :- دنیا کے غم و رنج کے ہجوم میں تو نے (نقد) وقت کو کھو دیا (آخر تجھ
سے کہا تھا کس نے کہ کیسہ عمر کا منھ (غم و غصہ کی بھیڑ میں) کھول دینا۔
توضیح:- یعنی غم دنیا میں عمر کو ضایع کرنا ہی غلطی ہے۔
(۸) ترجمہ :- ادھر ہمارے لیے (دوست کا پردہ نشین ہونا قرب (اور
وصال) سے مانع ہے اور (ادھر اُس کی) شرم و حیا لطف و کرم کرنے میں آڑے
آرہی ہے (تو اب) اُس کے سامنے اظہار مدعا کی (کوئی نئی) راہ نکال (یا دیکھیں
کون سی راہ نکالتا ہے نکال، یعنی ؎

کوئی امید بر نہیں آتی - کوئی صورت نظر نہیں آتی

(۹) ترجمہ :- رنگ (ظاہری) کی طرح کلام کی (ظاہری) سطح پر تو کب تک متوجہ
رہے گا۔ (بلکہ) کلام کے مغز کو سمجھ اور بوئے (گل) کی طرح پردہ اٹھا دے۔
توضیح:- یعنی لفظ پرستی چھوڑ اور معنی سمجھ کر اس کا اظہار کر۔
(۱۰) ترجمہ :- (اور ذوق) اندھوں کی محفل میں معانی (حقیقت) پر پردہ ڈالے رکھ
(ہاں) اگر تو کسی سوانکھے (خوش ذوق) سے دوچار ہو جائے تو اُس پر ظاہر
کر دے۔

بہ بزمِ اہلِ خرد عقدہ بر سخن مگذار ۱۱ چو غیر نیست نظیریؔ کسے بگو بکشا

بر فلک تا بد مسیحا رشتۂ زنّارِ ما ۱/۱۲ بر زمیں منصور افرازد ستونِ دارِ ما
از معاصی توبہ می کردیم پیش از عاشقی ۲ ایں زماں عصیاں شود از کفر استغفارِ ما
از شبانِ وادیِ ایمن نفس سوزاں تریم ۳ موسیٰ اندر طورِ میر قصد زموسیقارِ ما
گر بطبعِ زاہداں تلخ ست طعمِ ما چہ غم ۴ روشن از رخسارِ میخوراں شود معیارِ ما

(۱۱) ترجمہ :- اے نظیریؔ سمجھ دار لوگوں کی محفل میں کسی بات کی گتھی نہ چھوڑ (بزم میں) جب کوئی غیر نہیں ہے تو بے خوف ہو کر کہہ اور (عقدے) کھول۔

بحر :- رمل مثمن محذوف۔
ارکان :- و تقطیع مثل ۱/۷

(۱) ترجمہ :- فلک (چہارم) پہ حضرت عیسیٰؑ ہمارے زنار کا دھاگا بٹ رہے ہیں (اور) زمین پہ منصور ہماری سولی کے ستون کو نصب کر رہا ہے۔

توضیح :- مراد یہ ہے کہ حضرت عیسےٰؑ اور منصور دونوں عشقِ الٰہی کے سلسلہ میں ظلم و ستم کے تختۂ مشق بنے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کو یہودیوں نے پھانسی پر لٹکانے کی کوشش کی اور منصور کو انا الحق کہنے کے جرم میں سولی پر لٹکا دیا گیا۔ چونکہ میں نے بھی اُن کی پیروی میں کفرِ عشق اختیار کر لیا ہے۔ لہذا میرے لئے حضرت عیسیٰ فلکِ چہارم پر آفتاب کے خطوطِ شعاعی کی (زنّار تیار کر رہے ہیں۔ اور زمین پہ منصو دار

کا بندہ بت کر رہے ہیں یعنی جو انجام اُن کا ہوا کہ کافر قرار دیے گئے اور دار پر لٹکائے گئے وہی انجام میرا ہوگا ۔ یا مراد یہ ہے کہ میں کفر عشق ہیں عیسیٰؑ اور منصور سے بھی اس قدر بڑھا ہوں کہ جو معاملہ ناواقفوں نے اُن کے ساتھ کیا تھا یہ باوجود واقف ہونے کے میرے ساتھ کرنا چاہتے ہیں ۔

(۲) ترجمہ :- ہم عاشق ہونے سے پہلے گنا ہوں سے توبہ کیا کرتے تھے لیکن اب ہمارا کفر (عشق) سے توبہ کرنا گناہ ہے ۔

توضیح :- یعنی بُت حقیقت کی پرستش ہمارا شیوہ بن گیا ہے اور اس سے توبہ کرنا شریعتِ عشق میں سب سے بڑا گناہ ہے ۔

(۳) تشریح :- شباں وادی ایمن - سے موسیٰ علیہ السّلام مراد ہیں ۔ کیونکہ اُنہوں نے حضرت شعیب علیہ السّلام کی دس تک بکریاں چرائی تھیں جس کے بعد حضرت شعیبؑ نے اپنی لڑکی سے آپ کا نکاح کر دیا تھا ۔ وادی ایمن ۔ اُس صحرا کا نام ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام نے دور سے روشنی دیکھ کر یہ سمجھا تھا کہ یہ آگ ہے مگر قریب پہنچ کر ایک درخت سے " اِنِّیۡۤ اَنَا اللّٰہُ " کی صدا سُنی ۔ موسیقار ۔ ایک پرندے کا نام ہے جس کے مُنہ میں تین سو ساٹھ سوراخ ہوتے ہیں ۔ ہر ایک سوراخ سے نیا راگ گاتا ہے ۔ فن موسیقی اسی سے اخذ کیا گیا ہے ۔ نیز موسیقار ایک ساز کا نام ہے مثل شہرود ۔

ترجمہ :- وادی ایمن کے چرواہے (حضرت موسےٰؑ) سے (بھی) ہم زیادہ دل چلے ہیں (جبھی تو) موسےٰ ہمارے سازِ (عشق کے نغموں) سے طور پر رقص کرتے ہیں ۔

توضیح :- یعنی ہم سوزِ عشق میں موسےٰ سے بھی بڑھے ہوئے ہیں سے

موسیا آداب دانا دیگراند ۔ سوختہ جاں درواناں دیگراند

(۴) نثر صحیح :- طعم را - یعنی طعم بادۂ ما - معیار - ترازو - کسوٹی مجازاً قدر و قیمت کے معنے میں مستعمل ہے ۔

ترجمہ :- اگر زاہدوں کی طبیعت کو ہماری شراب کا مزہ ناگوار ہے تو (ہمیں) کیا غم (جبکہ) بادہ خوروں کے رخسارت ہماری شراب کا معیار ظاہر ہو رہا ہے ۔

توضیح :- شراب پینے سے خون کا دوران تیز ہو جاتا ہے جس سے چہرہ پہ سرخی آجاتی ہے ۔ اسی کو اپنا معیار قرار دیا ہے ۔ برخلاف زاہدوں کے کہ اُن کے چہرے زرد ہو جاتے ہیں ۔

خضر وقتے کو کہ تعمیر خراب ما کند ۵ زانکہ گنجے ہست پنہاں در تہ دیوار ما

ہر کجا عشق است مستولی طبیباں خستہ اند ۶ از کدامیں درد وا جوید دل بیمار ما

زیر کاں را دانہ و آب چمن خامش نکرد ۷ عندلیب مست رمزے داندا ز اسرار ما

چوں مگس بر قند می پیچم بر مطلوب خویش ۸ گرمی سودائے یوسف نشکند بازار ما

غمبر و نظمی نظیری نقش شیریں طرح کن ۹ چرخ عیار ما کشد چوں عشق باشد کار ما

باشہیر عنقا چہ نوا بال مگس را $\frac{18}{1}$ ہم نغمہ دلوؔد کہ دیدست جرس را

(۵) ترجمہ :- اِس وقت کا خضر (مرشد کامل) کہاں ہے (اُس کو بلاؤ!) تاکہ ہمارے ویرانہ (دل) کی تعمیر کر دے ۔ اس لئے کہ (جس طرح اُس دیوار کے نیچے ایک یتیم کا خزانہ تھا ۔ جس کو خضر نے بغیر مزدوری کے درست کر دیا تھا ۔ اسی طرح) ہماری دیواروں کے نیچے (بھی) (استعداد (قابلیت کا) ایک خزانہ دبا ہوا ہے ۔

توضیح :- یعنی ہم استعداد کی دولت رکھتے ہیں کاش کوئی رہبر کامل مل

جائے جو ہم کو منزلِ مقصود تک پہنچا دے۔ اور ہماری اِستعداد کو ضائع ہونے سے بچالے۔

(۶) ترجمہ:۔ جہاں (مرض) عشق غالب ہوتا ہے۔ وہاں (بے چارے) حکیم عاجز ہیں (پھر بتاؤ!) ہمارا مریض (عشق) دل کس دروازہ سے دوا تلاش کرے۔

خلاصہ:۔ یعنی مرض عشق لا دوا ہے۔

(۷) ترجمہ:۔ مرغانِ زیرک (عرفا) کو چمن (دنیا) کا دانہ پانی (یادِ دوست سے) خاموش نہیں کرسکا (چنانچہ) بلبل ہمارے (یہی) رازوں میں سے ایک راز کو جانتا ہے۔ (اسی لیے تو خاموش نہیں ہوتا)

توضیح:۔ یعنی حسن ازلی کے طلب گار دنیا کے فانی اسباب میں مصروف ہو کر یادِ حبیب سے غافل نہیں ہوتے۔ بلبل جو آب و دانۂ چمن سے منہ موڑ کر یادِ گل میں منہمک رہتا ہے یہ اسی عشق کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔

(۸) ترجمہ:۔ ہم اپنے محبوب پر (البیاد الہانہ) جوش و خروش کر رہے ہیں جیسا کہ مکھی شکر پر گرتی ہے) (حتٰی کہ) یوسفؑ کے عشق کی گرم بازاری (بھی) ہمارے بازار (عشق) کی رونق نہیں گھٹا سکتی۔

توضیح:۔ یعنی ہمارا محبوب حسن میں یوسفؑ سے بڑھا ہوا ہے اور ہم عشق میں اہلِ مصر سے۔

(۹) ترجمہ:۔ اے نظیریؔ تو (حکمت) نظم کا خسرو ہے۔ اس لیے شیریں (اور دلچسپ) نقش (کلام) کی بنیاد ڈال (کیونکہ) جب ہمارا کار (دبار صرف) عشق ہوگا تو فلک ہمارا بار (ضرور) اٹھائے گا۔

توضیح:۔ یعنی بے فکر ہو کر مصروفِ شیریں کلامی رہ اس لیے کہ بطفیل عشق

فلک کو بھی تیرا خسر بارکش بننا پڑے گا۔ پھر اُس کی گردش کا کیا خوف ؟
اشارہ :۔ خسرو اور شیریں کے الفاظ میں صنعت ایہام تناسب ہے اور خسرو و شیریں کے قصہ کی طرف تلمیح۔

بحر :۔ ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف۔
ارکان :۔ مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن دو بار

تقطیع :۔

باشہپ	رعنقاچ	نوا بال	مگس را
مفعول	مفاعیل	مفاعیل	فعولن
ہم نغمَ	ۂ داؤد	کہ دیدست	جرس را
مفعول	مفاعیل	مفاعیل	فعولن

(ا) تشریح :۔ شہپر۔ بڑا پر۔ بال۔ بازو۔ جرس۔ گھنٹہ۔ کہ۔ کدامیہ۔
ترجمہ :۔ (بلند پرواز) عنقا کے شہپر کے مقابلہ میں مکھی کے پنکھ کی آواز کیا حیثیت رکھتی ہے ؟ (یعنی کچھ نہیں اور اسی طرح) حضرت داؤدؑ کے نغمے کے برابر گھنٹہ (کی آواز) کو کس نے پایا ہے ؟ (کسی نے نہیں)۔
توضیح :۔ مراد یہ ہے کہ جو نسبت بال مگس کو شہپر عنقا کے ساتھ اور آواز جرس کو نغمۂ داؤد کے ساتھ ہے۔ وہی نسبت ایک دنیا دار کو عارف باللہ کے ساتھ حاصل ہے یا دوسرے شاعر کے کلام کو میرے کلام سے۔

درمعرضِ خورشید شہا را چہ نمایش ۲ با نورِ تجلی چہ ضیا نار قبس را
بس غنچۂ نشگفتہ بتاراج خزاں رفت ۳ رسمیست کہ رہزن زند از قافلہ پس را
پرانا دانِ گر نطقم بچہ ماند ۴ یا آنکہ بہ چشم و نہی بر سر خس را
در کوئے حقیقت چہ کند مردِ مجازی ۵ در بیشۂ شیراں چہ ہنر گرگ ہوس را

جُز حاجت اخواں نسزد تحفۂ یوسفؑ ۶ ایں جائزہ سد عرض تحمل ہمہ کس را

(۲) **تشریح:** - **معرض** - مقابل - سامنے - **سُہا** - ایک ستارے کا نام جس کی روشنی کم ہوتی ہے - **نارِ قبس** - وہ تھوڑی سی آگ جو زیادہ آگ میں سے نکالی گئی ہو -

ترجمہ: - آفتابِ (حقیقت) کے سامنے سُہائے (مجاز) کی کیا نمود ؟ (اور) تجلیٔ (خدا) کے نور کے مقابلہ میں (ممکنات کے وجود کی چنگاری کی کیا روشنی ؟ (یعنی کچھ بھی نہیں یا مراد یہ ہے کہ دوسرے شاعر کی میرے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں)

(۳) **ترجمہ:** - بہت سی بے کھلی کلیاں (بادِ خزاں کی لوٹ مار میں جاتی رہیں (اور کوئی تعجب نہیں اس لیے کہ یہ تو ایک پُرانی) رسم اور طریقہ ہے کہ ڈاکو قافلہ سے بچھڑے ہوئے لوگوں کو لوٹ لیتا ہے -

توضیح: - جو غنچے موسم بہار کے ختم پر نکلتے ہیں وہ عموماً بادِ خزاں کی وجہ سے بے کھلے ہی مرجھا جاتے ہیں - گویا وہ قافلہ بہار سے پیچھے رہ گئے تھے کہ رہزن خزاں نے اوّل انہی پر حملہ کیا - مراد یہ ہے کہ تمناؤں کے بہت سے غنچے بے کھلے مرجھا گئے -

(۴) **تشریح:** - **پَر آندن** - الانت زنی کرنا - کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنا - داد دینا - **نطقم** - میں میم مفعولی اور مضاف الیہ دونوں بن سکتی ہیں -

ترجمہ: - میری سخن گوئی کے وقت جاہل کا (مجھے) داد دینا اور سراہنا معلوم ہے ؟) کس چیز کے مشابہ ہے ؟ اس امر کے مشابہ ہے کہ آنکھ پھڑک رہی ہو اور تم اُس پر تنکا رکھ دو -

توضیح: - آنکھ کے پھڑکنے کے لیے پپوٹے پر تنکا رکھ دیتے ہیں - فوراً پھڑکنا بند ہو جاتا ہے - کہ اسی طرح کلام کی خوبیوں سے ناواقف شخص کی داد میرے

جوش کو فرو کر دیتی ہے ۔ یہ اندان کے معنی اگر لات (نی کے لیئے جائیں تو مطلب یہ ہو گا کہ میرے نادان حریف کی تسلیاں میری سخن گوئی کے وقت بالکل اس کے مشابہ ہو جاتی ہیں ۔ کہ جیسے پھڑکتی آنکھ پر تنکا رکھ دیا جائے یعنی میرے آگے اس کا رنگ پھیکا پڑ جاتا ہے ۔

(۵) ترجمہ :- حقیقت کے کوچہ میں (عالم) مجاز میں مستغرق رہنے والا انسان کیا کر سکتا ہے ۔ اس لیے کہ (اللہ کے قناعت گزیں) شیروں کے بن میں حرص و ہوس کے بھیڑیئے کے لیے کیا مہر زبانیت ہو سکتی ہے ۔

توضیح :- کوچۂ حقیقت کو بیشۂ شیر اور مرد مجازی کو گرگ ہوس قرار دے کر کہتا ہے کہ جس طرح بھیڑیا شیر کی کچھار میں داخل نہیں ہو سکتا ۔ اسی طرح دنیا میں منہمک رہنے والا حریص انسان خدا کے نیک بندوں کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا ۔

(۶) ترجمہ :- بھائیوں کی حاجت مندی کے سوا کوئی چیز یوسف کے سے تحفہ (ہونے) کے لائق نہیں ، یہاں (یعنی بارگاہ حسن شاہی میں) شان و شوکت دکھلانے کا حق ہر ایک کو نہیں پہنچتا ۔

توضیح :- شعر میں قصۂ یوسف علیہ السلام کے اُس جزو کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضرت یوسفؑ کو مصر کی شاہی مل گئی تو قحط سالی کے زمانہ میں خود بھائی جنہوں نے حضرت یوسفؑ کو کنوئیں میں ڈال دیا تھا ۔ اُن کے پاس غلہ لینے کے لئے آتے تھے ۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح یوسف علیہ السلام کی بارگاہ میں بھائیوں نے اپنی احتیاج کا تحفہ پیش کیا تھا اسی طرح بارگاہِ خداوندی میں بندہ کا اپنے عجز و احتیاج کو پیش کرنا ضروری ہے ۔

ہر چند ز تریاق بود زہر گراں تر ۷ زیں جنس بصد من ندہم نیم عدس را
کس ہمرہ ما نیست گراں گوئے بتازیم ۸ از معرکہ بردیم بروں گرد فرس را
تا ہمدمِ ہر بیہدہ پرداز نہ گردیم ۹ در سینہ شکستیم پر و بال نفس را
در آرزوئے یک تنِ ہمجنس کہ عنقا است ۱۰ از بسکہ طپیدیم شکستیم قفس را
صبح از دمِ خونریز نظیری بہ ہراس ست ۱۱ از ناوکِ شب خیز بود بیم عسس را

نشستہ در ظلم با قمر چہ کار مرا ۱۹/۱ چراغ تیرہ شبم با سحر چہ کار مرا

(۷) ترجمہ:- تریاق (راحت دنیوی) سے زہر (عشق) خواہ کتنا ہی زیادہ ناگوار ہو (مگر) اس جنس (زہر) میں سے آدھی مسور (کے برابر) (بھی اس تریاق کے) سو من کے بدلے نہیں دے سکتا۔

توضیح:- یعنی میرے نزدیک یہ زہر اُس تریاق سے اچھا ہے۔ اِس صورت میں لفظ "گراں" میں صنعت ایہام ہے دوسرے نسخہ کی صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ کہ اگرچہ تریاق زہر سے زیادہ مہنگا ہے۔ الخ بظاہر یہی نسخہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

(۸) ترجمہ:- (میدان سلوک) میں کوئی ہمارے ساتھ نہیں (رہا) ہے کہ اُس جانب سے (اُس کے ساتھ ہم گھوڑا واپس دوڑا لائیں (کیونکہ) ہم تو گھوڑے کی گرد (بھی) معرکہ (ہستی) سے باہر نکال لے گئے ہیں۔

توضیح:- مطلب یہ ہے کہ ابتدائے سفر میں ہمارے بہت سے ساتھی تھے مگر سب ایک ایک کرکے پیچھے رہ گئے۔ اب کوئی ہمارا ساتھی نہیں رہا۔ پھر بتلاؤ وہاں سے بلا رفیق سفرِ واپسی کی کیا صورت ہے؟ یعنی ؎

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی کچھ ہماری خبر نہیں آتی

(۹) ترجمہ :۔ لعاب مصرعین :۔ (مرغ) آہ کے پرو بازو ہم نے (ایک ایک کرکے قفس) سینہ میں توڑ ڈالے تاکہ ہر بے کار (اِدھر اُدھر) اُڑنے والے کا ساتھی نہ بن جائے۔

توضیح :۔ یعنی ہم نے بوالہوس عاشقوں کی وجہ سے آہ کرنی بھی چھوڑ دی ہے
ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی ۔ اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

(۱۰) ترجمہ :۔ ایک ہم جنس کی آرزو اور تلاش میں جو (عنقا حکم رکھتا) ہے ہم اتنے تڑپے (کہ) قفس عنصری کو توڑ ڈالا۔

توضیح :۔ یعنی ہم جنس کی آرزو میں ہی جان دے دی مگر کوئی ہم جنس نہ ملا۔

(۱۱) ترجمہ :۔ نظیری کی خونریز آہ سے صبح (بھی) خوف زدہ ہے (کیوں نہ ہو؟) رات میں پھرنے والے چور کے تیر کا کوتوال کو خوف ہوتا (ہی) ہے۔

توضیح :۔ سپیدۂ صبح کو عسس سے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ افشائے راز ہے۔

بحر :۔ مجتث مثمن مخبون محذوف۔
ارکان :۔ تقطیع مثل $\frac{۱۳}{۱}$

(۱) تشریح :۔ ظُلَم ۔ جمع ظلمت یعنی تاریکی۔

ترجمہ :۔ میں (بدنصیب) تو تاریکیوں میں بیٹھا ہوا ہوں۔ مجھے چاند سے کیا واسطہ؟ میں اندھیری رات کا چراغ ہوں۔ مجھے (نور) سحر سے کیا مطلب!

توضیح :۔ مراد یہ ہے کہ ہم مادیات کی تاریکی میں ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ اُس کے ہوتے ہوئے نور چہرۂ دوست سے کوئی واسطہ ہو ہی

نہیں سکتا۔ نورِ روح کو جو کثافت مادہ کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اس کو اندھیری رات کا چراغ قرار دیا ہے۔

مسیح وار کند سیر بر فلک روحم ۲ بایں طلسم فرو بستہ در چہ کار مرا
چو ذرّہ محرمِ جاویدِ آفتاب شدم ۳ باآشنائی مشت شرر چہ کار مرا
اگر قضا و قدر ز آسمان فرود آید ۴ من و خیال تو با خیر و شر چہ کار مرا
جنوں بمغزِ دماغم فتیلہ می سوزد ۵ بہ پنبہ کاری داغِ جگر چہ کار مرا
ز طاعت بریا کردہ اجر می خواہم ۶ چو بید کاشتہ ام با گہر چہ کار مرا
باشک دیدۂ آلودہ عفو چوں جویم ۷ خزف فروختہ ام با گہر چہ کار مرا
ہزار گونہ شکایت بضمنِ خامشی ست ۸ بنالہ کہ ندارد اثر چہ کار مرا
بقہر تا نگذاری بمہر ننوازی ۹ ہلاکِ تلخ نوام با شکر چہ کار مرا
چو حسنِ تو بکسے در جہاں نمی مانم ۱۰ غریب در وطنم با سفر چہ کار مرا

(۲) تشریح:۔ طلسم۔ جادو۔ نیرنگ۔

ترجمہ:۔ حضرت عیسیٰ کی مثل میری روح فلک چہارم کی سیر کرتی ہے مجھے (اس) بند دروازہ والے طلسم (خانۂ دنیا) سے کیا تعلق۔

توضیح:۔ یعنی دنیا ایک طلسم خانہ ہے۔ جس کا کوئی حقیقی وجود نہیں۔ اس لئے اس میں دل لگانا فضول ہے۔

(۳) ترجمہ:۔ ذرّہ کی مانند میں آفتاب (حقیقت) کے لئے ہمیشہ کا راز بن گیا۔ (پھر) مجھے (عالم مجاز کی) مٹھی بھر زیبائش کی چنگاریوں سے کیا واسطہ۔

(۴) ترجمہ:۔ اگر (کارکنان) قضا و قدر (بھی) آسمان سے اتر آئیں (تاکہ میں طلبِ خیر اور دفعِ شر کے لیے اُن کی طرف متوجہ ہوں)، تو میں (رہوں گا) اور تیرا خیال ہوگا مجھے خیر و شر سے کیا غرض۔

توضیح :- یعنی میں تیرے تصور میں محو ہوں۔ قضاو قدر بھی مجھے اس خیال سے نہیں ہٹا سکتے۔

(۵) تشریح :- مغز - گودا - روغن - فتیلہ - بتی - پنبہ کاری - زخم پر مرہم لگاکر پھایہ رکھنا۔

ترجمہ :- جنون (شوق) جب میرے دماغ کے مغز کے ساتھ فتیلہ روشن کررہا ہے (تو اس معمولی) داغ جگر کی مرہم پٹی کرنے سے مجھے کیا کام۔

توضیح :- یعنی اب سوزش جگر سے متجاوز ہوکر دماغ تک پہنچ گئی ہے تو اب دماغ کی خبر لوں یا جگر کی۔

(۶) ترجمہ :- (ابھی بھی کیا احمق ہوں) کہ ریا کاری کے ساتھ کی ہوئی عبادت سے ثواب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ جب میں نے بید (کا بیج) بویا ہے تو (پھر) مجھے پھل سے کیا واسطہ۔

خلاصہ :- یعنی ریا کاری اعمال کو باطل کر دیتی ہے۔

(۷) ترجمہ :- گنا ہگار آنکھوں کے آنسوؤں کے ذریعہ سے مغفرت کس طرح طلب کروں۔ جب میں نے اشک دیدۂ آلودہ کی ٹھیکریاں بیچی ہیں ، تو گوہر (مغفرت) سے مجھے کیا واسطہ۔

(۸) ترجمہ :- ہزاروں قسم کے دوستانہ شکوے جب میری خاموشی کے اندر (ہی موجود) ہیں (تو پھر مجھے اس آہ و نالہ کی کیا ضرورت جو اثر نہ رکھتا ہو۔

مصرع :- خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری

(۹) ترجمہ :- (اے محبوب) تو جب تک (پہلے) اپنے طلب گار کو عتاب سے نہیں گھلا لیتا (اسوقت تک مہر و محبت) سے نہیں نوازتا (یہ امتحان عاشق کی کامیابی کے لیے دشوار ہے پس جب) میں تیرے سخن تلخ پہ جان دے دیتا

ہوں تو مجھے لطف اور نوازش سے کیا سروکار۔
توضیح :۔ یعنی مجھ کو دوست کی گالیوں میں بھی شکر کا سا مزہ آتا ہے۔
(۱۰) تشریح :۔ نمے ماند ۔ صیغہ حال منفی ۔ از ماندن بمعنی غریب مسافر۔
ترجمہ :۔ تیرے حسن کی طرح میں (بھی) دنیا میں کسی میں میل نہیں رکھتا۔
(یعنی تو حسن میں بے مثل ہے اور میں عشق میں) (جب) میں وطن (ہی) میں
مسافر ہوں تو مجھے سفر کی کیا حاجت ؟ ۔
توضیح :۔ مطلب یہ ہے کہ اس عالم میں میرا کوئی ہم جنس نہیں۔ میں ایک
اجنبی مسافر معلوم ہوتا ہوں حالانکہ ہوں وطن میں۔ تو جب وطن ہی
پردیس بن گیا ہے۔ تو اب سفر کی کیا حاجت ۔ شعر میں سلوک کے مقام سفر
در وطن کی طرف اشارہ ہے۔
نہ رحم ماند نہ شفقت نہ دوستی نہ وفا ۱۱ درین دیار نظیری دگر چہ کار مرا

بانگ نے مے برد ز ہوش مرا ۱ (۲۰) مے برد مے ز راہِ گوش مرا
نالۂ نائے تا حریم وصال ۲ مے برد در کنار و دوش مرا
نخل نخلست نائے بیداری ۳ مے چشاند بہ نیش نوش مرا
مطرب مے گسار در نظر است ۴ نیست حاجت بمے فروش مرا
سرّ غیبم درون پردۂ ساز ۵ نغمہ می آورد بجوش مرا
چوں سماعم نقاب بردارد ۶ نشود شرم روئے پوش مرا

(۱۱) ترجمہ :۔ (جب دنیا میں) نہ رحم رہا نہ دوستی رہی نہ وفاداری (تو) پھر
اے نظیری اس (اُجڑے) ملک میں میرا کیا کام (بس دور ہی بھلے)

بحر :- خفیف - مسدس مخبون - محذوف -
ارکان :- فاعلاتن ، مفاعلن ، فعلن

تقطیع :- بانگ نے مے | بر و نۂ ہو | ش مرا
فاعلاتن | مفاعلن | فعلن

میسدہ مے | ز راہ گو | ش مرا
فاعلاتن | مفاعلن | فعلن

(۱) ترجمہ :- بانسری کی آواز میرے ہوش گم کر رہی ہے - (گویا) کان کی راہ سے مجھ کو شراب پلا رہی ہے -

توضیح :- یعنی نالہ سے مجھ کو شراب کا کیف حاصل ہو رہا ہے -

(۲) ترجمہ :- نے کا نالہ (دوست کے) وصال کے خلوت خانہ تک مجھ کو (اپنے) پہلو اور کاندھے پر (یعنی بے اختیارانہ) لئے جا رہا ہے -

توضیح :- یعنی آثار قدرت دوست حقیقی کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں -

(۳) تشریح :- نَحل نخل - نخل درخت خرما - نحل شہد کی مکھی کو کہتے ہیں -

ترجمہ :- تو (غلطی سے) اس کو بانسری سمجھتا ہے - حالانکہ (یہ) شہد کی مکھی والا درخت ہے (جو) ڈنک کے ساتھ مجھ کو (لذت روحانی کا) شہد پلا رہا ہے -

(۴) تشریح :- مے گسار - شراب پینے پلانے والا - مطرب سازندہ گویا -

ترجمہ :- شراب (حقیقت) پینے پلانے والا مطرب - (یعنی رہنمائے کامل) میرے نظر کے سامنے ہے (لہذا اور کسی) مے فروش کی مجھے ضرورت نہیں -

(۵) ترجمہ :- میں راز کے پردہ میں (ایک غیبی بھید ہوں - نغمۂ (مطرب) مجھ کو مصروف جوش و خروش بنا دیتا ہے -

توضیح :- یعنی عالم جوش میں پوشیدہ راز ظاہر کرنے لگتا ہوں - اگر راز کی جگہ ساز اور نغمہ کی جگہ زخمہ ہوتا تو شعر اور بلند ہو جاتا -
(۶) تشریح :- سماعم :- میں میم ضمیر مجرور منفصل نقاب کا مضاف الیہ ہے -
ترجمہ :- جب (مطرب سے حدیث شوق کا) سننا میری نقاب اُلٹ دیتا ہے - تو (کسی کی) شرم میرے لیے مُنھ چھپانے والا (پردہ) نہیں بنتی -
توضیح :- یعنی پھر میں بے باکی کے ساتھ اسرار بیان کرتا ہوں -

غزل مطربم بوجد آورد ۷ جاں رود در سر خروشِ مرا
جوش زد در درون نظیری حرف ۸ کاش بودے سخن نیوشِ مرا

گل خلعت نو داد دگر شاخ کہن را ۲۱/۱ بر سلطنتِ حسن سجل ساخت چمن را
شاخ گل خوشبو برہ باد سحرگاہ ۲ بکشود سرِ نافہ عزالان ختن را
شد لالہ نمیازہ بیا دے لعلت ۳ از بادہ لبالب چو قدح دید دہن را
افراخت صراحی سرو گردن بتوجہ ۴ تا خوش بکت مست دہد جاہ ذقن را
سرتا بقدم نے بتماشا نگراں شد ۵ تا خوب دہد چنگ مطرب بروتن را

(۷) تشریح :- مطربم میں میم ضمیر منصوب متصل آوردہ کا مفعول ہے -
ترجمہ :- مطرب کی غزل مجھے (اس قدر) وجد میں لے آئی (کہ عالم) جوش و خروش میں میری جان نکلی جاتی ہے -
(۸) ترجمہ :- اے نظیری (پھر) دل میں مضمون نے جوش مارا کاش کہ میرے پاس (کوئی میری) بات سننے والا (بھی) ہوتا -
توضیح :- یعنی سننے والوں میں کوئی اہل نہیں ہے - ورنہ باتیں تو کہنے کی بہت سی ہیں -

بحر :- ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف ۔
ارکان :- و تقطیع حسب ۱۸/۱

(۱) ترجمہ :- پھر پُرانی (ننگی) شاخ کو پھول نے نئی پوشاک عطا کر دی ۔ (اور) چمن کے واسطے حسن (و خوبی) کی بادشاہت پہ مہر لگا دی ۔
توضیح :- یعنی موسم بہار میں چمن لہلہانے لگا ۔
اشارہ :- گل کی تشبیہ سجل (مہر) کے ساتھ بہت پاکیزہ ہے ۔

(۲) ترجمہ :- (ہوا یہ بتلا رہی ہے کہ گویا) پھول کی خوشبو دار شاخ نے صبح کی ہوا کے راستے میں ختن کی ہرنوں کے نافہ کا مُنھ کھول لیا ہے ۔

(۳) ترجمہ :- (اے محبوب) تیرے لعل (کے مانند لبوں) کی شراب (آب دہن) کی یاد میں لالہ (بھی) انگڑائی لینے لگا (اس لئے کہ) اس نے (تیرے) مُنھ کو پیالہٗ (شراب) کے مانند شراب سے لبالب دیکھ لیا ۔ (گویا کہہ رہا ہے کہ اِس شراب میں سے مجھے بھی دو کہ میں خمار کی سخت تکلیف میں ہوں) ۔

(۴) تشریح :- چاہِ ذقن ۔ ٹھڈی کے نیچے خوبصورت گڑھا ۔
ترجمہ :- صراحیٔ (شراب) نے (بھی) توجہ کے ساتھ (اپنے) سرو گردن کو اُبھارا تاکہ خوش (خوش) مست کے ہاتھ میں چاہِ ذقن (ساغر) کو رکھ دے ۔
اشارہ :- سر ۔ گردن ۔ کف اور چاہِ ذقن میں تجنیس مراعات النظیر ہے ۔

(۵) تشریح :- بتماشا نگراں ۔ میں دو احتمال ہیں ۔ اول نگراں ۔ اسم حال اور بتماشا اُس کا متعلق ۔ دوئم جمع تماشا نگر ۔ اسم فاعل ترکیبی ۔
ترجمہ :- بقلب مصرعین : تاکہ سارنگی (اپنے) تن بدن کو سازندہ کے

خوب حوالہ کردے (یعنی خوب بجے) اس لئے بانسری سرنا پا محوِ تماشا ہو کر دیکھنے والوں میں جا ملی۔

توضیح :۔ تماشائیوں سے بازی گر کا حوصلہ بڑھتا ہے۔ اسی خیال کے تحت کہتا ہے کہ چنگ کا حوصلہ بڑھانے کے لیئے نَے تماشائیوں میں شامل ہو گئی۔

درعہدِ مے و نغمہ زبس دید درستی ۶ سنبل زخمِ جعد بروں کردہ شکن را
گل برگ بنا گوش و رخت بود مناسب ۷ گلدستہ شد و لبست بر و زلف رسن را
حورانِ بہاری بہ نثارِ مے و مطرب ۸ در بوسہ گرفتند سراپائے چمن را
برگوش خورد نعرۂ احسنت نظیری ۹ بہسی اگر از مردۂ صد سالہ سخن را

نے عدم بودنے وجود ایں جا ۲۲/۱ صورت وہم مے نمود ایں جا
عکس شخصے فتاد در مسکن ۲ نیک جُستیم کس نبود ایں جا

(۶) ترجمہ :۔ چونکہ سنبل نے شراب و نغمہ کے عہد (و پیمان) میں درستی دیکھ لی ہے۔ اس لئے اس نے بھی گھونگھر والے بالوں کے خموں (پیچوں) سے شکن دُور کر دیئے ہیں۔

توضیح :۔ یعنی وقت نشاط ہے اور تمام کائنات میں آثار درستی موجود ہیں۔

(۷) ترجمہ :۔ (اے محبوب) تیرے رخسار اور کان کی لَو کی پنکھڑیاں موزوں تھیں (مگر) گلدستہ بن گئیں اور زلف نے اس پر رسّی باندھ دی۔

توضیح :۔ یعنی زلف نے رسن بن کر اس گلدستہ کی تکمیل کر دی۔

(۸) ترجمہ :۔ موسم بہار کی حوروں (کے مثل پودوں) نے شراب اور مطرب پر قربان ہونے کے لیئے تمام چمن (کی زمین) کو چومنا شروع کر دیا۔

توضیح :۔ یعنی چپہ چپہ پر پھول کے پودے اُگ آئے۔ پودے کا منہ اس

کی جڑ ہے۔ جس سے وہ غذا حاصل کرتا ہے۔ اور وہ زمین میں ہوتی ہے اسی کو بوسہ قرار دیا ہے اور بڑوں کے سامنے زمین چومنا جاں نثاری کی علامت ہے۔

(۹) تشریح :۔ برگوشِ خوردان ۔ سنائی دینا ۔ احسنت ۔ عربی کا صیغہ واحد مذکر ہے جس کے معنی "خوب کہا" کے ہیں شعر کی داد دیتے ہوئے اس لفظ کو بولا جاتا ہے۔

ترجمہ :۔ بقلب مصرعین :۔ اے نظیری (تیرے اشعار کا کیا کہنا !) اگر تو سو سال کے مرے ہوئے شخص سے (بھی) اپنا کلام کو پوچھے گا۔ تو (تیرے) کان میں "واہ واہ" کی صدا آئے گی۔

بحر :۔ خفیف مسدس مخبون مشعث محذوف۔

ارکان :۔ فاعلاتن ، مفاعلن ، فعلن دو بار

تقطیع :۔	نے عدم بو	نے وجود	دیں جا
	فاعلاتن	مفاعلن	فعلن
	صورتے دہ	مُ مے نمو	دیں جا
	فاعلاتن	مفاعلن	فعلن

(۱) ترجمہ :۔ (یہاں عالم میں اب سے پہلے) نہ عدم تھا نہ وجود یہاں (صرف ایک) وہی صورت تھی۔

توضیح :۔ اس پوری غزل میں فلسفۂ آفرینش بیان کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمام ممکنات اپنی ذات کے اعتبار سے نیست ہیں اور صرف خدا کی جانب سے اُن کو وجود ملا ہے۔ اور قبل ایجاد یہاں نہ عدم تھا نہ وجود۔

(۲) ترجمہ :- خانہ (دل) میں ایک ذات (خداوندی) کا عکس و پرتو پڑ گیا۔ (تو سارا عالم اس کے نور وجود سے جگمگا اُٹھا اور جب) ہم نے خوب ٹٹول کر دیکھا تو یہاں کوئی نہ تھا۔

توضیح :- یعنی سارا عالم رنگ برنگ کے آئینوں کا مجموعہ ہے۔ کچھ صاف کچھ میلے جن میں اپنی استعداد کے مطابق قبول عکس کی صلاحیت ہے۔ آفتاب وجود ایک ہے جس کی شعاعیں تمام پہ پڑ گئی ہیں۔ اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق اُنہوں نے اُس کو قبول کر لیا ہے۔ لیکن اُن کی ذات میں دیکھو تو کچھ نہیں۔

حسن ما کرد جلوہٗ بر ما ۳ عشق ما دل ز ما ربود ایں جا
آنکہ بے نطق و سمع مے گویند ۴ ہست در گفت و در شنود ایں جا
و آنکہ نادیدنیش مے دانند ۵ ہست در معرض شہود ایں جا
بوالبشر را قویٰ ملائکہ اند ۶ جزو و کل ہست در سجود ایں جا
کرد انانیت از سجود ابا ۷ ہست ابلیس ہست بود ایں جا
نزد تو جبرئیل وحی آورد ۸ عقل برقع ز رخ کشود ایں جا
مرد چشم عالم انسان ست ۹ شخص عالم بما نمود ایں جا

(۳) ترجمہ :- ہمارا حسن (ہی) ہم پر جلوہ فگن ہوا۔ (اور) اپنا عشق (ہی) ہم سے دل چھین لے گیا۔

توضیح :- اِس شعر میں "ہمہ اوست" کا بیان ہے۔ یعنی جب کہ ہم خدا کی صفات کا مظہر ہیں اور وہ اور ہم الگ الگ نہیں ہیں تو گویا اس کا ظہور اپنا ظہور اور اس کی جستجو اپنی جستجو ہے۔

(۴) ترجمہ :- وہ (ذات) کہ جسے (لوگ) بے گوش و بے زبان کہتے ہیں۔

(وہی) یہاں یعنی عالم ہیں معروف گفت وشنید ہے۔

توضیح :- یعنی خدا کان اور دہان سے منزہ ہونے کے باوجود مظاہر عالم ہیں جلوہ نما ہو کر معروف گفت وشنید ہے۔ اقبال کا شعر ہے۔

جو ہے بیدار انساں میں وہ گہری نیند سوتا ہے۔
شجر میں پھول میں پتے میں آتش ہیں شرارے میں

(۵) **تشریح** :- نادیدنیش - ہیں ش ضمیر مفعولی - معرض - مقام -

ترجمہ :- اور جس کو (لوگ) ناقابل دید بتلاتے ہیں (وہی) یہاں مشاہدہ میں آ رہا ہے۔

توضیح :- یعنی جس خدا کی شان لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَار - (ترجمہ :- اس کو نظریں نہیں پاسکتیں وہ نظروں کو پالیتا ہے) ہے وہی حقیقت میں نگاہ کو تمام مظاہر عالم میں نظر آ رہا ہے۔

(۶) **تشریح** :- قوئ - جمع قوت -

ترجمہ :- آدمؑ کے واسطے فرشتے (بمنزلہ) قوائے (روحانی) کے ہیں - تو گویا یہاں آدمؑ کے سامنے جزو کل کو سجدہ کر رہا ہے۔

توضیح :- اس شعر میں اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ط کی طرف تلمیح ہے - یعنی جب اللہ تعالٰے نے فرشتوں کو آدمؑ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا سب نے سجدہ کیا اور یہ چیز عقل کے موافق ہے اس لئے کہ جزو کل کے تابع ہوتا ہے۔

(۷) **تشریح** :- انانیت - عزور، خودپسندی - آبا - انکار -

ترجمہ :- انانیت (شیطان) نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا - گویا انانیت ہی یہاں ہستیٔ شیطان تھی۔

توضیح :- اِس شعر میں اِلّا اِبلیس اَبٰی واستکبر کی طرف اشارہ ہے یعنی شیطان نے تکبر کی وجہ سے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

(۸) ترجمہ :- تو یہ سمجھتا ہے کہ صرف جبرئیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام خدا وندی لے کر آتے تھے۔ بلکہ یہاں تو عقلِ کل نے چہرہ سے پردہ اُٹھا دیا تھا۔ یعنی علوم آپ کو بلا واسطہ عطا کر دیئے گئے تھے۔

(۹) ترجمہ :- انسان عالم کی آنکھ کی پُتلی ہے (کہ عالم کی زیبائش اسی سے ہے جیسے پُتلی سے آنکھ کی اور آنکھ سے چہرے کی) تو گویا انسان میں وجودِ عالم ہم کو نظر آ گیا۔

توضیح :- یعنی جہان میں باری تعالیٰ کے جمال کا مظہر اتم انسان ہے جو تمام عالم کے خواص وصفات کا حامل ہے گویا انسان اجمال ہے اور سارا عالم اُس کی تفصیل اسی وجہ سے انسان کو عالم صغیر کہا جاتا ہے۔

دیدہ حسن وجمال آنجا را ۱۰ در بصر ہر کہ کحل سود ایں جا
نسبہ ہا نزد ما ہمہ نقد است ۱۱ دیرہا جملہ ہست زود ایں جا
جام گیتی نما نظیری یافت ۱۲ زنگ از آئینہ زدود ایں جا

مانند سراب بند بر پا ۱۳ بیہودہ شدیم دشت پیما
بے بحر نمودہ شکل ساحل ۲ بے آب نمودہ موج دریا
سر دادہ بباد بود و نابود ۳ بگرفتہ ز خاک عرض و پہنا
بر اوج رسیدہ گہ ز پستی ۴ در پست فتادہ گہ ز بالا

(۱۰) ترجمہ :- بقلب معربین :- جس نے یہاں (دنیا میں) اپنی آنکھ میں سرمۂ (معرفت) لگا لیا۔ اس نے وہاں کے حسن وجمال کو دیکھ لیا۔

(ومن کان فی ھٰذہٖ اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ۔
اور جو یہاں اندھا بنا رہا وہ وہاں بھی اندھا رہے گا۔ دیدارِ خدا اُس کو نصیب نہ ہوگا)۔

(۱۱) ترجمہ:- سارے اُدھار (یعنی جزائے اعمال جو آخرت میں ملے گی) ہمارے نزدیک نقد ہیں۔ اور تمام تاخیریں جلدی۔

توضیح:- اعمال کی جزا کے متعلق محققین کی یہ رائے ہے کہ انسان کے اچھے اور بُرے اعمال ہی اچھی یا بُری صورتیں قبول کرکے اس کے لئے باعث راحت یا تکلیف ہوں گے۔ اس لئے کہتا ہے کہ دنیادار اپنی کوربصری کی وجہ سے یہ سمجھتا ہے کہ یہاں سے جانے کے بعد یہ قصہ ہوگا اور ہم کو سب دنیا ہی میں نظر آرہا ہے۔

(۱۲) ترجمہ:- نظیریؔ نے جامِ جہاں نما (دل) پالیا (یعنی) یہاں (عالمِ قیود میں ہی) آئینہ (دل) سے زنگ (کدورت دنیوی) صاف کر دیا ہے۔

توضیح:- یعنی دنیا کی آلائشوں سے صاف ہو کر نظیری کا دل جامِ جہاں نما بن گیا اور تمام حقائق عالم اُس پر واضح ہوگئیں۔

بحر:- ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف۔
ارکان:- مفعول، مفاعلن، فعولن، دو بار

تقطیع:-	مانندِ	سراب بن	دبرپا	بےبودَ	شدیم دَش	تَ پیما
	مفعول	مفاعلن	فعولن	مفعول	مفاعلن	فعولن

(۱) ترجمہ:- سراب کی مانند پاؤں میں (دنیا کی) بیڑیاں ڈالے ہوئے ہم فضول صحرائے ہستی کو طے کرنے والے بنے۔

توضیح :- یعنی مجاز کا وجود سراب کی طرح سے بے حقیقت ہے۔ اگلے
ہمین شعر۔ شدیم کے فاعل سے حال واقع ہیں۔
(۲) ترجمہ :- بغیر دریا کے کنارہ (خشک) کی شکل بنائے ہوئے اور بغیر
پانی کے دریا کی (سی) موج دکھائے ہوئے۔
توضیح :- ساحل کی آغوش میں دریا ہوتا ہے اور موج کے دامن میں پانی
مگر ہماری آغوش میں نہ دریا ہے اور نہ پانی تو ساحل کی طرح خشک لب
اور موج کی مانند مضطرب ہونے سے کیا فائدہ۔
(۳) ترجمہ :- ہست و نیستِ (دنیا) کی ہوا (وحرص) میں بڑے ہو گئے
ہیں۔ اور زمین کی وسعت اور چوڑائی کو قبضہ میں لئے ہوئے ہیں
توضیح :- یعنی دنیا کی حرص میں مبتلا ہیں۔ اور ملکوں کے فتح کرنے کا سودا
دماغ میں سمایا ہوا ہے۔ حالانکہ ہماری اور عالم کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔
(۴) ترجمہ :- کبھی ہم پستی سے بلندی پر پہنچے ہوئے (دیکھے جاتے ہیں)
(اور کبھی بلندی سے پستی میں گرے ہوئے۔

چوں ظلمت نیستی درآمد	۵	نے ماند رُخ و نماند سیما
در نائے ومید دم مغنی	۶	لب بست فرونشست غوغا
عاشق کہ و عشق چیست دانی!	۷	درماندۂ و درد و بے مداوا
سرگشتۂ مطلبِ محالیم	۸	اے کاش نبودے ایں تقاضا
آخر بچہ مایہ قرب جوئیم	۹	بال و پرِ مور و راہ عنقا
آتش نشود بباد خاموش	۱۰	از سر نرود بفکر سودا
چوں حق نشود عیاں نظیری	۱۱	گوئیم کہ لا الٰہ الّا

چہ منت از مدد روزگار بر سر ما ۱۲۳ کہ حسن فطرت اصلی نمود جوہر ما

(۵) ترجمہ: - جب نیستی (موت) کی تاریکی آگئی (تو تمام آرائشیں غائب ہو گئیں) نہ (وہ) چہرہ رہا اور نہ (وہ) پیشانی (تو ایسی زندگی پر کیا اعتماد)۔

(۶) ترجمہ: - اس عالم کی مثال ایسی سمجھو کہ مطرب (قدرت) نے بانسری میں پھونک ماری تو ایک شور (ہستی) مچل گیا۔ اور اس نے لب بند کیئے تو سب شور بند ہو گیا۔

توضیح: - اگر قدرت نے وجود کا فیض جاری رکھا۔ تو عالم موجود رہا ورنہ معدوم ہو گیا۔

(۷) ترجمہ: - (جانتے ہو کہ) عاشق کون (ہوتا) ہے اور عشق کسے کہتے ہیں۔ عاشق درماندہ اور بے کس کو کہتے ہیں اور عشق دردِ بے دوا کو ؎

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا - درد کی دوا پائی دردِ بے دوا پایا

(۸) ترجمہ: - ایک محال آرزو کے لیئے ہم سرگشتہ (و پریشان) ہیں اے کاش کہ (دل کی طرف) سے یہ تقاضا نہ ہوتا۔ یعنی بیتابیٔ دل کے ہاتھوں مجبور ہیں۔

(۹) ترجمہ: - آخر ہم کس برتے پر قرب (دوست) کی طلب کریں (ہم رکھتے تو ہیں چیونٹی کے سے پر و بازو اور راستہ اختیار کیا ہے عنقا کا۔

توضیح: - یعنی ہم اپنے حوصلہ سے زیادہ کی طلب کر رہے ہیں۔

(۱۰) ترجمہ: - آگ ہوا سے بجھتی نہیں (بلکہ) اور بھڑکتی ہے۔ اسی طرح) سوچنے اور فکر کرنے سے دماغ سے سودا (عشق) جاتا نہیں۔ (بلکہ اور بڑھتا ہے۔

(۱۱) تشریح: - چوں حق نشود - میں چوں بمعنی جبا و چگونہ حرف استفہام بھی ہو سکتا ہے اور شرطیہ ظرفیہ بھی بمعنی دقتیکہ۔

ترجمہ :۔ اے نظیریؔ چونکہ (جلوۂ) حق (دل میں) نمودار نہیں ہوتا اس لئے ہم صرف لا الہ الا کہتے ہیں۔

توضیح :۔ مطلب یہ کہ ہم کلمہ توحید پڑھتے وقت اِلّا پر رُک جاتے ہیں اس لئے کہ جب اللہ کا جلوہ دل میں نہیں تو زبان سے کیسے کہیں یا اس لئے کہ جب ہم نے دل میں اُس کا تصور بھی نہیں کیا تو زبان پر جو دل کی ترجمان ہے اُس کا نام کیسے آئے۔ یا اے نظیریؔ (جلوۂ) حق کیوں نمودار نہ ہو (جبکہ) ہم لا الٰہ الا اللہ کا ورد کرتے ہیں یعنی ضرور نمودار ہوگا۔

بحر :۔ مجتث مثمن مخبون محذوف۔

ارکان :۔ و تقطیع مثل ۱/۳

(۱) ترجمہ :۔ زمانہ کی امداد کا ہمارے سر پر کیا احسان ؟ اس لئے کہ ہمارے جوہر (کمال کو (ہماری) فطرت کی خوبی نے ظاہر کیا ہے۔

توضیح :۔ یعنی ہم اپنی استعداد کی وجہ سے درجۂ کمال کو پہنچے، زمانہ نے ہماری کوئی مدد نہیں کی۔

بشعر شاہدم از کودکی نظر باز است ۲ کہ عشق خیزد از آب و ہوائے کشورِ ما
ز ذوقِ ما نشود با خبر مذاقِ سقیم ۳ درست ذائقہ داند مذاقِ شکرِ ما
کمانِ لعب بزہ کردہ در کمیں بودیم ۴ کہ طائرے نہ نشیند ببام و منظرِ ما
متاعِ راحت و شادیٔ ما بغارت داد ۵ چہ فتنہ بود کہ ناگہ در آمد از درِ ما
کدام عربدہ انگیز طرح جنگ انداخت ۶ کہ سنگِ تفرقہ آمد بجام و ساغرِ ما
کے شگفتہ ز معجونِ آب و گل نشود ۷ سرشتہ اند بغم طینتِ مخمرِ ما
غش وجود با کسیرِ عشق زائل کن ۸ کہ زر شود مس از کیمیائے احمرِ ما

ستارۂ دلِ عاشق نہاں کند خورشید ۹ کز آفتاب فروزاں تر است اختر ما

(۲) تشریح :- شاہم - میں میم - نظربازی کا مضاف الیہ ہے۔
ترجمہ :- شعر اور معشوق کی طرف میری توجہ بچپن سے ہے۔ اس لئے کہ ہماری ولایت کی آب و ہوا (ہی) سے عشق پیدا ہوتا ہے۔
توضیح :- یعنی شعرگوئی اور عاشقی ہمارے خمیر میں ہے۔

(۳) تشریح :- مذاقِ سقیم - ترکیب اضافی یا توصیفی - مذاق - ذائقہ زبان و حلق -
ترجمہ :- ہمارے ذوق (عشق) سے مریض (غم دنیا) کی زبان واقف نہیں ہو سکتی۔ جس کا ذائقہ درست ہے۔ وہی ہماری (اس) شکر کا مزہ (کچھ) جان سکتا ہے۔
توضیح :- عشق کا لطف وہی شخص اُٹھا سکتا ہے جو صحیح ذوق رکھتا ہے۔

(۴) ترجمہ :- کھیل کود کی کمان کا چلّہ چڑھائے ہوئے ہم گھات میں بیٹھے تھے۔ تاکہ ہمارے (دل کے) بام اور منظر پر کوئی پرندہ نہ بیٹھنے پائے۔
توضیح :- عمر کھیل کود میں ضائع کر دی جس طرح کہ بچے کمان لیکر چیل کوّوں کو مارا کرتے ہیں یا بیٹھے تو ہم شکار کریں۔

(۵) ترجمہ :- بقلبِ مصرعین :- وہ کون سا فتنہ (گر) تھا - جو یک بیک ہمارے دروازۂ (دل) سے اندر داخل ہو گیا - اور ہماری راحت و خوشی (کا اہتمام) سامان غارت کر دیا۔
توضیح :- یعنی ہم کو آفتِ عشق میں مبتلا کر دیا - ہو نہ ہو وہ ہمارا ہی فتنہ سامان معشوق تھا۔

(۶) تشریح :- عربدہ انگیز - اسم فاعل ترکیبی - عربدہ یعنی خلاف و جنگ -

ترجمہ:۔ کس جھگڑالو (معشوق) نے لڑائی کی بنیاد ڈال دی کہ ہمارے جام و ساغر پر تفرقہ (اندازی) کا پتھر گر پڑا۔

توضیح:۔ یعنی سامان راحت سب تتر بتر ہو گیا۔

(۷) تشریح:۔ معجون آب و گِل۔ کنایہ از انسان۔ طینت۔ طبیعت۔ سرشت اصل، طین۔ خمیر آب و گِل کو کہتے ہیں۔ مخمر۔ اسم مفعول از تخمیر یعنی خمیر کردہ شدہ۔

ترجمہ:۔ پانی اور مٹی سے مرکب (انسانوں) میں سے کوئی (بھی) خوش نہیں ہو سکتا۔ (اس لیے کہ قضا و قدر نے) ہمارے خمیر ہی میں غم کو شامل کر دیا ہے۔

(۸) ترجمہ:۔ اپنے وجود (اور خودی) کے کھوٹ کو عشق کی کیمیا کے ذریعے دُور کر ڈال اس لئے کہ تیرا تانبا (یعنی نفس کثیف) ہماری سُرخ کیمیائے (عشق) سے (کھرا) سونا بن سکتا ہے۔

(۹) ترجمہ:۔ عاشق کے دل کا ستارہ آفتاب کو (بھی) ماند کر دیتا ہے کیونکہ ہمارا ستارہ (دل) آفتاب سے (بھی) زیادہ روشن ہے۔

گدا اختیم ز درد خمار نایابی ۱۰ بیک دو جرعہ کس آبے نزد باخگرِ ما

نوا برآر و دریں پردہ کن نظیری رقص ۱۱ کہ ہست دلبرِ ما از الست دلبرِ ما

تمکیں خرد بروز سر شور و شرم را ۲۵/۱ پیری برہ انداز شب غفلت سحرم را

مانند ترنجم کہ خزانست بہارش ۲ دم سردیٔ وے تازہ کند برگ و برم را

تا سدرہ بپرم اگرم در بکشایند ۳ ہر چند کہ فرسودہ قفس بال و پرم را

کوتاہی عیشم پے پند دگرانست ۴ دہر از پے تادیب برد شاخ ترم را

در ہر قدمے صد خطرم بر سر راہ ست ۵ وز بہر اقامت نہ مقام سفرم را

(۱۰) ترجمہ:۔ شراب نہ ملنے کی وجہ سے خمار کی تکلیف میں ہم پگھل گئے۔ (اور کسی غمخوار نے) ایک دو گھونٹ پانی (بھی) ہمارے (دل کے) انگارے پر نہ چھڑکا۔

(۱۱) تشریح:۔ اَلَسْتُ۔ سے مراد ازل ہے۔ اس لئے کہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کا عہد ازل میں ہی لیا گیا تھا۔

ترجمہ:۔ اے نظیری گا اور اس بہنۂ عالم) میں ناچ اس لئے کہ ہمارا (باوفا) معشوق ازل سے ہمارا معشوق ہے۔

توضیح:۔ یعنی معشوق حقیقی کا تعلق ہمارے ساتھ قدیمی ہے۔

بحر:۔ ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف۔

ارکان:۔ و تقطیع حسب ۱۸/۱

(۱) تشریح:۔ شور و شرم۔ میں میم ضمیر مجرور۔ شر کا مضاف الیہ ہے۔

ترجمہ:۔ عقل کی پختگی نے میرے دماغ سے (جوانی کا) جوش و خروش نکال دیا (اور بڑھاپے نے میری صبح کو شب غفلت (کے نیچے) سے چھڑا دیا۔

توضیح:۔ یعنی جوانی میں جو غفلت کی کیفیت تھی وہ اب باقی نہیں رہی۔ اور اب ہم صبح کو خواب غفلت سے بیدار ہونے لگے۔ شب اور سحر کے الفاظ سے زمانہ جوانی کے سیاہ بالوں اور بڑھاپے کے سفید بالوں کی طرف بھی اشارہ نکلتا ہے۔

(۲) تشریح:۔ دَے۔ بفتح دال و سکون یائے مجہول نام مہینہ پوس۔ جس میں سخت جاڑا پڑتا ہے۔

ترجمہ :- میں نارنگی کی طرح ہوں - کہ خزاں (ہی) اس کے لیے بہار ہے (اسی طرح) میرے برگ وبار (یعنی سامانِ آخرت) کو (پیری کے) ماہ پوس کی سرد ہوائیں (یعنی آہیں) تروتازہ کرتی ہیں -
توضیح :- یعنی بڑھاپے میں بارگاہِ خداوندی میں آہ و بکا کرنے کی وجہ سے امید نجات ہوگئی ہے -
(۳) تشریح :- اگرم - میم در کا مضاف الیہ ہے - اور ایک مضاف محذوف ہے - یعنی درِ قفسم -
ترجمہ :- یقلب مسرعین - میرے پر وبال (یعنی قوت عمل) کو قفس (خاکی) نے (بالکل) گھس ڈالا ہے - (لیکن مجھ میں اب بھی وہ قوتِ پرواز ہے) کہ اگر میرے قفس کا دروازہ کھول دیں - تو سدرۃ المنتہیٰ (مقام جبرئیل) تک اُڑ کر پہنچ سکتا ہوں -
توضیح :- عالمِ پیری میں بھی میرے جوش کا یہ عالم ہے
(۴) ترجمہ :- (ہنر و کمال کے باوجود) میرے (سامانِ) عیش کی تنگی اس لئے ہے کہ دوسرے اس سے عبرت حاصل کریں (گویا باغبانِ زمانہ (عیش وعشرت یا قدو قامت) کی میری تروتازہ شاخ دوسروں کو سبق دینے کے لئے کاٹ رہا ہے -
(۵) ترجمہ :- راستہ میں ہر ہر قدم پر سیکڑوں خطرے ہیں اور قیام کرنے کے واسطے میرے سفر کے لیئے کوئی مقام نہیں -
توضیح :- یعنی سفر طویل جس میں منزل کا تعین نہ ہو - اور خطرات ہر ہر قدم پر ہوں - ایسا سفر اختیار کرنا بڑے حوصلہ کا کام ہے -

رہ طے نکنم مرحلۂ را کہ بہر گام ۶ از ہول مصیبت نگذارد جگرم را
شاید کہ چو تسلیم و رضا بدرقہ گردد ۷ رہ امن شود وادیٔ خوف و خطرم را
سعی کنم و رخت بمنزل برسانم ۸ تا کس نرسانیدہ برہزنان خبرم را
از خانۂ چشمش نگذارم بدر آید ۹ بر ہوئے تو گر راہ نباشد نظرم را
صد لابہ بامید یکے ابرام تو کردم ۱۰ یک بار تلخی نخریدی شکرم را
چوں توبہ کنم از غزل قول نظیری ۱۱ دوران خرد از صد ہنر ایں یک ہنرم را

اے کردہ خراب خانہا را ۲۶ آ برہم زدہ آستانہا را

(۶) ترجمہ :- میں کسی ایک مرحلہ اور پڑاؤ کا راستہ طے نہیں کرتا جہاں
ہر ہر قدم پر مصیبتیں خوف کے مارے میرا جگر نہ گھلا دیتی ہوں۔
خلاصہ :- یعنی راہِ سلوک بڑی خطرناک راہ ہے۔
(۷) تشریح :- تسلیم و رضا - احکام خداوندی کو مان لینا اور فیصلہ خداوندی
پر رضامندی کا اظہار کرنا - بدرقہ - رہنما - امن - مامون۔
ترجمہ :- (ان حالات میں سلامتی کی امید کہاں- ہاں اگر تسلیم و رضا میرے
رہنما بن جائیں تو (شاید) میری خطرناک وادی کا راستہ پُرامن ہو جائے۔
(۸) ترجمہ :- میں (ابھی) سے کوشش کروں اور منزلِ (مقصود) پہ
اپنا سامان پہنچا دوں - اِس خوف سے کہ کہیں کسی نے میرے رہزن (نفس)
کو میری خبرِ (سفر) نہ پہنچا دی ہو۔
توضیح :- یعنی اس سے پہلے کہ نفسانی جذبات جو رہزن ہیں ابھریں
میں ترکِ خودی کر کے منزل تک پہنچ جاؤں۔
(۹) تشریح :- چشمش - میں یش - ضمیر مفعولی جس کا مرجع دوسرے مصرعہ

میں نظر ہے۔
ترجمہ:۔ بقلب مصرعین:۔ (اے محبوب) اگر میری نظر کا گذر تیرے چہرے پر نہ ہوگا تو (پھر) میں اس کو حلقۂ چشم سے (رہی) باہر نہ نکلنے دوں گا۔
کما قلت۔ گر ز شمع رُخت نیا بد نور + روشنائی مباد چشم مرا +
(۱۰) تشریح:۔ لابہ۔ خوشامد۔ ابرام۔ ضد، گالی۔
ترجمہ:۔ اے معشوق تیری ایک ضد دیکھنے اور گالی سُننے کی آرزو میں میں نے سیکڑوں خوشامدیں کیں مگر افسوس! تونے ایک بار (بھی) اپنی تلخیٔ دشنام (کے بدلہ میری (منت وسماجت کی) شکر کو نہ خریدا۔
(۱۱) ترجمہ:۔ نظیری میں غزل اور شعر، کہنے سے کیسے توبہ کرلوں (جب کہ) زمانہ میرے سیکڑوں ہنروں میں سے اسی ایک ہنر کا خریدار ہے۔
توضیح:۔ یعنی میرے تمام ہنروں میں سے اسی ایک ہنر کی تو زمانہ قدر کرتا ہے۔ تو کیا اسے بھی چھوڑ دوں؟ -

---

بحر:۔ ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف۔
ارکان:۔ و تقطیع مثل ۲۳/۱

(۱) ترجمہ:۔ اے (وہ ذات گرامی) کہ جس نے (گمراہی کے) گھروں کو اُجاڑ دیا (قیصر و کسریٰ کے) آستانوں کو درہم برہم کر دیا (یا اپنے عشق میں اپنے عاشقوں کو خانہ خراب بنا دیا)۔

صبا دو شان بدام زلفت ۲ در باختہ صید خانہا را
کردہ بہ بتاں دلربا شرط ۳ بُردہ بگرو نشانہا را
از بہر تو صد ہزار صیاد ۴ آراستہ دام و دانہا را

شاہاں بفصاحتِ تو دادہ ۵ مفتاح درِ خزانہا را
درعقدۂ جعدِ نیم تابت ۶ مشاطہ شکستہ شانہا را
تاکشتۂ غمزۂ تو گردم ۷ برساختہ ام بہانہا را
دآمد شد ہر مزار ومعبد ۸ فرسودہ ام آستانہا را
شیرازۂ نظمِ خویش بندم ۹ منسوخ کنم فسانہا را

(۲) تشریح :۔ صید خانہ بمعنی دام۔ قفس۔
ترجمہ :۔ شکار کرنے والے تیری زلف کے جال میں (پھنس کر
اپنے) جالوں کو ہار بیٹھے۔
توضیح :۔ یعنی جو خون کے پیاسے تھے۔ وہ جان نثار بن گئے (یا)
آپ کا حسن میں کوئی ہمسر نہیں کہ دلوں کو صید کرنے والے حسین بھی
آپ کے دام گیسو میں گرفتار ہو گئے۔
(۳) تشریح :۔ "شرط کردن"۔ شرط لگانا اور مقابلہ کرنا۔ "نشان بردن"۔
گھوڑ دوڑ وغیرہ کی بازی میں کچھ نیزے بطور نشان کے لگا دیتے
ہیں۔ جو آگے رہتا ہے وہ ان کو اٹھا لیتا ہے۔ اس لئے نشان بردن
کے معنی کامیاب ہو جانے کے ہیں۔
ترجمہ :۔ (جس نے) دلربا حسینوں کے ساتھ (دلربائی میں) شرط لگائی
(اور) مقابلہ میں (سبقت کے) نشانات (اٹھا) لیئے گئے۔
توضیح :۔ یعنی آپ حسن وجمال میں سب پر فائق رہے۔
(۴) ترجمہ :۔ اور تیرے واسطے لاکھوں (طلبگاروں) شکاری جال اور دانے
آراستہ کئے ہوئے تھے (یعنی پھیلائے ہوئے ہیں)۔
توضیح :۔ یعنی آپ کے طلب گار اور جان نثار بے شمار ہیں۔

(۵) ترجمہ :۔ تیری فصاحت (وبلاغت) پہ بادشاہوں نے (اپنے خزانوں کے دروازے کی کنجی (تیرے) حوالہ کر دی۔
توضیح :۔ یعنی آپ کی دعوت پہ ایمان لائے۔ اور اطاعت قبول کی۔
(۶) تشریح :۔ "جعد" گھنگھریالے بال۔ "مشاطہ" مشط یعنی کنگھی سے ماخوذ ہے۔ دلہن کو آراستہ کرنے والی عورت کو کہتے ہیں۔
ترجمہ :۔ تیری گھنگھریالی زلف کی گرہ میں مشاطہ (قدرت) نے (اپنا) کنگھا (ہی) توڑ دیا۔ یعنی آرائش و مشاطگی ختم کر دی۔
اشارہ :۔ ختم نبوت کی طرف اشارہ ہے۔
(۷) تشریح :۔ "غمزہ" اشارۂ چشم۔
ترجمہ :۔ بقلب معربین :۔ تیرے غمزۂ (دلنواز) کا شہید بننے کے لئے میں نے بہت سے حیلے بہانے گھڑ رکھے ہیں۔
توضیح :۔ یعنی میں اس تدبیر میں لگا ہوا ہوں کہ کسی طرح آپ کے غمزہ کا شکار ہو جاؤں۔
(۸) ترجمہ :۔ (تیری جستجو میں) ہر مزار اور عبادت خانہ میں (کثرتِ) آمد و رفت کی وجہ سے میں نے جوتوں کو گھس دیا ہے۔
(۹) تشریح :۔ "شیرازہ بستن" متفرق چیزوں کو یکجا جمع کرنا۔
ترجمہ :۔ (مجھے چاہیئے کہ) میں اپنی نظم کا مجموعہ تیار کر لوں (اور تمام شعراء کے) افسانوں کو منسوخ کر دوں۔
توضیح :۔ یعنی نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے اشعار کہوں جس سے دوسرے شعراء کا کلام اسی طرح منسوخ ہو جائے۔ جس طرح شریعت محمدی کے بعد دوسرے مذاہب، منسوخ ہو گئے۔

صوتے بنوائے نو بر آرم ۱۰ بر باد دہم ترانہا را
گر دید ندیم غم نظیری ۱۱ خواری نرسد یگانہا را

نیست زیں دیر آب و دانۂ ما ۲۲/۱ ملکوت است آشیانۂ ما
لبِ کہسار و بلبلِ گلزار ۲ گوش دارند بر ترانۂ ما
ہر طرف صوتِ تازۂ بندند ۳ از غزلہائے عاشقانۂ ما
حرف شیریں شود فراموشش ۴ خسرو ار بشنود فسانۂ ما

(۱۰) ترجمہ: ۔ نئے سروں میں گاؤں اور سب (پہلے) ترانوں اور راگوں کو برباد کر ڈالوں۔

(۱۱) ترجمہ: ۔ (دیکھو بیچارہ) نظیری غم (عشق) کا ہمنشین بن گیا ہے۔ (خدا کرے کبھی) اپنوں کو ذلّت نہ پہنچے (کہ اس کی بڑی تکلیف ہوئی ہے)
یا اے نبی! دیکھیے! اپنوں کی ذلّت نہ ہو۔

توضیح: ۔ دوسرا مصرعہ دعائیہ ہے یا ندائیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرکے کہتا ہے کہ دیکھیے اپنوں کی ذلّت نہ ہو، شفاعت فرمائیے گا۔ یا۔ خود غم عشق سے خطاب کرکے یہی درخواست کرتا ہے۔ بقول فانی ؎

اے دردِ عشق اتنی کرم کی نظر رہے ۔ صبر و قرار تیرے حوالے ہوئے تو ہیں

بحر ۱۔ خفیف مسدس مخبون محذوف
ارکان: ۔ و تقطیع مثل ۲۲/۱

(۱) تشریح: ۔ ملکوت ۔ عالم روحانی ۔ عالم فرشتگان۔

ترجمہ :۔ ہمارا دانہ پانی اس عالم (خاکی) سے نہیں ہے (بلکہ) ہمارا (اصلی) آشیانہ عالمِ روحانی ہے۔
توضیح :۔ مراد یہ ہے کہ روحِ انسانی کا اصلی مقام یہ دنیائے فانی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا اصلی مسکن عالمِ روحانی ہے۔ صرف کچھ دنوں کے لیے وہ اس عالم آب و گل میں جلوہ افروز ہو گئی ہے۔ اس لئے اس دنیا سے دل نہ لگانا چاہیئے۔

(۲) ترجمہ :۔ پہاڑوں کے چکور اور چمن کے بلبل (سب) ہمارے ترانۂ (عشق) پر کان لگائے ہوئے ہیں۔
توضیح :۔ یعنی انہوں نے جو عشق کا سبق ہم سے پڑھا ہے۔ اسی کے تکرار میں معروف ہیں ؎

کچھ بلبلوں کو یاد ہے کچھ قمریوں کو حفظ
عالم میں ٹکڑے ٹکڑے میری داستاں کے ہیں

(۳) ترجمہ :۔ (طائرانِ چمن) ہر طرف ہماری عاشقانہ غزلوں (کے سُن لینے) کی وجہ سے نئے نئے سر نکال رہے ہیں ؎

بس چمن میں کیا گیا گو یا دبستاں کھل گیا
بلبلیں سُن کر میرے نالے غزلخواں ہو گئیں

(۴) ترجمہ :۔ بقلب مصرعین :۔ خسرو اگر ہمارا افسانۂ (حسن وعشق) سُن لے تو شیریں کے لفظ کو (بھی) بھول جائے۔
توضیح :۔ یعنی ہمارا محبوب حسن میں شیریں سے اور ہم عشق میں خسرو سے اتنے بڑھے ہوئے ہیں کہ اگر وہ ہماری داستان سُن لے تو اپنے عشق اور اپنی معشوقہ کو بھول جائے۔

دیں فروشانِ خانہ بر دوشیم ۵ دلق و دستارِ ماست خانۂ ما
بسلم ملک و مال مے بازیم ۶ دل خورسند بس خزانۂ ما
لمن الملک میزنیم امروز ۷ غیر ما کیست در زمانۂ ما
خور پس از استوا سجود کند ۸ بس بلند است آستانۂ ما
حذر از ما کہ برق در ابریم ۹ رعدئے نالد از زبانۂ ما
زخم قوس قضا بما نرسد ۱۰ ہست تیر قدر نشانۂ ما
خرج یک روزۂ نظیری نیست ۱۱ حاصل عمر جاودانۂ ما

(۵) ترجمہ: ۔ہم (کفرِ عشق کے بدلے) دین کو بیچ ڈالنے والے اور خانہ بدوش لوگ ہیں (چنانچہ) ہمارا گھر ہماری گدڑی اور پگڑی ہے (جو ہمارے سر اور کندے پر ہے ۔

توضیح ۔یعنی عشق نے ہم کو دنیا و دین دونوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔

(۶) تشریح: "سلم" خرید و فروخت کا ایک خاص طریقہ جس میں قیمت پیشگی دی جاتی ہے ۔اور خرید کردہ جنس کی مقدار اور قبضہ کے لیے وقت اور جگہ کو متعین کر لیا جاتا ہے ۔

ترجمہ: ۔ہم بیع سلم کے طور پر (اپنے) مال و ملک کی بازی لگا دیتے ہیں (اور ہار بیٹھے ہیں) ہمارے لیئے (تو) بے فکر دل کا فی خزانہ ہے۔

توضیح: ۔ہم نے عشق میں اپنا سب کچھ لٹا کر دلِ بے فکر حاصل کر لیا۔ اور ہمارے لیئے یہی سب کچھ ہے ۔

(۷) تشریح: "لمن الملک" قرآن کی آیت کا ٹکڑا ہے جو کثرت استعمال سے بطور اسم مستعمل ہونے لگا ہے ۔ پوری آیت یہ ہے لمن الملک الیوم ط اللہ الواحد القہار ۔ اللہ تعالیٰ حشر میں فرمائیں گے کہ آج کس کی حکومت ہے؟

صرف اللہ کی جو یکتا اور بڑا غلبہ والا ہے۔

ترجمہ:۔آج ہم (بھی مملکت عشق کے بارے میں) لمن الملک کا نعرہ لگاتے ہیں (اس لئے کہ واقعی) ہمارے زمانہ میں ہمارے سوا اور ہے بھی کون؟

توضیح:۔ یعنی سلطنت عشق کی بادشاہی آج صرف ہم کو حاصل ہے۔

(۸) تشریح:۔" خور" آفتاب۔" استوا" آفتاب کا سمت الراس پر پہنچنا۔ برابر ہونا۔ سیدھا ہونا۔ آفتاب کے خط استوا کے پہنچنے کو قیام سے اور حالت زوال وغروب کو رکوع وسجود سے تعبیر کیا ہے۔

ترجمہ:۔ استوا کے بعد آفتاب (بھی ہم کو) سجدہ کرتا ہے (اس سے معلوم ہوگیا کہ) ہمارا آستانہ بہت بلند ہے۔

توضیح:۔ یعنی انسان خطرہ قدس کا سدرہ نشین طائر ہے۔ آفتاب بھی جس کے لئے مسخر کر دیا گیا ہے۔

(۹) تشریح:۔" قضا" وہ حکم خداوندی جو مخلوق کے حق میں دفعتاً صادر ہوا اور" قدر" وہ حکم جو بتدریج حکم اوّل کے مطابق صادر ہو۔ اسی اعتبار سے قدر کو قوس قضا کا تیر قرار دیا۔۔۔

ترجمہ:۔ قضا کی کمان کا زخم ہمارے نہیں سہ سکتا (کیونکہ) تیر قضا (خود) ہمارا نشانہ ہے۔

توضیح:۔ یعنی ہم ایسے بلند مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ مقدارات عالم ہماری مرضی کے تابع ہوگئے ہیں۔ اس لئے اب قضا و قدر کے آسیب وگزند کا کوئی خوف نہیں رہا۔

(۱۰) تشریح:۔" حذر" ڈرنا، پرہیز کرنا۔" رعد" بجلی کی کڑک۔ ایک فرشتہ کا نام جو بادلوں کو چلاتا ہے۔" زبانہ" شعلہ۔

ترجمہ :- ہم سے بچو کہ ہم بادل کی بجلی ہیں (یا اپنے ابر سینہ میں برق تجلی رکھنے والے ہیں)۔ رعد بھی ہمارے شعلہ کی وجہ سے چلاتا ہے۔

(۱۱) ترجمہ :- بتقلب مصرعین :- ہماری دائمی عمر کا حاصل (سرمایہ) نظیری کے ایک دن کا بھی خرچ نہیں ہے۔ (یعنی حیات جاوید بھی اس کی نظر میں ہیچ ہے۔ کیونکہ عاشق صادق قضا کا طالب ہوتا ہے)

۲۸

بریدن نرود ذوق تو از اندیشۂ ما ۱ سالہا پنجہ بہم دادہ رگ و ریشۂ ما

اصل ما آب ز سرچشمۂ تحقیق خورد ۲ گل تسلیم و رضا آورد اندیشۂ ما

مئے منصور کہ در جوش ز خامیہا بود ۳ بعد دورے بقوام آمدہ در شیشۂ ما

در مجس و خارہ ببینیم بجز جلوۂ دوست ۴ شجر وادی ایمن بود از بیشۂ ما

عشق آوردہ خلیل اللہ ز آذر چہ عجب ۵ یا صمد گوئے شود گر صنم از تیشۂ ما

کوہکن از ہنر عشق ندارد نامے ۶ کار را ہست کہ عشق ست ہمیں پیشۂ ما

بحر :- رمل مثمن مخبون محذوف۔

ارکان :- و تقطیع حسب $\frac{۱۵}{۱}$

(۱) تشریح :- "بریدن" مراد قطع نظر یا قطع تعلق کرنا۔ "پنجہ بہم دادن" باہم پیوست رہنا۔

ترجمہ :- (ہماری جانب سے) قطع نظر کرنے یا (تیری) جانب سے) قطع تعلق کرنے سے تیرا ذوق عشق ہمارے خیال و دماغ سے نہیں نکل سکتا (اس لیے کہ) برسوں ہمارے رگ و ریشہ (جسم و روح) میں پیوست رہا ہے یعنی عشق حقیقی فانی نہیں ہوتا۔

(۲) تشریح :- "اصل" جوہر۔ "تسلیم" احکام خداوندی کے سامنے سر جھکا دینا

اور اپنے معاملات کو خدا کے حوالہ کر دینا۔ " رضا " حکم خدا وندی پر راضی رہنا۔ دونوں تصوف کے مقامات میں سے ہیں۔

ترجمہ :۔ ہماری بیخ تحقیق کے سرچشمہ سے آبیاری حاصل کرتی ہے (یہی وجہ ہے کہ) ہمارا خیال تسلیم و رضا کے پھول کھلاتا ہے۔ یعنی چونکہ ہم کو مرتبہ یقین حاصل ہے اس لئے تسلیم و رضا ہمارا شیوہ ہے۔

(۳) تشریح :۔ قوام " مزاج صحیح " شیشہ " بوتل مراد دل۔

ترجمہ :۔ منصور کی وہ شراب (معرفت) جو خامیوں کی وجہ سے جوش مار رہی تھی (اب) ایک طویل زمانہ کے بعد ہمارے شیشۂ (دل) میں صحیح قوام میں آئی ہے۔ یعنی منصور کا دعویٰ انا الحق بر بنائے خامی تھا کہ وہ شراب معرفت کے چند جرعوں کو ضبط نہ کر سکا۔ گر ہمارا شیشہ دل اسی شراب سے بُر ہے اور با اینہمہ وہ جوشِ خام نہیں ہے سے

قطرہ اپنا بھی حقیقت میں ہے دریا لیکن — ہم کو منظور تنک ظرفی منظور نہیں

(۴) تشریح :۔ وادی ایمن " وہ وادی جس میں حضرت موسیٰؑ نے ایک درخت سے آگ جلتی ہوئی دیکھی تھی۔ پاس گئے تو اُس سے ندائے انا ربک فاخلع نعلیک سُنی۔

ترجمہ :۔ کانٹوں اور گھاس پھونس میں (بھی) ہم سوائے دوست کے جلوہ کے اور کچھ نہیں دیکھتے۔ (چنانچہ) وادی ایمن کا درخت ہمارے جنگل کا ہے یعنی ہم مجاز میں حقیقت کا جلوہ دیکھتے ہیں۔

(۵) تشریح :۔ خلیل اللہ " لقب حضرت ابراہیمؑ " آذر " حضرت ابراہیمؑ کے والد کا نام " بامدگو " اسم فاعل نہ کہیں۔

ترجمہ :۔ (جبکہ) خلیل اللہ آذر سے عشق (الٰہی حاصل کرکے) لائے تو کیا

تعجب ہے کہ ہمارے تیشہ سے (بھی) بُت یا صمد یا صمد پکارنے والا بن جائے۔

توضیح:- یعنی جب کہ آزر بُت تراش کا بیٹا خلیل اللہ بُت شکن ہو سکتا ہے تو اگر ہمارے تیشہ لا الٰہ الّا اللہ کی ضرب سے انانیت وخودی کے بتوں کے منہ سے یا صمد کے نعرہ نکلنے لگے تو اس میں کیا تعجب ہے۔

(۶) ترجمہ:- پہاڑ کھودنے والا (فرہاد) عشق کے ہنر سے کوئی نام وعزت نہیں رکھتا (یہ درحقیقت) ہمارا کام ہے۔ اس لئے کہ ہمارا پیشہ صرف عشق ہے۔ غالب کہتا ہے ؎

عشق و مزدوری عشرت گہ خسرو کیا خوب - ہم کو منظور نکو نامی فرہاد نہیں

گل و برگِ چمنِ عشق نظیری مائیم ۷ نرود تا ابد از خاک رگ و ریشۂ ما

نظر بر روے او دزدیدہ بکشا ۲۹/۱ زخود گم گرد و بر روے دیدہ بکشا

گل پژمردۂ ما باغبان چید ۲ صبا گو غنچۂ نا چیدہ بکشا

مبادا عالمے را جاں برآید ۳ گرہ از زلفِ خود فہمیدہ بکشا

بگلشن بگذر و در طعنۂ گل ۴ زبانِ بلبلِ شوریدہ بکشا

برافشاں کاکل و شمشاد را گو ۵ شکنجِ طرۂ ژولیدہ بکشا

(۷) ترجمہ:- اے نظیری چمن عشق کے پھول پتے (سامان زینت) ہم ہیں (اس لئے کہ) ہمارا رگ و ریشہ زمین سے کبھی نہیں نکل سکتا یعنی ہم کو بطفیل عشق حیاتِ جاوید مل گئی ہے کیونکہ ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر ست

بحر :- ہزج مسدس محذوف
ارکان :- مفاعیلن - مفاعیلن - فعولن -

تقطیع :-

نظر بر رو	ی او دزدی	وَ بگشا
مفاعیلن	مفاعیلن	فعولن
زخود گم گر	دُ برِ دِ دی	دَ بگشا
مفاعیلن	مفاعیلن	فعولن

(۱) ترجمہ :- اس (محبوب) کے چہرہ پہ نظر چرا چرا کر ڈال (اور) اپنے آپ سے گم ہو کر اس کو دیکھ -
توضیح :- یعنی تیرے اور خدا کے درمیان خود تیری خودی حائل ہے اس کو دور کرنے کے بعد اس کے جمال کا مشاہدہ ہو سکتا ہے
(۲) ترجمہ :- ہمارے کمہلائے ہوئے (ہستی کے) پھول کو (زمانے کے) مالی نے توڑ کر پھینک دیا (ذرا) باد صبا سے کہہ دو کہ وہ (کسی) بچی کچی کلی کو (ہی) کھلا دے -
توضیح :- دل پر فرحت و خوشی کے بعد اداسی چھا گئی - اس کے دُور کرنے کی کوئی تو تدبیر ہونی چاہیئے - یا - مراد یہ ہے - کہ اس چمن ہستی سے اب ہمارا تو کوچ ہو رہا ہے - اب نوجوانوں کو پھولنا پھلنا مبارک ہو -
(۳) ترجمہ :- بقلب صرعین (ارے دوست ! (اپنی) زلف کے بل (فنا صحیح) سمجھ کر کھول رکھیں ایسا نہ ہو کہ ایک عالم کی جان نکل جائے -
توضیح :- یعنی تیری زلف کی پریشانی و آراستگی عالم کے فنا ہو جانے کا باعث ہے - عرفا محبوب حقیقی کی زلف گرہ گیر عالم مجاز کو قرار دیتے ہیں اس لئے کہ اس کے پیچ و خم نکلنے سے عالم مجاز کا معدوم ہو

جانا ظاہر ہے۔ (دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے) کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ تیری زلف سے عالم کی جان جو اس کے پیچ وخم میں ہے نکل کر رازِ عاشقی اور تیری زلفوں کی ستم پیشگی آشکارا نہ کر دے۔ اس لئے گرہِ زلف ذرا سوچ سمجھ کر کھول۔

(۴) ترجمہ:۔ (اے محبوب) تو باغ میں جا اور بلبل شوریدہ (حال) کی زبان گل کے طعنے دینے کے لئے کھول دے۔

توضیح:۔ یعنی بلبل تیرے حسن کو دیکھ کر گل سے تعلق منقطع کرنے کے لئے آمادہ ہو جائے گا۔ اور اس کو طعنے دینے لگے گا۔ مراد یہ ہے کہ تو حسن میں گل سے بڑھا ہوا ہے۔

(۵) تشریح:۔ "کاکل" وسط مہر کے بال۔ "طرۃ" پیشانی کے بال اور زلف کان کے پاس کے بال۔ "شمشاد" ایک سیدھے اور طویل درخت کا نام جس کے پتے لچھے دار ہوتے ہیں۔

ترجمہ:۔ (اے دوست! اپنی) زلف بکھیر کر شمشاد سے کہہ کر کہ تو (بھی اپنی) الجھی ہوئی زلف کے بل نکال۔

توضیح:۔ یعنی زلف کی آراستگی میں شمشاد کو دعوت مقابلہ دے۔ یقیناً وہ ہار جائے گا۔ یا مراد یہ ہے کہ شمشاد اس قابل نہیں کہ مقابل دوست ہو اس لیے اس کو زلف کے شکن کھول دینے چاہئیں۔

گرہ بر جبین ابرو از چہ داری ۶ سراین نافۂ پیچیدہ بکشا
زرمزِ عشق آگاہی نظیری ۷ معمائے دل نشنیدہ بکشا

مستی ربودہ از کفِ مستی زمامِ ما ۱ـ۳۰ مطرب نمیدہد خبرے از مقامِ ما

ناگشته ایم غافل از دور مانده ایم ۲ پدرام مے شویم کہ وحشی ست رام ما
دانی کہ نور مردمک چشم عالمیم ۳ بینی اگر بدیدۂ معنی خرام ما
خود را بمرہ برصفِ شمشیر مے زنیم ۴ گاندر فنائے ماست بقار دوام ما

(۶) ترجمہ:۔(اے محبوب) تو نے اپنی چینِ ابرو شکن کس لئے ڈال رکھی ہے (بہرِ خدا!) اس بند نافہ کے منہ کو کھول۔

اشارہ:۔ گرہ ابرو کی تشبیہہ نافہ مشک سے کس قدر پاکیزہ ہے اور لفظ چین سے ملک چین کا ایہام کتنا معنی خیز ہے۔

(۷) تشریح:۔ دوسرے مصرعہ میں متعدد نسخے ہیں۔ جو نسخہ ہم نے اختیار کیا ہے اس میں لفظی و معنوی کوئی غلطان نہیں۔ "معما از دِل نشنیدہ" کی صورت میں دل نشنیدہ کی ترکیب بے معنی سی ہے۔ ہاں اگر دل کی بجائے دلم ہو تو ترکیب صحیح و درست ہو جاتی ہے۔ اور نشنیدہ حال قرار پائے گا۔ جس سے رموز عشق سے آگاہ ہونے میں نظیری کے امتحان کا پہلو نکلتا ہے۔ یہی توجیہہ "معما از ازل" کے نسخہ کی صورت ہوگی۔ اور نسخہ مختار کی صورت میں "ہائے دل" بہ ترکیب اضافی موصوف اور نشنیدہ صفت ہوگی۔ کیونکہ کبھی مضاف کی صفت کو مضاف الیہ کے بعد ذکر کر دیتے ہیں۔

ترجمہ:۔ نظیری! تو عشق کے اسرار سے واقف ہے (پس میرے) دل کے اَن سُنے معمہ کو حل کر۔

توضیح:۔ یعنی میں اپنے دل کے انوکھے معمہ کو تیرے سامنے یہ سمجھ کر پیش کر رہا ہوں کہ تو رموز عشق سے آگاہ ہے۔ اس لئے شاید اس کا کوئی حل نکال سکے بقول اقبال ؎

پیش تو نہادہ ام دل خویش - شاید کہ تو ایں گرہ کشائی
دوسرے نسخوں کی صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ اے ظہیری! تو رموزِ عشق سے آگاہ ہے (تو) بدوں سُنے دل کے معمہ کو یا عہدِ ازل کے معمہ کو حل کر یعنی یہ معما باوجود دعویٰ آگاہی تجھ سے بھی حل نہیں ہو سکتا۔

بحر ۹۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف۔
ارکان :۔ و تقطیع مثل ۳/۲

(۱) ترجمہ:۔ بے خودی نے ہماری باگ خودی کے ہاتھ سے چھین لی ہے (شرابِ عشق پی کر ہم مدہوش ہیں اور) مطرب (ہم کو) ہمارے مقام کی خبر نہیں دیتا۔ یعنی ؎

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی - کچھ ہماری خبر نہیں آتی

(۲) تشریح:۔ "تا" ابتدائیہ۔ "پدام" خوش "وحشی ست رام ما" میں "تا" ابتدائیہ اور وحشی خبر۔ رام بمعنی مطیع۔ وحشی متنفر غیر مانوس۔
ترجمہ:۔ جب سے کہ ہم اس سے غافل ہوتے ہیں وہ اس سے دُور جا پڑے ہیں (لیکن پھر بھی) ہم خوش ہوتے ہیں کہ ہمارا (شکار) مطیع (ہ) غفلت کی وجہ سے ہمارے ہاتھ سے نکل گیا ہے (وحشی ہے (یعنی وہ کسی اور کے ہاتھ نہیں آسکتا۔ ہم اس کی طرف اگر متوجہ ہو جائیں تو پھر وہ ہمارے پاس آسکتا ہے۔
توضیح:۔ یعنی بندہ خدا سے دور اپنی غفلت کی وجہ سے ہو جاتا ہے۔ ورنہ اگر اس کی طرف متوجہ ہو تو اس کو رگِ گردن سے بھی زیادہ قریب پائے گا۔

(۱۳) ترجمہ :- بقلب معرعین :- اگر تو ہماری حقیقت بیں آنکھوں سے (ہم کو) یا عالم کو) دیکھے گا۔ تو تجھ کو یقین ہو جائے گا کہ ہم (بلاشبہ) عالم کی آنکھ کے لیے پتلی (کے مثل) ہیں۔
توضیح :- یعنی دنیا میں اجالا انسان کے دم سے ہے جس طرح کہ آنکھ کی رونق پتلی سے ہے۔

برکف کلیدِ جنت و برلب سلام حور ۵ رضواں ستادہ در طلب بارِ عام ما
خرمن بباد رفت دو دریں دشت پُر فریب ۶ مرغے نسود گوشۂ بالے بدام ما
پستان دایۂ درکفِ مشتاق شاہد ست ۷ بے گریہ قطرۂ نچکاند بکام ما
تا اقتدا بحافظ شیراز کردہ ایم ۸ گردیدہ مقتدائے دو عالم کلام ما
باران گر یہ طبع نظیری بہار ساخت ۹ گر باد تا برد بگلستان پیام ما

(۴) ترجمہ :- ہم اپنے آپ کو ننگے بدن (یا کھلم کھلا) تلواروں کی صفوں پر ڈال دیتے ہیں (یعنی خوفِ فنا نہیں کرتے کیونکہ) ہمارے فنا ہو جانے میں (ہی) ہمارے لیے دائمی زندگی ہے۔
توضیح :- یعنی ہم عشق میں موت سے پہلے ہی خودی کو ترک کر کے موت ارادی کے ساتھ مر جاتے ہیں۔ کما قیل مُتْ بالارادۃ تحیٰی بالطبیعۃ۔ کہ موت ارادی کے ساتھ فنا ہو جاؤ گے تو فطرت طبیعت کے لحاظ سے زندگی حاصل کر لو گے۔
(۵) تشریح :- مصرعہ اوّل حال واقع ہوا ہے " بارِ عام" داخلہ عمومی۔
ترجمہ :- بقلب مصرعین بہ رضوان (داروغۂ جنت) ہاتھ میں جنت کی کنجی اور لبوں پہ حوروں کا سلام لیے ہوئے ہمارے داخلہ عام کے انتظار میں کھڑا ہے۔

توضیح :- یعنی عشق حقیقی نے ہم کو اس درجہ پر پہنچا دیا ہے کہ رضوان اور
وریں سب ہمارے استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔
(۶) ترجمہ : دنیا کے اس پُر فریب جنگل میں (عمر کا) خرمن کا خرمن برباد ہو
گیا۔ اور (گلزار حقیقت کے) ایک پرندے نے (بھی) ہمارے دامِ (نظر)
ے اپنے بازو کا کنارہ تک نہیں لگایا۔
توضیح :- یعنی عمر ہوا و ہوس میں ضائع ہو گئی۔ اور جو ہماری پیدائش کا
مقصد اصلی تھا فوت ہو گیا۔
(۷) تشریح :- "مشتاق" اسم فاعل از اشتیاق مراد طفل۔ "دایہ" دودھ
پلانے والی عورت۔
ترجمہ :- (شیر خوار) بچہ کے ہاتھ میں دایہ کی پستان (اس امر کی) گواہ
ہے۔ کہ (دایۂ فطرت) بغیر روئے چلائے ہمارے حلق میں (شیر معرفت کی)
ایک بوند نہیں ٹپکاتی۔
توضیح :- یعنی بغیر گریہ وزاری عاشق کے لئے کامیابی ممکن نہیں کہ ؎
تا نگرید ابر کے خندد چمن - تا نہ نالد طفل کے جوشد لبن
(۸) ترجمہ :- جب سے ہم نے حافظ شیرازی کی پیروی اختیار کی ہے (اس
ات سے) ہمارا کلام دونوں عالم کا پیشوا بن گیا ہے۔
(۹) تشریح :- "کو" بمعنی کجا۔
ترجمہ :- آنسوؤں کی بارش نے نظیری کی طبیعت کو (مثل) بہار بنا دیا۔ بادِ
صبا کہاں ہے؟ تا کہ وہ ہمارا پیغام باغ کو پہنچا دے (کہ دیکھ بہار سے کہتے
ہیں جو بہار باغ کی طرح ناپائیدار نہیں)۔
توضیح :- یعنی ہم گھر بیٹھے باغ کے مثل شگفتہ طبیعت حاصل ہو گئی ہے اب

بلغ کی ہم کو ضرورت نہیں رہی۔ باغ کو پیغام پہنچانے کی آرزو طلبِ داد
یا اس کو شرمسار کرنے کے لیے ہے۔

۱۳۱

در پردہ رہ ندادند وقتِ سخن صبا را	۱	من نیک مے شناسم پیغامِ آشنا را
عیشِ دیارِ غربت چوں برقِ رہگذر است	۲	نتواں لغبید کردن ذوقِ گریزپا را
وجد سماعِ صوفی خاکی ازاں مقام ست	۳	چیزے بیار مانند آں آہوے خطا را
از خوردہ کہ دارد گل در قبا نگنجد	۴	جائیکہ ہست ذوقے میگردد آشکارا
با فقر و تنگدستی شوم ست عجب و مستی	۵	در کشور غیوراں نخوت کشد گدا را
بر قدرِ قابلیت دادند ہر چہ دادند	۶	حق راست بر تو حجت تہمت مکن قضا را

بحر:۔۔ مضارع مثمن اخرب۔

ارکان:۔ مفعول۔ فاعلاتن، مفعول، فاعلاتن دو بار

تقطیع:۔

در پردہ	رہ ندادند	وقتِ سخ	خن صبا را
مفعول	فاعلاتن	مفعول	فاعلاتن
من نیک	مے شناسم	پیغام	آشنا را
مفعول	فاعلاتن	مفعول	فاعلاتن

(۱) ترجمہ:۔ (حریمِ دوست کے دربانوں نے) بات کرتے وقت (فاعدہ باد)
صبا کو (بھی) پردہ کے اندر نہیں آنے دیا (کچھ) میں (ہی) دوست کے
پیغام کو خوب پہچانتا ہوں۔

توضیح:۔ یعنی ہمارے ایک دوست کے درمیان نامہ و پیام شوق کا
سلسلہ جاری ہے۔ باد صبا کو بھی اس کا علم نہیں کیونکہ بادِ صبا کو بتانے
کی صورت میں افشائے راز کا خطرہ ہے۔

(۲) ترجمہ :- ملک سفر و غربت (یعنی دنیا) کا عیش و آرام بجلی کی طرح گذرنے والا ہے اس لئے (اس) بھاگنے والے ذوق (یعنی عیش دنیا) کو (کسی) قید میں جکڑ کر نہیں رکھا جا سکتا۔

توضیح :- یعنی دنیا ناپائیدار ہے۔

(۳) تشریح :- "وجد" وہ طبعی کیفیت جو صوفی پر طاری ہوتی ہے۔ "سماع" "سننا"۔ "حاکی" بیائے معروف اسم فاعل از حکایت یعنی نقل کرنا۔ بیان کرنا یا حرف۔ "سوم" لام بابلئے مجہول یعنی کیفیت نفسانی جو قائم نہ رہے۔ "مقام" وہ کیفیت روحانی ہے جو برقرار رہے۔ دوسرا مصرعہ مقام کا بیان ہے۔ "خطارا" میں را علامت اضافت۔ خطا نام شہر۔

ترجمہ :- صوفی کا وجد اور سماع اس مقام کو بیان کرنے والا ہے کہ اس (ملک) خطا کے ہرن (یعنی معشوق مجازی) کی کوئی بات یارِ (حقیقی) کے مشابہ ہے۔

توضیح :- یعنی عارف جلوۂ یارِ حقیقی کو مجاز کے مظاہر میں پہچانتا ہے اس لیے سر دھنتا ہے۔

(۴) تشریح :- "خردہ" پھول کا ریزہ جو پھول کے کھلنے پر ظاہر ہوتا ہے۔ "در قبا نگنجیدن" آپے سے باہر ہو جانا۔

ترجمہ :- پھول اس ریزہ کی وجہ سے جو اس کے پاس ہے (خوشی میں) جامہ سے باہر ہوا جاتا ہے (پس ثابت ہو گیا کہ) جہاں کہیں (ذرا سا بھی) ذوق (دلی) ہوتا ہے وہ (بالآخر) ظاہر ہو کر رہتا ہے۔

توضیح :- یعنی خوبی فطرت اور ذوق دل چھپنے والی چیز نہیں۔ دوسرا مصرعہ دعویٰ ہے۔ اور پہلا بمنزلہ دلیل جس میں صنعت حسن تعلیل پائی جاتی ہے۔

(۵) ترجمہ:۔ تنگدستی اور افلاس کے ہوتے ہوئے غرور اور مستی (ایک) نحوست ہے۔ بےغیرت مندوں کے ملک میں (تو) غرور (جو علامت سب غیرتی ہے) گدا کو ہلاک کر دیتی ہے۔

توضیح:۔ یعنی انسان کے لئے جو سراپا احتیاج ہے۔ تکبر و غرور زیبا نہیں کیونکہ غرور روح کی موت ہے۔

(۶) ترجمہ:۔ (کارکنان قضا و قدر نے تجھ کو) جو کچھ دیا ہے۔ استعداد و قابلیت کے مطابق دیا ہے۔ (اس لیے ان کا شکوہ بے جا ہے بلکہ) حق تعالےٰ کی تجھ پہ دلیل (میں غلبہ حاصل) ہے (اس لیے) تو فضلِ الٰہی پر تہمت نہ لگانا۔

ازمرغزارِ عقبےٰ یا سبزہ زارِ دُنیا ۷ تا دانم از کجائی حرفے بگو خدا را
انصاف و مہربانی عہد از جہاں برافتاد ۸ شُد راستی خوشا مرشد دوستی مدارا
باشاہِ عشق بازاں آخر کسے بگوید ۹ بے آب و دانہ کشتی مرغانِ خوش نوا را
از کاہش جہاں بر قدر خود فزائید ۱۰ با این خسیس مردم یاری مگیر یارا
خوش فطرتی نظیری حل دقیق خود کن ۱۱ حاصل زکام مردم بانگ ست آسیا را

ادب گرفتہ عنانِ خمار و مستیٔ ما ۳۲/۱ برابر ست بلندی ما و پستیٔ ما

(۷) تشریح:۔ "مرغزار و سبزہ زار" ہر دو اسم مکان۔ وہ جگہ جہاں بہت سبزہ اُگا ہوا ہو۔

ترجمہ:۔ بقلب مصرعین:۔ خدا کے لئے (اے انسان) تو کوئی بات تو کرتا کہ میں (یہ) معلوم کر سکوں کہ تو کہاں کا باشندہ ہے۔ آخرت کے مرغزار کا یا دنیا کے سبزہ زار کا۔

توضیح :- یعنی طائر روحِ انسانی مرغزارِ عقبیٰ کا رہنے والا ہے۔ اس نیچے دنیا کے سبزہ زار میں دل نہ لگانا چاہیئے۔

(۸) **ترجمہ** :- زمانے نے مہربانی و انصاف (کی رسم) کو دنیا سے مٹا دیا (چنانچہ) خوشامد کا نام سچائی ہے اور ظاہر داری کا نام دوستی ہوگیا ہے۔

(۹) **تشریح** :- "عشق باز" عرف میں کبوتر باز کو کہتے ہیں۔ یہاں پہ شاہِ عشق بازاں سے مراد معشوق ہے۔ کیونکہ وہ بھی عاشقوں کے دلوں سے کھیلتا ہے۔ "خوش نوا" خوش آواز۔

ترجمہ :- اس عشق بازوں کے بادشاہ سے آخر (کوئی اتنا تو) کہہ دے کہ (اے بے رحم) تو نے خوش (آواز) پرندوں (یعنی عاشقوں) کو بھوکا پیاسا مار ڈالا۔

اشارہ :- شعر میں حسرت اور بے بسی کا المناک منظر پیش کیا ہے۔

(۱۰) **تشریح** :- "کاہش" حاصل مصدر از کاستن "بارِی گرفتن" دشمنی کرنا۔

ترجمہ :- (اہلِ زمانہ) دوستوں کو گھٹا کر اپنے مرتبے کو بڑھاتے ہیں۔ (تو) اے دوست ان ذلیل لوگوں کے ساتھ دوستی نہ کر یعنی (اہلِ زمانہ سے قطع تعلق کرلے۔

(۱۱) **تشریح** :- "خوش فطرت" اچھی فطرت والا "حل" کھولنا۔ تحقیق کرنا۔ "دقیق" مشکل۔ باریک مشتق از دقت۔ اور بمعنی اردو مراد پہلے معنی ہیں۔ مگر دوسرے معنی کے لحاظ سے آسیا سے مناسبت پیدا ہوگئی ہے۔

ترجمہ :- اے نظیری تیری فطرت اچھی ہے تو اپنی مشکل کو حل کر، دوسروں سے سروکار نہ رکھ (دیکھتا نہیں کہ) لوگوں کی مراد برآری سے چکی کو گڑگڑانا ہی حاصل ہے۔

توضیح:۔ یعنی چکی دوسروں کے لئے آٹا پیستی ہے مگر اس کے لئے کوئی فائدہ نہیں۔ اسی طرح اس زمانہ میں دوسروں کی فکر کرنا بے سود ہے سب سے پہلے اپنی حالت درست کرنی چاہیئے۔

بحر:۔ مجتث۔ مثمن۔ مخبون۔ محذوف۔
ارکان:۔ در تقطیع حسب $\frac{۱۳}{۱}$

(۱) تشریح:۔ "عنان" باگ۔ "خمار" نشہ اترتے وقت بدن کا ٹوٹنا۔
ترجمہ:۔ بارگاہ دوست کے ادب نے ہماری مستی و خمار کی باگ تھام لی (نہ حالت وصل میں کوئی بات کہہ سکتے ہیں نہ حالت ہجر میں) اس لئے ہماری بلندی (حالت مستی) اور پستی (حالت خمار) دونوں برابر ہیں۔

بخود زدوست نیائیم تا زمے مستیم ۲ تمام دوست پرستی ست مے پرستی ما
ہزار ساغر دیدار شد تہی و ہنوز ۳ فرود حوصلہ ماست ذوق و مستی ما
خمار شوق ندارد صبوح ما ہرگز ۴ بیک طلوع بود نشہ الستی ما
مثال صورت موہوم بے نشاں بودیم ۵ بمنظر تو کشیدند نقش ہستی ما
ز حقہ گہرت کار بر نمے آید ۶ ز خست دہن تست تنگ دستی ما
ز گوشہائے نظیری طپانچہ پوست بر نخیت ۷ عذار دن نخورد ضربت درستی ما

زشہر دوست مے آئیم پیام عشق بر لبہا $\frac{۳۳}{۱}$ بر تلقینے کنم آزاد طفلاں راز بکتہا
(۲) تشریح:۔ "بخود آمدن" ہوش میں آنا۔
ترجمہ:۔ جب سے ہم شراب پی کر مست بنے ہیں۔ اپنے دوست کا

خیال چھوڑ کر ہوش میں نہیں آتے یعنی ہمارے شراب نوشی سراسر محبوب پرستی ہے پھر مے پرستی سے ہمیں کیوں روکا جاتا ہے۔

(۳) ترجمہ: ۔(شراب) دیدار کے ہزار پیالے خالی ہو چکے اور ابھی تک ہمارا شوق و مستی ہمارے (بلند) حوصلہ سے کم ہے۔

توضیح :۔ یعنی ہم اس سے بھی زیادہ مستی و بیخودی کے خواہشمند ہیں۔

(۴) تشریح :۔ صبوح ؎ شراب صبح ؎ طلوع ؎ ظاہر ہونا۔ نکلنا۔ یہاں جام شراب کو آفتاب سے تشبیہ دے کر لفظ طلوع کو اس کے لئے استعادہ کیا۔

ترجمہ :۔ ہماری صبح کی شراب، شوق کا خمار بالکل نہیں رکھتی (یعنی شوق جو بوقت محرومی ہوتا ہے نہیں رہتا۔) اس لئے کہ خورشید جام کے ایک بار طلوع ہونے پر ہی ہمارا عہد السعت والا نشہ شروع ہو جاتا ہے۔

توضیح :۔ یعنی جس طرح عہد الست میں ارواح محو دید ہو کر سربسجود ہوگئیں تھیں۔ اسی طرح ہم اس عالم میں خدا کی تجلیات کا ایک بار نظارہ کرکے ہمیشہ کے لئے محو ہو جاتے ہیں۔

(۵) تشریح :۔ منظر ؎ نقشہ صورت۔ بمنظر میں بمعنی مطابقت بابائے وسیلہ ہے۔

ترجمہ :۔ ہم وہی تصویریں کے مانند بے نمود تھے (اے دست کارکنان قضاء قدر نے) تیرے نقشہ کے مطابق یا بطفیل ہمارے وجود کا نقش کھینچ دیا (ان اللہ خلق آدم علی صورتہ یعنی آدم کو اللہ نے اپنے صورت پہ پیدا کیا یا لولاک لما خلقت الافلاک)۔

(۶) **تشریح**:- "کار برآمدن" مراد پوری ہو جانا۔ دہن کو حقہ سے اور دانتوں کو گہرے تشبیہ دی ہے۔

ترجمہ:- (اے محبوب) تیرے موتیوں کی ڈبیا (منہ) سے ہماری مراد پوری نہیں ہوتی (بلکہ) ہماری تنگدستی (اور بے مائیگی) تیرے (ہی) دہن کے بخل کی وجہ سے ہے۔

(۷) **تشریح**:- "پوست رفتن" کھال اتر دینا۔ "عذار" رخسار۔ "دف" ایک قسم کا باجہ جو ایک طرف سے منڈھا ہوا ہوتا ہے۔

ترجمہ:- (حوادث کے) طمانچہ نے زہیری کے کانوں کی کھال اڑا دی۔ (جس طرح کہ) دف کا رخسارہ ہماری دو ہتی نقاب نہیں کھا سکتا۔

توضیح:- یعنی جس طرح دف کو دو ہتی نقاب کی برداشت نہیں ہوتی اسی طرح ہم کو طمانچہ حوادث کی تاب نہیں۔

بحر:- ہزج مثمن سالم

ارکان:- (تقطیع مشکل ہے)

(۱) **تشریح**:- "متلقنین" تعلیم سبق۔ "پیام عشق برلبہا" ضمیر متکلم سے حال ہے۔

:- میں محبوب کے شہرت پیغام عشق لبوں پہ لیے آرہا ہوں (یعنی خود عاشق ہوں اور دوسروں کو اس کے حسن ازلی پہ فدا ہونے کی دعوت دے رہا ہوں) میں ایک سبق شوق دیگر مدرسوں کی قید سے بچوں کو آزاد کر دوں گا۔

بگو منصور از زنداں انا الحق گو بروں آید ۲ کہ دین عشق ظاہر گشت و باطل ملتہا
چو من ہر کس طبیبے دارد از زحمت چہ غم دارد ۳ کہ آہے برکشم بر کوہ و صحرا افگنم تبہا
سحر کہ خفتہ در بحر زار از خلوت بروں آیم ۴ چو پروانہ کہ از صحبت برآید آخر شبہا
ز دست او جراحتہائے زہر آلودہ بنمایم ۵ بزخم ناسحان سوزن زنند از نیش عقربہا
دل شب دولت دیدے از کدورتہائے حرمانم ۶ بسوے آسماں دیدم فرو بارید کوکبہا
بعض التفاتے زندہ دارد آفرینش را ۷ اگر نازے کند از ہم فرو ریزند قالبہا
دبیلاے کہ بر دل شد نکردم ضبط خود اول ۸ کنوں کاتش ہمے بارد پشیمانم ز یاربہا

(۲) تشریح :- "انا الحق گو" یعنی انا الحق گویاں اسم حال۔
ترجمہ (پکار کر) کہہ دو کہ (اب) منصور قید خانہ سے انا الحق کہتا ہوا نکل آئے (اب کوئی خطرہ نہیں ہے) اس لئے کہ مذہب عشق ظاہر ہو چکا ہے۔ دوسرے دین باطل ہو گئے (یعنی احکام حقیقت نے شریعت ظاہرہ پر فتح پائی۔

(۳) تشریح :- "زحمت" مراد مرض بمعنی تکلیف۔
ترجمہ :- جو شخص مجھ جیسا طبیب رکھتا ہے اس کو مرض کا کیا کھٹکا۔ اس لئے کہ اگر میں ایک آہ کر دوں تو تمام بخار پہاڑ اور جنگلوں پر اٹھا کر پھینک دوں۔
توضیح :- یعنی میں آہ آتشبار سے تمام کائنات کو مبتلائے بخار بنا سکتا ہوں۔ تو کیا مریض عشق کی تیمار داری نہیں کر سکتا۔

(۴) ترجمہ :- میں صبح کو خلوت خانہ (محبوب) سے اس پروانہ کی طرح مسرور ہو کر نکلتا ہوں جو آخری شب میں اپنے ہمنشین (شمع) سے جدا ہوتا ہے (یعنی میرے رنج و حسرت کی کوئی حد نہیں رہتی)

(۵) ترجمہ:۔ میں اس معشوق کے ہاتھوں کسے لگے ہوئے زخم دکھاتا ہوں
اور نصیحت کرنے والے میرے زخم میں بچھوؤں کے ڈنگ (کی مانند)
وعظ و پند کی سوئیاں گھونپتے ہیں ؎

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

(۶) تشریح :۔ دل شب ؎ مراد وسط شب ۔
ترجمہ :۔ (میری دردمندی کی یہ حالت ہے کہ) رات کا دل (یعنی میری
محرومی کی کدورتوں سے دردمند تھا۔ (پس) میں نے بامید کرم آسمان
کی طرف دیکھا تو (الٹے) ستارے (بشکل تیر مجھ پر) برسنے لگے یا میری
محرومی کا درد رکھنے کی وجہ سے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے جس سے
اور شب ہجراں کی تاریکی بڑھ گئی ۔
(۷) تشریح :۔ "آفرینش" حاصل مصدر بمعنی اسم مفعول ۔ التفات ؎ توجہ ۔
ترجمہ :۔ (خدائے تعالےٰ نے) محض (اپنی) توجہ (کرم) سے عالم
کو زندہ کر رکھا ہے (ورنہ) اگر نا نہ کرنے پر آجائے (یعنی تجلی رحمانی
کا فیضان منقطع کر کے تجلی قہری کا ظہور کردے) تو تمام اجسام ٹوٹ پھوٹ
کر رہ جائیں ۔
(۸) ترجمہ :۔ (میری ہی غلطی ہے کہ) اوّل اوّل جو جفا (میرے دل پر
ہوئی اس سے میں نے اپنے آپ کو ضبط کیا (بلکہ یارب یارب کا
شور برپا کر دیا ۔ اور اب جب کہ (دل پر) آگ برس رہی ہے تو (اپنی
اس) ہائے ہائے سے شرمندہ ہوں (کہ نہ اس وقت ضبط کو ہاتھ سے
دیتا اور نہ آج یہ مزید جور دیکھنا پڑتا ۔ جس کا سبب خود ہمارے نالے

بنے ہیں)

اشارہ ۱ - اس شعر میں درس تسلیم و رسا ہے۔

نظیری بر کشا تا دیدۂ دل در کشا ینست ۹ کہ از تنگی عالم تنگ مے گردند مشربہا

گر بسخن در آورم عشق سخن سرائے را ۳۴/۱ بر بر و دوش سر دہی گریہ ہائے ہائے را

گل بخزاں شگفتہ شد دیں دل بستہ وا نشد ۲ در بن ناخنست نے بخت گرہ کشائے را

نے ز رہے خبر دہم نے بدلے اثر کنم ۳ صوت بجم زکا رواں زمزمہ درائے را

ہر المے کہ صعب تر روزی عاشقاں شود ۴ طعمہ ز استخواں سزد حوصلہ ہمائے را

(۹) تشریح :- بر کشا ” بر بمعنی پہلو - کشا امر از کشادن یا بر کشادن بمعنی کھولنا اس صورت میں دیدۂ سر اس کا مفعول دیدہ دل کے قرینے کی وجہ سے محذوف ہے - مشرب اصل لغت میں گھاٹ یا اسم ظرف از شرب ہے مجازاً بمعنی مذہب ہے۔

ترجمہ :- اے نظیری (اپنا) سینہ وسیع کر (یعنی وسعت نظر سے کام لے) یا اپنے سر کی آنکھ کھول (غور سے دیکھ تا کہ کارکنان قضا و قدر) تیرے دل کی آنکھ کھول دیں (یعنی بصارت سے کام لے تا کہ بصیرت حاصل ہو) اس لیے کہ عالم کی تنگیٔ (نظر) مذہب بھی تنگ ہو جاتے ہیں۔

توضیح :- یعنی تو اس تنگ نظری میں مبتلا ہو کر اپنے راستوں اور طریقوں کو محدود نہ کر - بلکہ ہر چیز میں خدا کے جلوے کو دیکھ - اور وسعت حوصلہ سے کام لے -

---

بحر :- رجز مثمن مطوی مخبوں -

ارکان :- مفتعلن ، مفاعلن ، مفتعلن ، مفاعلن ، دو بار

تقطیع :-

گر بسخن	در آورم	عشق سخن	سرائے را
مفتعلن	مفاعلن	مفتعلن	مفاعلن
بر بر دِ دو	ش سر دہی	گریہ ہا	ئے ہائے را
مفتعلن	مفاعلن	مفتعلن	مفاعلن

(۱) تشریح :- "بسخن در آوردن" بولنے پر آمادہ کرنا۔ "سخن سرائے" اسم فاعل ترکیبی۔ سر دادن چھوڑ دینا۔ "ہائے ہائے" اسم صوت۔ رونے کی حالت میں جو آواز منہ سے نکلتی ہے۔ "بر" پہلو۔ "دوش" کندھا۔

ترجمہ :- اگر میں (اپنے) مقرر عشق کو بولنے پر آمادہ کروں، تو اس کی داستان سن کر تو اپنے پہلو اور کندھے پر ہائے ہائے کر کے رونا شروع کر دے گا۔

خلاصہ :- داستان عشق بہت اندوہناک ہے۔

(۲) تشریح :- "در بن ناخن نے بودن" ناخن میں پھانس لگ جانا۔ "گرہ کشائے" اسم فاعل ترکیبی۔

ترجمہ :- خزاں (فلک) میں پھول کھل گئے مگر ہمارا بند (غنچہ) دل نہ کھلا۔ کیا کریں ہمارے گرہ کھولنے والے نصیب ہی کے ناخن میں پھانس لگی ہوئی۔

توضیح :- یعنی ہمارے دل کا شگفتہ نہ ہونا اپنی ہی بدنصیبی کے سبب سے ہے۔

(۳) تشریح :- "درا" قافلے کا گھنٹہ۔ "را" علامت اضافت۔ "صوت کج" ٹیڑھی آواز مراد صدائے باز گشت۔

ترجمہ :- بطلب معرعین میں قافلہ (اصحاب حقیقت) کے گھنٹہ کی صدائے

بازگشت ہوں (اس لئے) میں نہ کسی (صحیح) راستے کی اطلاع دیتا ہوں اور نہ کسی دل میں اثر کرتا ہوں۔

توضیح :- یعنی بات بیں تاثیر نہ ہونے کی اور کسی دل میں اثر نہ کرنے کی وجہ کاروانِ حقیقت سے مخالف سمت میں رہنا ہے۔ جس طرح کر صدائے بازگشت سمتِ مخالف سے آیا کرتی ہے۔

(۴) تشریح :- تقدیر عبارت یہ ہے۔ ہر اسے کہ سخت تر باشد حوصلہ پوٹا۔ پرندے کے دانہ بھرنے کی تھیلی۔ "ہما" مبارک فال طائر کا نام ہے مشہور ہے کہ وہ جس کے سر پر سایہ فگن ہو جاتا ہے۔ وہ بادشاہ بن جاتا ہے۔

:- عاشق کی روزی ہر وہ رنج ہوتا ہے جو کہ سخت سے سخت ہو۔ کیونکہ ہما کے پوٹے کے واسطے ہڈیوں کا لقمہ ہی مناسب ہے یعنی عالی حوصلہ عشاق مصیبت پر صبر کرتے ہیں۔ خواہ کتنی ہی بڑی مصیبت کیوں نہ ہو۔ پہلے مصرعہ کو دعائیہ بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔

درس ادیب اگر بود زمزمۂ محبتے ۵ جمعہ بمکتب آورد طفل گریز پائے را
خاتم جم شکستہ تن نہ کیا عشق ساختہ ۶ منظر دوست کردہ دل جام جہاں نمائے را
پیش نظیری از فلک درد و لے برم کہ ہست ۷ پرورشہ اثر بلے نالۂ آں گدائے را

بگذراز عشق کہ نے خلوۂ گام ست اینجا ۳۵/۱ دل بحسرت نہ دہیں کارِ تمام ست اینجا
خط آزادگی سر دمر غاں نہ دہند ۲ باز گردید کہ سیمرغ بدام ست اینجا

(۵) تشریح :- "ادیب" معلم "گریز پا" بھگوڑا۔ اسم فاعل ترکیبی "درس" سبق
ترجمہ :- استاد کا درس اگر عشق اور محبت کا ترانہ ہو تو وہ جمعہ کے

دن بھی بھگوڑے بچہ کو مکتب میں لے آئے (یعنی درس عشق کی کشش اس قدر ہے کہ بدشوق بھی ایسے شوقین بن جاتے ہیں کہ جمعہ کی بھی چھٹی نہیں کرتے۔ ~~

مکتب عشق کا دستور نرالا دیکھا ۔ اسکو چھٹی نہ ملی جسکو سبق یاد رہا

(۱۶) تشریح :- "خاتم جم" حضرت سلیمانؑ کی انگشتری۔ جم کی طرف اگر خاتم، اسپ، باد، نگین یا طبور مضاف ہوں۔ تو اس سے حضرت سلیمانؑ مراد ہوتے ہیں۔ اور اگر سد۔ آئینہ یا آب حیات کو منسوب کیا جائے۔ تو سکندر مراد ہوتا ہے۔ اور جام یا بزم عیش و طرب کا تعلق ہو تو جمشید یعنی کیخسرو مراد ہوتا ہے۔ "ہیکل" نقش تعویذ۔ صورت ایک خاص زیور کا نام ہے۔ "جام جم" کیخسرو کا وہ جام جس سے عالم علوی و سفلی کے حالات معلوم ہوتے تھے۔ "منظر" چہرہ۔ محل نظر۔ "خاتم جم" اور "تن" دونوں میں سے ہر ایک کو فاعل و مفعول قرار دیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح دوسرے مصرعہ میں "دل" اور "منظر دوست" کو۔

ترجمہ :- خاتم جم نے (اپنا) تن توڑ کر عشق کا ہیکل تیار کر لیا (یعنی مادی عروج کو دور کرکے روحانی ترقی حاصل کی) اور دوست کے چہرے نے جام جہاں نمائے (جمشید) کو (عاشق کا) دل بنا دیا۔ (یعنی دل جام جہاں نما کی طرح حقائق عالم ظاہر کرنے لگا۔

توضیح :- خاتم کے حلقہ کو تن قرار دیا ہے۔ جس کے زائل ہو جانے کے بعد شکل تعویذ (ہیکل) باقی رہ جاتی ہے۔ جو گلے کا زیور ہے۔ تو گویا انگشتری ترقی کرکے انگشت سے سینہ پر پہونچ جاتی ہے۔ اسی طرح مادیات کو ترک کر دینے کے بعد سالک عشق کے مقام ارفع و اعلیٰ پر

فائز ہو جاتا ہے اور دوست کے جلوۂ رُخ کی وجہ سے اس کا دل مثل جامِ جمشید حقائق کا آئینہ بن جاتا ہے۔

(۷) ترجمہ:۔ نظیری کے سامنے فلک سے (فریاد) دردِ دل سے کرجاتا ہوں کیونکہ بادشاہ (حقیقی) کے دروازہ پر اسی گدا کے نالہ میں اثر ہے (یعنی میں اپنا شفیع نظیری کو بناتا ہوں کیونکہ اس کے نالوں میں اثر ہے۔

اشارہ:۔ شعر میں صنعت تحریر ہے۔

بحر:۔ رمل مثمن مجنون محذوف مشعث

ارکان:۔ وتقطیع مثل ۱۵/۱

(۱) تشریح:" از چیزے گذشتن" کسی چیز کا خیال چھوڑ دینا" خطوہ" دو قدم کا درمیانی فاصلہ۔ قدم۔" دل بچیزے نہادن" رضامند ہو جانا۔ قناعت کرنا۔

ترجمہ:۔ تو عشق کا خیال (ہی) چھوڑ دے اس لیے کہ یہاں (وادی عشق میں) گام وقدم (کا کام) نہیں۔ حسرت ومحرومی پر راضی ہو جا بس (پھر) یہاں کام ختم ہے۔

توضیح:۔ یعنی رہِ عشق قدموں کے ذریعہ سے طے ہونے والی نہیں یہاں توحسرت ومحرومی پر قناعت کرلینا اور اعتراف عجز کا کام آتا ہے۔

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن ـ کہ جاہا سپر باید انداختن

نکرطوبیٰ وجناں ورعِ عشق خطاست ۲ ہرچہ در شرع مباح ست حرام است اینجا

جرعہ از شکبۂ خاطر ز گلو بر گردد ۴ ہاں بہش باش کہ جام ولب بام ست اینجا

خود بخود بانگ زنم خود بخود آواشنوم ۵ خبرم نیست کہ گویم چہ مقام ست اینجا
ہمہ مےنوشی و مستی و نشاط و طرب ست ۶ کس چہ داند کہ شب و روز کدام ست اینجا
زاہرِ ساغرمہ رخسارۂ ساقی بنمود ۷ شکر للّٰہ کہ تجلی بدوام ست اینجا

(۲) تشریح:۔ "سیمرغ" ایک طائر کا نام جس کے متعلق مشہور ہے کہ جالیں ہاتھی روز کھاتا ہے سعدی گفتہ ؎

چناں پہن خوانِ کرم گسترد ۔ کہ سیمرغ در قاف قسمت خورد

یہاں اس سے اولیاء مراد ہیں۔

ترجمہ:۔ سرو کی (سی) آزادی کا فرمان ارکارکناں قضا و قدر عام (پرندوں) کو نہیں دیتے (بس) واپس لوٹ جاؤ کہ یہاں تو سیمرغ (تک) دام میں گرفتار ہے۔

توضیح:۔ یعنی جب بڑے بڑے اولیاء اور عرفا دامِ عشق میں گرفتار ہیں۔ تو عام طالبین تو کہاں آزادی پا سکتے ہیں۔ اس لیے اگر آزادی کا خیال ہو تو واپس لوٹ جاؤ۔

(۳) تشریح:۔ "طوبیٰ" درختِ جنت۔ "جناں" جمع جنت۔ "ورع" تقویٰ یہاں مذہب مراد ہے۔ "مباح" جائز۔

ترجمہ:۔ طوبیٰ اور جنت کا خیال کرنا (بھی) مذہبِ عشق میں گناہ ہے (یعنی) جو چیز کہ ظاہری شریعت میں مباح ہے۔ وہ یہاں حرام ہے (یعنی عشق بے غرض ہونا چاہئے ورنہ وہ سوداگری ہو جائے گی)

(۴) تشریح:۔ "جرعہ" گھونٹ "ہش" مخفف ہوش۔

ترجمہ:۔ دل میں شبہ لانے سے (شراب معرفت کا) گھونٹ حلق سے لوٹ آتا ہے۔ خبردار! ہوش میں رہ!! کہ یہاں رقصِ عشق کا لب بام

اور (مئے معرفت کا) جام ہے۔
توضیح :- یعنی جس طرح لبِ بام پر جام پر سنبھالے رکھنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ ذرا سی غفلت میں خود بھی نیچے گر کر ہلاک ہو جائے گا اور جام بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اسی طرح طریق معرفت میں بڑی ہشیاری کی ضرورت ہے۔ دل کے ادنیٰ شک وشبہ سے تمام محنت ضائع ہو جاتی ہے۔

(۵) تشریح :- "آوا" مخفف آواز یا آوائے۔
ترجمہ :- خود ہی ہیں صدا لگاتا ہوں اور خود ہی (اس کی) آواز سنتا ہوں۔ مجھے خود معلوم نہیں کہ یہاں یہ کون سا مقام ہے کہ میں (اس کے متعلق) کچھ بتلا سکوں (یعنی یہ وحدت الوجود کا مقام ہے)۔

(۶) ترجمہ :- (ہم کو بطفیل عشق) سراسر نوشی ،مستی اور عیش و مسرت (حاصل) ہے۔ کسی کو کیا معلوم کہ رات دن یہاں (ہمارے نہاں خانۂ دل میں) کون (جلوہ افروز) رہتا ہے (جس کی وجہ یہ سب کچھ حاصل ہے)

(۷) ترجمہ :- جام شراب کے بادل سے ساقی کے رخسارہ کا چاند (ہم کو) نظر آگیا۔ اللہ کا شکر کہ یہاں (مئے کدہ عشق میں) دائمی تجلی رہتی ہے۔ حافظ گوید ؎

ما در پیالہ عکس رخِ یار دیدہ ام
اے بے خبر ز لذت شرب مدام ما

غائب از دیدۂ باز نشود یک ساعت ۸ آنکہ رم خوردہ زہ و ہم ہمدام ست اینجا
فیض ما بہ خہر از نظم نظیری ز نہ ۹ کہ صفائے سحری تا دم شام ست اینجا

۳۶/۱

از چاہ غبغبش بدر آوردہ ماہ را   بر ماہ عقرب سیہ اش بستہ ماہ را
عابد کہ بیندش بدر آید ز خانقاہ   ۲   سلطان کہ بایدش بگذارد سپاہ را
گر روز حشر پردہ ز رویش برافگنند   ۳   انبوہ برفتہ بندہ نبارد گناہ را

(۸) تشریح :- "رم خوردن" بھاگ جانا۔ "رام" تابع ہلا ہوا۔
ترجمہ :- ایک گھڑی کے لئے بھی وہ میری کھلی ہوئی آنکھ سے اوجھل نہیں ہوتا (بس یہ سمجھو کہ) جو (شکار وحشی) کہ سنبل کے دام سے بچ کر نکل گیا۔ وہ یہاں رام ہے (یعنی ہم کو خدا کا جلوہ ہر وقت نظر آتا ہے۔ حالانکہ وہ عام نظروں سے پوشیدہ ہے)۔
(۹) تشریح :- "خضر" ایک مقدس ہستی کا نام جن کے متعلق مشہور ہے۔ کہ آب حیات پی لینے کی وجہ سے زندگی جاوید رکھتے ہیں۔
• "کہ" بیانیہ یا تعلیلیہ۔
ترجمہ :- نظیری کے اشعار میں سے آب حیات کا سا فیض جاری ہے۔ کہ یہاں شام کے وقت تک صبح کا سا نور رہتا ہے (یعنی آب حیات گو تاریکی میں ہے مگر اس کے پینے سے دل سراپا نور بن جاتا ہے اور حیات جاوید حاصل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح نظیری کے اشعار میں کامل نورانیت اور حیات جاوید کی خاصیت پائی جاتی ہے۔

بحر :- مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف۔
ارکان :- و تقطیع مثل ۱/۲

(۱) تشریح :- "چاہ غبغب" مراد ٹھوڑی کے نیچے کا گڑھا۔ یہاں باضافت بھی درست ہے اور بلا اضافت بھی۔ "ماہ" مراد رخسار۔ "عقرب سیہ" مراد زلف

"بدربرآوردہ" میں بدلگو یہاں باہر کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ مگر اس کے ایک معنی مہ کامل کے بھی ہیں۔ اس لیے ایہام پیدا ہو گیا ہے چاند کے کنوئیں سے طلوع ہونے سے قصہ ماہ نخشب کی طرف تلمیح ہے اور عقرب سے دوسرے حکیم کے قصہ کی طرف اشارہ ہے۔ جس نے ایک طلسمی بچھو بنایا تھا۔ جو ماہ نخشب کا راستہ بند کر دیتا تھا۔ عقرب ایک برج کا نام بھی ہے۔ جب چاند اس برج کی آخری منزل میں ہوتا ہے۔ تو نجومی اس وقت نیک کام کرنا ممنوع قرار دیتے ہیں۔

ترجمہ :- (اس محبوب نے یا) اس کے غبغب نے چاہ ذقن سے ماہ (رخسار) کو باہر نکالا مگر (زلف کے) سیاہ بچھو نے (اس روشن) چاند کے آگے راستہ بند کر دیا۔ (یعنی زلفوں نے اس کو چھپا لیا گویا یہ چاند طلوع ہوتے ہی غروب ہو گیا)

(۲) تشریح :- "کہ" ہر دو مصرعہ میں توصیفی ہے یا شرطیہ " ش " ضمیر مفعولی راجع بسوئے محبوب۔

ترجمہ :- (دوست کے حسن کا یہ عالم ہے کہ) اگر اس کو عابد دیکھ پائے تو خانقاہ سے ارسوائے عشق بن کر نکل آئے اور اگر بادشاہ کو پائے تو (اپنی) فوج کو چھوڑ دے اور اس کے در کی غلامی کو فخر سمجھے۔

(۳) تشریح :- "پردہ از رو افگندن" نقاب ہٹانا۔

ترجمہ :- اگر قیامت کے روز اس کے چہرے سے نقاب الٹ دیں تو خدا بندہ کے سامنے (اس کے) گناہ (عشق) کو پیش نہ کرے (یعنی اس کا دلفریب چہرہ خود ہمارے جرم عشق کا عذر خواہ بن جائے گا۔

آں کجکلہ چو با صفِ عشاق بگذرد ۴ شاہان ز سر نہند ہوائے کلاہ را
از ہیبتِ تجلّیِ دیدار سوختیم ۵ برق آورد بشارتِ باراں گیاہ را
عاجز شدست دیدہ ادراکِ حسنِ او ۶ در حوصلہ جمال نگنجد نگاہ را
بارے چو در بغل ہمہ خرمن نمی رود ۷ بیجادہ در کنار کشد برگ کاہ را
امید ہست کز سرِ آں بام بگذرد ۸ پا در میانِ کوئے کشودیم آہ را
خاکش بفرق کُن کہ بجاناں نمے رسد ۹ عاشق گر التفات کند مال و جاہ را

(۴) تشریح :- "ہوائے چیزے از نہادن" کسی چیز کی خواہش دماغ سے نکال دینا۔

ترجمہ :- وہ آڑی ٹوپی لگانے والا (معشوق) اگر (اپنے) عشاق کی جماعت کے ساتھ چلے تو (بڑے بڑے) بادشاہ تاج کی خواہش دماغ سے دور کر دیں (اور اس کی غلامی میں آ جائیں)۔

(۵) تشریح :- دوسرا مصرعہ حال بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور علت بھی پہلی صورت میں مضمون استعجاب ہوگا۔ اور دوسری صورت میں دعویٰ مع دلیل اور شعر میں ایجاد حذف ہوگا۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ اگر ما از ہیبت تجلی دیدار سوختیم۔ اما امید کرم داریم الخ

ترجمہ :- (اف کہ) ہم (برق) دیدار کی تجلّی کی ہیبت سے جل گئے (حالانکہ) بجلی گھاس کے لیے بارش کا مژدہ لایا کرتی ہے (تو یہ کیسی بجلی ہے کہ جس نے ہمارے خرمن ہستی کو جلا دیا)۔

دیگر :- دیدار کی تجلّی کی ہیبت سے ہم جل گئے مگر ساتھ ہی باران لطف کی امید بھی ہے۔ اس لیے کہ بجلی گھاس کے لیے بارش کا مژدہ لایا کرتی ہے۔

(۶) تشریح :۔ "ادراک" "علم" دریافت "را" علامت اضافت۔
ترجمہ :۔ آنکھ اس کے حسن کے دریافت کرنے سے عاجز ہو چکی ہے (کیونکہ) نگاہ کے حوصلہ میں (اس کا) جمال نہیں سما سکتا۔
اشارہ :۔ آیت "لا تدرکہ الابصار" کی طرف تلمیح ہے۔
(۷) تشریح :۔ "بیجادہ" کہربا۔
ترجمہ :۔ بقلب مصرعین :۔ کہربا گھاس کی پتی کو (بھی اپنے) پہلو میں کھینچ لیتا ہے جب کہ پورا خرمن (اس کی) بغل میں نہیں جا سکتا۔
توضیح :۔ یعنی اگر جمال دوست کا ادراک کامل ناممکن ہے تو کم از کم کہربا کی مانند قوت جذب سے کام لینا چاہیئے۔ اور جتنا کچھ حاصل ہو سکے کر لیا جائے۔
(۸) ترجمہ :۔ بقلب مصرعین :۔ ہم نے آہ کے پاؤں کو چرخ (دوستی) میں کھول دیئے۔ اس لیے کہ امید ہے کہ (شاید) وہ اس بام پر سے ہو کر گذر جائے۔ اور اس طرح شاید اس کو ہمارا حال دل معلوم ہو جائے۔
(۹) تشریح :۔ "خاکش" میں ش ضمیر مجرور خرق کا مضاف الیہ ہے راجع بسوئے عاشق پامال وجاہ۔
ترجمہ :۔ اس کے سر پر خاک ڈال اس لیے کہ عاشق اگر مال اور عزت (دنیا) کی طرف توجہ کرے گا۔ تو وہ محبوب تک نہیں پہونچ سکتا (یعنی مال و جاہ دنیوی ناقابل التفات ہے)

گر این عطش بخلد نظیری تہ جاں رود ۱۰ جو یم ز سلسبیل ہاتش پناہ را

بہائے خشت خم خو ہیم گو آں پیر ترسا را ۱۴۷ کزیں ہا نہ چیہ طفلاں خرد مشت گل مارا

جہاں لانیست آں معنی کہ باید فکر آں کردن ۲ الف باخوان ہر کتب شگا فدایں معمارا
بخود از بہر حسرت دادہ اہم ور نہ معلوم است ۳ زدریا چند در آغوش گنبد موج دریا را
ہمیں بس شاہدے اختیار کہیائے مشتاقاں ۴ کہ عذر از جانب یعقوب بود حرم زلیخا را
(۱۰) تشریح :- "عطش" پیاس "سلسبیل" نہر جنت "آتش" مراد دوزخ -
ترجمہ :- اگر اے نظیری ! جنت میں یہ پیاس (یعنی سوزشِ شوق) جان و روح سے نکل جائے گی تو میں تو سلسبیل چھوڑ کر (دوزخ کی) آگ میں پناہ لوں گا - (یعنی ہمارا مقصود ہی دردِ طلب ہے) ؎
کفر کا فرا دیں دیندارا - ذرہ دردت دلِ عطار را

بحر :- ہزج مثمن سالم -
ارکان :- وتقطیع مثل ۱/۱
(۱) تشریح :- "خشت خم" وہ اینٹ جو شراب کے مٹکے پر شراب کا جوش معلوم کرنے کے لیے رکھ دیتے ہیں " بازیچۂ طفلاں " مراد دنیا " بیرترسا " پیرِ مغاں - یہ میکدہ مراد رہنمائے حقیقت -
ترجمہ :- ہم شراب کے مٹکے کی اینٹ بن جاتے کے لیے کار آمد ہیں - اس پیرِ میکدہ سے کہہ دو کہ وہ بچوں کے بازی گاہ سے ہماری بھر مٹی کو خرید لے -
توضیح :- معلوم ہے کہ بچے مٹی سے کھیلا کرتے ہیں - اس لیے کہتا ہے کہ اس دنیا میں ہماری مٹی بچوں کے کھیل کا ذریعہ بن رہی ہے اس سے تو پیرِ میکدہ ہماری گل سے خشتِ خم ہی بنالے تو اچھا ہے

تا کہ بعدِ مرگ بھی قربِ شراب حاصل رہے۔

(۲) تشریح: "معما" اسمِ مفعول از تعمیہ یعنی چیستان۔

ترجمہ:۔ اس دنیا کے معنی ایسے نہیں ہیں کہ اس کے متعلق سوچنا پڑے (بلکہ) ہر مکتب کا الف با پڑھنے والا (بچہ) اس معمے کو حل کر سکتا ہے (یعنی ہر شخص جانتا ہے کہ دنیا ایک بے معنی چیز ہے)

(۳) تشریح: "را" علامت اضافت۔

ترجمہ:۔ مجھے (محض) حسرت میں مبتلا رکھنے کے لیے اپنی طرف متوجہ بنا لیا۔ ورنہ (سب کو) معلوم ہے کہ موج دریا کے آغوش میں دریا میں سے کتنا حصہ آسکتا ہے؟ (یعنی کچھ بھی نہیں۔ موجیں آغوش ضرور پھیلاتی ہیں۔ مگر تہی آغوش ہی رہ جاتی ہیں۔ اسی طرح ہم اس محبوب کو آغوش میں لینے کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔ مگر حسرت ہی اُٹھاتے ہیں۔

(۴) **ترجمہ:**۔ عاشقوں کی مجبوریوں کے (ثابت کرنے کے) لیے بس یہی گواہ کافی ہے۔ کہ جرمِ زلیخا کے لیے "عُذرِ یوسف" کی جانب سے ہوا۔

توضیح:۔ زنانِ مصر نے زلیخا پر طعن کیا تھا۔ تُرَاوِدُ فَتٰھَا عَن نَّفسِہٖ کہ اپنے غلام کو پھسلاتی ہے۔ اس کی تدبیر زلیخا نے یہ کی کہ ان کو مجلس میں جمع کر کے ترنج اور چھری ان کے ہاتھ میں دی اور یوسفؑ کو باہر بُلا یا۔ یوسفؑ کو دیکھتے ہی عورتیں حیران رہ گئیں اور ہاتھ کاٹ لیے اس پر زلیخا نے کہا ذٰلِکُنَّ الَّذِی لُمتُنَّنِی فِیہِ یہی ہے جس کے بارے میں تم نے مجھے نشانۂ ملامت ٹھہرایا تھا تو گویا یوسفؑ کے حسن کا ظہور جرمِ زلیخا کے لیے عذر خواہ بنا اسی سے عاشق کی مجبوری معلوم ہوگئی۔

خموشی نزلِ عشق آرم کہ بر درگاہِ سلطاناں ۵ کماں برزہ نمے آرند بازوئے توانا را
ہمیں مقدار میخواہیم از رخ پردہ برداری ۶ کہ بشناسیم قدر بینش نادان و دانا را
نظیری خاطری از داغ دل آزردہ تر دارد ۷ قدم ہشیار نہ اینجا کہ در خوں می نہی پا را

تو اگر ز کعبہ راندی و گر از کنشت ما را ۳۹/۱ غمِ بندہ پرورِ تو بدری نہشت ما را
چوں حدیث راست گویاں بہمہ مذاق تلخیم ۲ بسفینۂ عزیزاں نتواں نوشت ما را

(۵) تشریح: ۱۔ نزل: مہمانی ۲۔ کمان برزہ: کمان کا چلہ چڑھائے ہوئے۔
ترجمہ:۔ (سلطان) عشق کی ضیافت میں خاموشی سے کرتا ہوں۔ اس لئے کہ بادشاہوں کی درگاہ میں بازوئے قوی کو کمان کا چلہ چڑھاتے ہوئے نہیں لایا کرتے۔ (یعنی عشق پر کسی کا زور نہیں چلتا۔ یہاں تو خاموشی کے بغیر چارہ نہیں ؎

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالبؔ
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

(۶) ترجمہ:۔ ہم صرف اتنا چاہتے ہیں کہ تو (اپنے) چہرہ سے نقاب الٹ دے تاکہ ہم نادان اور دانا کی بینائی کا اندازہ کرلیں۔ (یعنی دونوں ادراکِ حسن سے عاجز ہیں یا مراد یہ ہے کہ جو دانا ہے وہ ہزار جان سے تیرے رخِ زیبا کا شیدائی بن جائے گا۔ اور جو نادان ہے۔ وہ محروم رہے گا۔

(۷) ترجمہ:۔ (جب) نظیری (اتنک) داغِ دل کی وجہ سے طبیعت بہت آزردہ رکھتا ہے۔ (تو تیری تو کیا ہستی ہے ذرا ہوشیار ہو کر یہاں (وادیٔ عشق میں) قدم رکھنا اس لئے کہ (یس یہ سمجھ لے کہ

تو عون ہیں قدم رکھ رہا ہے یعنی یہاں اوّل مرحلہ یہ جان کو ترک کرنا پڑتا ہے

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطر ہاست بجاں
شرط اوّل قدم آنست کہ مجنوں باشی

بحر۔ رمل مثمن مشکول۔
ارکان:۔ فعلات، فاعلاتن، فعلات، فاعلاتن دو بار

تقطیع:۔ تُ اگرنہ	کعبہ بندی	وگر نہ	نشستہ مارا
فعلات	فاعلاتن	فعلات	فاعلاتن
غم بند	بہ درتو	بدرے اَن	ہشت مارا
فعلات	فاعلاتن	فعلات	فاعلاتن

(۱) تشریح:۔ "نشست" آنشاندہ۔ معبد یہود بتکدہ۔
ترجمہ:۔ تو نے اگر ہم کو کعبہ اور بند کدہ (دونوں سے نکال دیا (تو کوئی حرج نہیں کہ) تیرے بندہ پرور غم (عشق) نے ہم کو (اپنے دروازہ کے سوا) کسی اور دروازہ پر نہیں چھوڑا۔
توضیح:۔ یعنی ہم کو دیر و حرم سے کیا مطلب ہم کو تیرے در کی غلامی درکار ہے اور وہ بطفیل غم عشق حاصل ہے۔
(۲) تشریح:۔ سفینہ: بیاض۔
ترجمہ:۔ سچ بولنے والوں کی بات کی مانند ہم سب (لوگوں) کے مذاق میں کڑوے ہیں۔ (اس لئے) ہم کو (یعنی ہماری سرگذشت کو) عزیزوں کی بیاض میں نہیں لکھا جا سکتا۔ (کہ مبادا ان کا عیش تلخ ہو جائے)۔

گل و برگ خانۂ ما ہمہ بلبلانِ مستند ۳ کہ بعاشقی برآمد ہمہ کاروکشت مارا
کہ نشست نیم ساعت برِ ما زلال طبعاں ۴ کہ زپردہ برنیامد ہمہ خوب و زشت مارا
زعتابِ تلخ ساقی دلِ ما غبار دارد ۵ بجلادتِ حریفاں نتواند سرشت مارا
ہمہ رو زدستِ حسرت چو مگس زدور بینیم ۶ کہ بہ آستینِ مہمان بنگر نہ نشست مارا
چو صنم بجائے یابی نہ گلے بآب و رونق ۷ زخطا بہم برآمد ہمہ خاک و خشت مارا

(۱) تشریح :۔ "گل و برگ" مراد سامانِ زینت۔ "کاروکشت" حاصل مصدر ترکیبی مرکب از امر و فعل ماضی۔ مراد کاروبار۔ "را" بمعنی برائے یا علامت اضافت۔

ترجمہ :۔ ہمارے گھر کا سامانِ زینت تمام مست دبیٔے خود بلبلیں ہیں۔ اس لئے کہ ہمارا کاروبار صرف عاشقی میں منحصر ہو چکا ہے۔ (اور حسب دستور جیسا کسی کا کاروبار ہوتا ہے اسی کے مناسب گھر کی زینت کا سامان ہوتا ہے۔ دوسرا ترجمہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہمارے گھر کا پھول ہے تو پھول اور پتہ ہے تو پتہ بلبل کا حکم رکھتا ہے۔ الخ

(۴) تشریح :۔ "زلال طبع" صاف دل۔ "را" علامت اضافت یا بمعنی برائے۔

ترجمہ :۔ ہم صاف دل والوں کے پاس کون شخص تھوڑی دیر کے لئے بیٹھا۔ کہ ہمارا بھلا برا (حال) سب ظاہر نہ ہو گیا ہو؟ (یعنی ہمارے پاس تھوڑی دیر بیٹھنے والا بھی اتنا صاف دل ہو جاتا ہے کہ ہمارا تمام حال اس پر منکشف ہو جاتا۔ اور ہم بھی صاف دلی کی وجہ سے کچھ چھپا کر نہیں رکھتے۔ را کو برائے کے معنی میں لیا جائے تو مطلب یہ ہو گا کہ ہم ایسے صاف اور آئینہ طبع ہیں کہ جو شخص تھوڑی دیر بھی

ہمارے پاس بیٹھ جائے ۔ تو اس کا تمام حال ہم پر ظاہر ہو جاتا ہے ۔
(۵) تشریح :۔ " حریف " ہم پیشہ ۔ ہم پیشگی کہیں وجہ دشمنی ہو جاتی ہے
اور کہیں وجہ دوستی ۔ لیکن اکثر حریف سے دشمن اور رقیب مراد ہوتا ہے ۔
ترجمہ :۔ ہمارا دل ساقی کے تلخ عتاب کی وجہ سے ایسا غبار (رنج) رکھتا
ہے کہ ہم مشربوں کی شیرینی (عیش) میں ہم کو شامل نہیں کیا جا سکتا (یعنی
ان کے عیش میں بھی تکدر پیدا ہو جائے گا ۔ بعض شارحین نے عتاب تلخ
ساقی کو دل کے لئے وہ غبار قرار دیا ہے جس سے آئینہ صاف کیا جاتا
ہے ۔ تو گویا اس کے عتاب سے ہمارا آئینہ مجلّی ہو جاتا ہے لیکن رقیبوں
میں گو حلاوت آئی ہے ۔ مگر وہ اس رتبہ کو نہیں پہنچ سکتے ۔ مگر " غبار
داشتن دل " کے یہ معنی بہ تکلف بنتے ہیں ۔
(۶) ترجمہ :۔ تمام دن مکھی کی طرح ہیں (برابر) دور ہی دور رہتے ہوئے
دست حسرت کاٹتا اور چاٹتا رہا ہوں ۔ کہ مہمان (رقیب) کی آستین نے
ہم کو شکر (لب شیریں دوست) پر نہ چھوڑا ۔
(۷) تشریح :۔ " صنم و گل " کا تعلق خاک وخشت سے یہ ہے کہ صنم خشت
و سنگ کا بنتا ہے اور پھول خاک سے نکلتا ہے ۔ اس لیے شعر میں
لف و نشر غیر مرتب ہے ۔
ترجمہ :۔ بقلب معترضین ہماری خاک وخشت گنا ہوں کی وجہ سے ایسی
تباہ و برباد ہوئی کہ نہ تو صنم کو اپنی جگہ پر قرار ملے گا اور نہ کسی پھول کو
تر و تازہ (یعنی اگر ہماری خاک سے گل پیدا ہو اور خشت سے صنم تراشا
جائے تو گل پژمردہ ہو گا اور صنم شکستہ اور ایسا محض اپنی ہی خطا اور
گناہ سے ہوا " بہم بر آمد " کی صورت میں یہ جملہ دعائیہ ہو گا ۔ یعنی اے خدا

ہماری خاک و خشت کو خطا و گناہ سے پاک کر دے۔

بتواضع جم و کے سر ما فرو نیاید ۸ کہ حدیث عشق و سودا شدہ سرنوشت ما را
بصداع غم نظیری ز خمار بادہ رستیم ۹ نکند دماغ خوشبو گل صد بہشت ما را

جز نام صنم نقش مکن لوح جبیں را ۱/۳۹ تا چپ نکنی راست نخواند نگیں را
از شوق شہیدانِ حریم سر کویش ۲ چوں دانہ در آغوش نگنجند زمیں را
پیدا ست رہائی من از ضعف امیدم ۳ رہ زود بسر مے رسد آواز حزیں را

(۸) ترجمہ: جمشید و کیخسرو کے سامنے انکساری کرنے کے لیے ہمارا سر نیچا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ عشق اور جنونِ (شوق) ہماری سرنوشت بن چکا ہے (یعنی عاشق عروج دنیا رکھنے والوں کے آگے نہیں جھکتا اس لیے کہ عشق سے بالاتر کوئی رتبہ نہیں)۔

(۹) **تشریح**: "صداع" دردِ سر۔ "خمار" نشہ ٹوٹنے کی حالت۔ "را" علامت اضافت تقدیر عبارت یہ ہوگی: "گل صد بہشت دماغ ما خوشبو نکند"۔

ترجمہ: ۔ اے نظیری غم (عشق) کے دردِ سر کی وجہ سے ہم شراب کے خمار (کی تکلیف) سے چھوٹ گئے (اور یہ دردِ سر ایسا ہے کہ) ہمارے دماغ کو سو بہشتوں کے پھول (بھی مل کر) معطر و پُر سکون نہیں کر سکتے یا ہمارا دماغ ان کو سونگھنا نہیں چاہتا۔ اس لیے کہ وہ غمِ عشق کا طالب ہے فرحت کا خواہاں نہیں)۔

بحر:- ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف ۔
ارکان :- تقطیع مثل ۱۸/۱

(۱) تشریح :- " نقش کردن " نقش کرنا ، کھودنا ۔ " نکنی " مضارع منفی از کندن ۔
ترجمہ :- (اے طالبِ حقیقت) اپنی پیشانی کی لوح پر بُت کے نام کے سوا کچھ اور کندہ نہ کر (اس لئے کہ) جب تک تو نگینہ کو الٹا نہیں کھودے گا ۔ تو (لوگ) اس کو سیدھا نہیں پڑھ سکیں گے (یعنی بمقتضائے المجاز قنطرۃ الحقیقۃ عشق مجازی عشق حقیقی کا زینہ ہے ۔
اشارہ :- تمثیل کی خوبی قابل صد آفریں ہے ۔

(۲) تشریح :- " را علامت اضافت تقدیر عبارت یہ ہوگی " درآغوش زمین نگنجند " ۔
ترجمہ :- اس کے کوچہ کے حرم سرا کے شہید غایت شوق کی وجہ سے دانہ کی مانند زمین کی آغوش میں نہیں سما سکتے (یعنی جس طرح زمین کو پھاڑ کر دانہ باہر نکل آتا ہے ۔ اسی طرح شہدائے عشق پیوندِ زمین نہیں بن سکتے بلکہ وہ زندہ جاوید ہوتے ہیں ۔

(۳) تشریح : " رہ بسر رسیدن " راستہ طے ہو جانا " را " علامت اضافت ۔
ترجمہ :- میری امیدوں کی کمزوری سے (ہی) میری رہائی ظاہر ہے (جیساکہ) غمگین آواز کا راستہ جلدی ہی طے ہو جاتا ہے (اور وہ سب کے کانوں تک پہنچ جاتی ہے (یعنی) راہ عشق میں امیدوں کا کمزور و مضمحل ہو جانا ہی ذریعہ کامیابی ہے ۔ یا ظاہر ہے کہ مجھے رہائی نہیں مل سکتی ۔ کیونکہ آواز حزیں حد فضا میں گم ہو جایا کرتی ہے ۔ کون

اس پر متوجہ ہوتا ہے

من دام بہ نخچیر گہ انداختہ بودیم ۔ ۴ ۔ شیر آمد و بگرفت زمن دام کمین را
آب رخے از آبلہ گفتم برسانم ۔ ۵ ۔ وادی برہم ریخت تفِ آبلہ چین را
با تیغ بہ تسلیم و باخصم بشفقت ۔ ۶ ۔ با مہر بدل ساختم از عشقِ تو کیں را
بیروں نہم از خویش اگر پائے نظیری ۔ ۷ ۔ یک پایہ فروتر بنہم عرش بریں را

دل شکستہ بود تحفۂ خزینۂ ما ۔ ۱/۴ ۔ نگیں ملک نواں ساخت زآبگینۂ ما
تو کار عیب چہ دانی کہ چیست طعنہ مزن ۔ ۲ ۔ کہ جز بمصلحتے نشکند سفینۂ ما

(۴) تشریح :۔ "نخچیر گہ" مراد دنیا۔ "شیر" مراد موت۔ "کمین" گھات۔
ترجمہ :۔ میں نے (ہوا و ہوس کا) جال شکار گاہ (دنیا) میں بچھا رکھا تھا
کہ ناگاہ شیر (اجل) آ پہونچا اور مجھ سے دام و کمین چھین کر لے گیا (یعنی سب
حسرتیں دل کی دل میں ہی رہ گئیں۔
(۵) ترجمہ :۔ میں نے دل میں سوچا تھا کہ (پاؤں کے) آبلوں
سے آبرو حاصل کروں گا۔ (مگر افسوس کہ یہ آرزو بھی پوری نہ ہوئی۔
اس لئے کہ) آبلہ پھوڑ دینے والی تپش صحرا نے میرے راستہ میں ڈال دی۔
(جس سے) آبلے پھوٹ کر ریت میں جذب ہو گئے ؎
کانٹوں کی زبان سوکھ گئی پیاس سے یارب ۔ اک آبلہ پا وادی پر خار میں آئے
(۶) ترجمہ :۔ بلقب عہ ربین :۔ (اے دوست) تیرے عشق کے سبب
میں نے کینہ و عداوت کو مہر و محبت کے ساتھ تبدیل کر لیا (چنانچہ) میں
(تیری) تلوار کے سامنے گردن جھکانے کے لیے آمادہ ہوں اور دشمن کے ساتھ
شفقت کرنے کے لیے (یعنی عاشق کا دل کینہ سے پاک ہوتا ہے)۔

(۷) ترجمہ :- اے نظیری اگر میں اپنی خودی سے ایک قدم باہر رکھ دوں - تو عرش بلند و برتر کو بھی (اپنے سے) ایک درجہ نیچا کر دوں (یعنی ترک خودی کرکے جب سالک اللہ سے واصل ہو جائے گا - تو عرش کا ایک درجہ نیچے ہو جانا ظاہر ہے -

---

بحر :- مجتث مثمن مخبون محذوف -
ارکان :- تقطیع مثل ۱۳/۱

(۱) ترجمہ :- ہمارے خزانہ (سینہ) کا تحفہ ٹوٹا ہوا (شیشہ) دل ہے - (مگر) ہمارے (اس) آبگینہ سے مملکت (عالم کی انگشتری) کا نگینہ بنایا جا سکتا ہے -

توضیح :- یعنی بمقتضائے "شیشہ چو بشکست نگیں می شود" ہمارا دل بھی شکستگی کے بعد مرتبہ بلند پاتا ہے - اقبال کا شعر ہے ؎

تو چھپا چھپا کے نہ رکھ اسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

(۲) ترجمہ :- تو غیب کے معاملات کو کیا جانے کہ (وہ) کیا ہیں - (بس) طعن و طنز نہ کر اس لئے کہ (خضر طریقت) ہمارے کشتی (دل) کو بے مصلحت نہیں توڑتا ہے -

توضیح :- شعر میں واقعہ خضر و موسیٰ کی طرف تلمیح ہے کہ خضر نے ظالم بادشاہ سے بچانے کے لیے کشتی توڑنی شروع کر دی تھی اور موسیٰ نے عدم واقفیت کی بنا پر اعتراض کر دیا تھا ٹھیک اسی طرح ہمارے سفینہ دل کی شکستگی میں بھی کوئی مصلحت ہے گو ہمیں علم نہ ہو

اس لئے معاملات غیبی پر اعتراض نہ کرنا چاہیئے۔ عسٰی ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم یعنی بہت ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے بھلے کی ہو۔

مکن بکشتنِ ما مشورت کہ تابودہ است ۳ بفالِ دوست مبارک نہ بود کینۂ ما
ہزار کار درست از شکستِ ما گردد ۴ طلسمِ ما شکن و برخور از دفینۂ ما
یگانہ ایم بہ بے قدری ارچہ بردرِ دوست ۵ بقدرِ ذرہ نواں یافتن قرینۂ ما
چراغِ صومعہا زندہ مے تواں کردن ۶ بدوستی تو یعنی بسوز سینۂ ما
زبعد کعبہ نظیری زیارتِ ما کن ۷ کہ دلبرِ نمکین ست در مدینۂ ما

دہانِ پیام ہوس داشت شستم انشارا ۸ درونِ سینہ بریدیم سرِ تمنا را

(۳) تشریح: "تابودہ ست" کا فاعل ضمیر راجع بسوئے کینہ۔
ترجمہ:۔ (اے دوست) ہمارے قتل کے بارے میں مشورہ نہ کر (بلکہ بے تامل قتل کر ڈال) اس لئے کہ جب سے کینہ کا آغاز ہوا ہے ہم سے کینہ رکھنا۔ دوست کی فال میں مبارک (ثابت) نہیں ہوا (اس لیے اس نامبارک چیز کو دور کرنے کی صورت یہی ہے کہ ہم کو قتل کر ڈال تاکہ تجھ کو اس منحوس خلش سے رہائی حاصل ہو جائے۔
(۴) تشریح: "طلسم" نقش پُر فریب۔ "برخوردان" فائدہ اٹھانا۔
"دفینہ" خزانہ۔
ترجمہ:۔ ہماری شکست (بربادی) سے ہزاروں کام ٹھیک ہو سکتے ہیں (اس لیے اے دوست) ہمارے پُر فریب نقشِ (ہستی) کو توڑ اور ہمارے اپنے میں) دبے ہوئے خزانہ سے فائدہ اٹھا۔

توضیح :۔ یعنی ہمارے سینہ میں بھی دیوار یتیم کی طرح دولت عشق وایماں موجود ہے۔ جو طلسم پندار وخودی کی وجہ سے ظاہر نہیں ہوئی اس سے نفع اٹھانے کے لیے اس طلسم کو توڑنا چاہیے۔ اگر ایسا ہو جائے تو سب کام درست ہو جائیں۔

(۵) تشریح :۔ "قرینہ" مرتبہ۔ درجہ۔

ترجمہ :۔ اگرچہ ہم دوست کے دروازے پہ بے قدری میں فرد و بے مثل ہیں (یعنی اتنی کوئی چیز بے قدر نہیں ہے جتنے کہ ہم ہیں۔ مگر) ہمارے مرتبہ کو (آفتاب حقیقت کے سامنے) ذرہ کی برابر جاننا چاہیئے (کو وہ آفتاب کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ مگر جذب نور کی صلاحیت بھی اُسی میں ہے۔ اور کسی میں نہیں اسیطرح ہم بھی باوجود بے قدری کے مرتبہ بلند رکھتے ہیں۔

(۶) تشریح :۔ "صومعہ" عبادت خانہ غیر مسلم۔ "بدوستی" بائے قسمیہ ہے یا باوسیلہ۔

ترجمہ :۔ (ہمارے سینہ میں عشق کی ایسی آگ بھری ہوئی ہے کہ تیرے عشق یعنی ہمارے سینہ کی سوزش سے سیکڑوں گرجہ چراغ روشن کیے جا سکتے ہیں (یا تیری دوستی کی قسم کہ ہمارے سینہ کی سوزش سے الخ

(۷) ترجمہ :۔ اے نظیری کعبہ (کی زیارت) کے بعد ہماری زیارت کرنا کہ ہمارے مدینہ (دل) میں بھی (ایک نہایت) ملیح وحسین دولبر با موجود ہے (یعنی معشوق حقیقی کا جلوہ ہمارے مدینہ (دل) میں ہے جس کی زیارت کعبہ ظاہر کی زیارت سے بہتر ہے۔ حاجی کعبہ کے حج کرنے

کے بعد زیارت نبیؐ کے لئے مدینہ جایا کرتے ہیں۔

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون محذوف مشعث۔
ارکان:۔ و تقطیع مثل ۴۳

(۱) ترجمہ:۔ (میری) زبان حرص و ہوس کا پیغام دے رہی تھی۔ (اس لئے) میں نے خط کو دھو ڈالا اور مرغ، تمنا کا سر میں نے (قفس) سینہ میں کاٹ دیا (کہ عشق صادق میں اظہار تمنا بھی زیبا نہیں ہے)

چہ گونہ عرض تمنا کنم کہ حسن غیور ۲ نہ دادہ راہ دریں پردہ رمز و ایمارا
دراں نظارہ کہ برتیغ وکف شعور تبود ۳ زرشک سوختہ بود آگہی زلیخا را
ذخیرہ زجنون بہارہ نہا دیم ۴ کم ست سوختنک ما بیگان سودا را
نوازشی نہ کرم می کند محبت نیست ۵ تواں شناختن از دوستی مدارا را
گراز ورع بگدا زاہداں قدح نہ دہند ۶ چہ مانعست حریفان با دا پیمارا
گذشت شوق زاندازہ گوشہ نظرے ۷ کہ مے خموش کنامست بے محابا را

(۲) تشریح: "غیور" غیرت مند "رمز و ایما" اشارہ و کنایہ۔

ترجمہ:۔ میرے پاس اظہار تمنا کی کیا صورت ہے؟ جب کہ اس (دوست) کے غیرت مند حسن نے اس پردہ (سراپئے عشق) میں اشارہ و کنایہ تک کی گنجائش نہیں رکھی (یعنی اشارہ سے بھی جب اظہار مدعا کی اجازت نہیں ہے تو صراحت کے ساتھ تو کہاں ہو سکتی ہے۔ ~

کوئی امید بر نہیں آتی - کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

(۳) تشریح: "تیغ" تجری "شعور" خبر، دھیان "آگہی" عقل۔
ترجمہ:۔ (جمال یوسفؑ کے) اس نظارہ میں کہ اجہاں زنان مصر کو)

چھری اور ہاتھ کا بھی درمیان نہ تھا۔ زلیخا کی عقل و خرد رشک کی وجہ سے جل بھن کر رہ گئی تھی (یعنی زلیخا کو اس پر رشک تھا کہ یہ عورتیں میرے محبوب کو دیکھ کر کیوں اس قدر محو و بے خود بن گئی ہیں۔

(۴) تشریح:۔ ذخیرہ کی تنکیر تحقیر و قلت کا فائدہ دیتی ہے و تنک مایہ تھوڑی پونجی والا۔

ترجمہ:۔ (افسوس کہ موسم) بہار کے جنون میں سے ہم نے کچھ بھی ذخیرہ (اٹھا کر) نہ رکھا۔ (کہ اب کام آتا سچ ہے کہ) جنوں (عشق) کا سرمایہ کم رکھنے والوں کو نفع (بھی کم یا بالکل) نہیں رہتا۔

توضیح:۔ موسم بہار میں جنون میں زیادتی ہے اگر اس وقت کچھ ذخیرہ رکھ لیا جاتا تو اب موسم خزاں میں کام آتا مگر ذخیرہ تو اس وقت رکھا جا سکتا ہے جب کہ سرمایہ بہت ہو۔ یہاں موسم بہار میں اتنا جنون نہیں جتنا کہ ہم چاہتے ہیں۔

(۵) تشریح:۔ "نوازش" حاصل مصدر از نواختن۔ مدارا: ظاہر داری۔ ظاہری حسن سلوک۔

ترجمہ:۔ اگر وہ (دوست اپنے اصلی) کرم کی وجہ سے (ہم پر) نوازش کرتا ہے۔ تو یہ کوئی محبت (کی علامت) نہیں ظاہر داری اور محبت میں امتیاز کیا جا سکتا ہے۔

توضیح:۔ یعنی ہم کو دوست کے اس کرم کی ضرورت ہے۔ کہ جو اس خیال کے پیش نظر ہو کہ وہ ہمارا دوست ہے کیونکہ ظاہر داری اور محبت کی نوازش میں بڑا فرق ہے۔

(۶) ترجمہ:۔ اگر زاہد (اپنے تقویٰ کی وجہ سے (مجھ) گدائے (میکدہ)

کو ساغر (شراب) نہیں دیتے ہیں (نہ دیں۔ لیکن ہمارے) ہم پینے
نوشوں کو کیا چیز مانع ہے۔ یہ کیونکہ نہیں پلانے یعنی ان کے لیے تو
ورع و تقوی کا عذر بھی نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ خود پیتے ہیں۔ اور
ہمیں محروم کر دیا ہے

میں اور بزم سے یوں تشنہ کام آؤں
گر میں نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا

(۷) تشریح :۔ "گوشہ نظرے" مفعول فعل کن محذوف "بے محابا" بے باک۔

ترجمہ :۔ (ہمارا خمار) شوق اندازہ سے بڑھ چکا ہے (خدا کے لئے چشم سے آلودگا) ایک اشارہ ہماری طرف فرما۔ کہ بے باک مست کو شراب (ہی) خاموش کر سکتی ہے۔

بکینۂ دلِ بے رحم کافرت نازم ۸ کہ کرد ماست یمن دوست گبر و ترسا را
بدیہہ سنج نظیری اگر تو خواہی بود ۹ شکر فروش کنند طوطی شکر خا را

ہر کہ رقم کنم عذر گناہ را ۴۲/۱ ریزم بجو خامہ ز مژہ خون سیاہ را
شاید کہ شرم و دولت ما را گران خرند ۲ آنجا کہ خر منے ست بہا برگ کاہ را
مطرب رہ سماع باہنگ می زند ۳ صوفی خانقاہ غلط کردہ راہ را

(۸) تشریح :۔ "گبر" مجوسی۔ "ترسا" آتش پرست۔

ترجمہ :۔ تیرے بے رحم کافر دل کے کینہ پر میں فخر و ناز کرتا ہوں کہ جس نے گبر و ترسا کو (بھی) میرا دوست بنا دیا۔ (یعنی عاشقی میں دوست نے ہم کو ایسے ایسے آزار پہونچائے کہ دشمنوں کو بھی ہم پر

ترس آنے لگا۔ ؎

اس رنگ سے اٹھائی کل اس نے اسد کی نعش
دشمن بھی جس کو دیکھ کے غم ناک ہو گئے

(۹) **تشریح** :- بدیہہ " وہ کلام جو بغیر سوچے کہا جائے " شکرخا " اسم فاعل ترکیبی مراد شیریں گفتار " کند " کا فاعل ضمیر راجع بسوئے بدیہہ سنجی جو بدیہہ سنج سے مفہوم ہوتی ہے اگر کند کی بجائے کنی ہو تو زیادہ بہتر ہے بظاہر ایسا ہی ہوگا۔ کتابت کی غلطی سے کند لکھا گیا۔

ترجمہ :- اے نظیری اگر تو (اسی طرح) بدیہہ گو رہے گا تو (تیری یہ بدیہہ سنجی) طوطی شیریں گفتار کو شکر فروش بنا دے گی (یا تو بنا دے گا۔ یعنی تیرے کلام شیریں سے وہ اسی قدر شکر جمع کرے گی کہ دوکان لگا کر بیٹھ جائے گی۔ مراد یہ ہے کہ دوسرے لوگ بھی تجھ سے فصاحت و بلاغت سیکھ لیں گے۔

بحر :- مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف۔
ارکان :- و تقطیع مثل ۲

(۱) **ترجمہ** :- جس وقت میں تجھ کو (اپنے) گناہوں کی معذرت لکھتا ہوں۔ تو قلم کی طرح پلکوں سے خون سیاہ بہاتا ہوں (یعنی حسرت و ندامت میں خون کے آنسو روتا ہوں)

(۲) **ترجمہ** :- بقلب مصرعین مطلب ہم کو یہ توقع ہے کہ اُس بازار میں جہاں کہ ایک گھاس کے تنکے کی قیمت (نعمتوں کا) ایک خرمن قرار دی جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ ہماری ذلت و شرمساری کو (بھی) گراں

خرید لیں (یعنی ہم کو امید ہے کہ اللہ تعالے ہماری شرمساری پر نظر فرماتے ہوئے عفو و کرم کی بے انتہا نعمتوں سے ہم کو نواز دیگا۔

(۳) تشریح :۔ "مطرب" گویا۔ "سماع" راگ۔ "آہنگ" نغمہ۔ مقام موسیقی۔ "رہ زدن" ڈاکہ ڈالنا۔ یہاں مراد پردہ ساز پر گانا۔

ترجمہ :۔ مطرب راگ کے پردہ کو خاص نغمہ کے ساتھ چھیڑتا ہے (کہ سننے والوں کو وجد میں لے آتا ہے) خانقاہ کے صوفی نے راستہ غلط اختیار کیا کہ وہ سماع سے منع کرتا ہے۔ یا وہ خود گمراہ ہے۔ اس کو بجائے خانقاہ کے یہاں آنا چاہیے تھا کہ یہی راہ حق ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ مطرب آہنگ کے ساتھ یعنی للکار کر راہ سرود و نغمہ میں رہزنی کر رہا ہے اور جو اس راستے پر آتا ہے۔ اس کا دل و ایمان لوٹ لیتا ہے۔ خانقاہ نشین صوفی اب تک اس سے ملول تھا۔ مگر اب وہ بھی راستہ بھول کر ادھر آنکلا اس لیے اب اس کے دین و ایمان کا خدا حافظ۔

آں عارفاں کہ در رمضان بادہ میخورند ۴ بینند در زلالِ قدح عکس ماہ را
معراجِ ما نہایتِ اُفتادگی بود ۵ در عشق قربِ سدرہ بود قعرِ چاہ را
آنجا کہ بے تفاوتیٔ وسعِ رحمتست ۶ بدخواہِ انفعال دہد نیک خواہ را
گر خونِ یک قبیلہ ازاں رخ طلب کنند ۷ سلطان زداد خواہ نخواہد گواہ را
گر عجز عشق بازی و مستی شود حساب ۸ فرداگنہ برد ابشفاعت گناہ را
عشق آمد بخرقۂ پشمیں فرو غتیم ۹ تشریف شاہ اکبر و عباس شاہ را

(۴) تشریح :۔ "عارف" خداشناس۔ "زلال" آب صاف و شیریں "ماہ" مراد رخسار دوست۔

ترجمہ :۔ وہ عرفا جو رمضان میں (بجائے روزہ رکھنے کے) شراب پیتے ہیں۔ وہ ساغر کی شراب صاف میں (عید کے) چاند کا عکس دیکھتے ہیں۔ (یعنی دوست کے رخسار کا عکس ماہ عید بن کر ان کو نظر آتا ہے اس لیے رمضان بھی ان کے لیے عید کا حکم رکھتا ہے۔ اس لیے شراب پیتے ہیں۔

ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم — اے بےخبر ز لذتِ شربِ مدام ما

(۵) تشریح :۔ "معراج" سیڑھی۔ مجازاً ترقی و کمال۔ "سدرہ" مقام جبرئیلؑ "قعر" گہرائی۔ تلی۔

ترجمہ :۔ (ہماری) انتہائی فروتنی و عاجزی ہی معراج کمال ہے۔ (کیونکہ عشق میں کنویں کی تلی کو سدرۃ المنتہیٰ کی سی رفعت اور قربت حاصل ہے۔

توضیح :۔ قعر چاہ سے حضرت یوسفؑ کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور واقعی ان کو عشق آلہٰی میں باوجود کنویں میں ہونے کے سدرۃ المنتہیٰ کی نزدیکی حاصل تھی۔

(۶) تشریح :۔ "وسع" وسعت عموم۔ "بدخواہ" مراد بدعمل۔ گناہ گار۔ "نیک خواہ" مراد نیک۔ پرہیزگار۔

ترجمہ :۔ (اس بارگاہ خداوندی میں کہ) جہاں رحمت کے وسیع اور عام ہونے میں کوئی تفاوت اور امتیاز نہیں بدعمل۔ نیک عمل کو شرمندہ کر سکتا ہے (یعنی گنہگار شرمسار پرہیزگار مغرور پر فوقیت لے جائے گا۔

(۷) ترجمہ :۔ اگر اس رخ (دوست) سے ایک قبیلہ کا خون بہا

طلب کریں۔ تو بادشاہ فریادی سے گواہ کا مطالبہ نہیں کرے گا (یعنی رخ دوست خود اس امر کا شاہد ہے کہ واقعی اس نے قتل عام کیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہمارا معشوق بڑا جانستان ہے)۔

(۸) تشریح: "غبن" نقصان۔ کمی "شفاعت" سفارش۔

ترجمہ:۔ اگر قیامت میں (ہماری) عشق بازی اور بے خودی کی کمی و نقصان کا (جو ہمارا ناقابلِ عفو گناہ ہے) حساب ہونے لگا تو ہمارا ایک گناہ سفارش کے لیے دوسرے گناہ کو پیش کرے گا۔

توضیح:۔ یعنی ہمارا سرمایہ اعمال صرف عشق بازی و مستی ہے اور اس میں بھی ہم سے کوتاہیاں ہوئی ہیں اگر اس پر ہم سے مواخذہ ہوا تو کوئی نیکی تو ہمارے پاس ہے نہیں۔ ہاں گناہ بے شمار ہیں اس لیے ہماری سفارش گناہ ہی کر سکتے ہیں۔ ؎

ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد
یارب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے

(۹) ترجمہ:۔ (سلطان) عشق آیا اور ہم نے شاہ اکبر اور شاہ عباس کی (عطا کردہ) خلعتوں کو کمبل کی گدڑی کے بدلے فروخت کر ڈالا۔

توضیح:۔ یعنی عشق کی نظر میں شوکت دنیوی ہیچ ہے سلطان عشق کی بارگاہ میں عجز و فروتنی درکار ہے۔

کردیم خاکِ مسکنت و تکیتی بسبر ۱۰ تعظیم صدرِ منزلتِ بارگاہ را
سرگشتہ اندخلق نظیری بیا کہ ما ۱۱ روشن کنیم زمزمۂ خانقاہ را

نگاہ گم شدہ بر راہِ کوئے یار مرا ۴۳/۱ گسستہ عقد گہر گریہ در کنار مرا

خود از محبت جاناں بخود حسد دارم ۲ زرشک غیر کنوں برگذشتہ کار مرا
زہریقیں کہ شود صاف سینہ صاف ترم ۳ غبارِ دل نشوم گر کنی غبار مرا

(۱۰) تشریح :۔ "مسکنت" عاجزی و ذلت" را "بمعنی برائے۔
ترجمہ :۔ بقاب مصرعین :۔ ہم نے بارگاہ (جمال حقیقت) کے مسند نشیں صدر کی تعظیم کے لیے (اپنے) سر پہ خاک ڈال لی (یعنی انتہائی فروتنی کا اظہار کیا۔ اور ہمارے لیے ایسا ہی زیبا تھا۔ اس لیے کہ حقیقت کے سامنے مجاز کی کوئی حیثیت نہیں۔
(۱۱) تشریح :۔ "زمزمہ روشن کردن" نغمہ تیز کرنا۔
ترجمہ :۔ اے نظیری! مخلوق (شبہات کی تاریکی میں) سرگشتہ و پریشان ہے۔ تو آنا کہ ہم (مل کر) خانقاہ کے نغموں کو روشن (تیز) کردیں (تا کہ مخلوق ہمارے نغموں سے نورِ یقین حاصل ہو اور اس سرگشتگی سے نجات ملے)۔

بحر :۔ مجتث مثمن مخبون محذوف۔
ارکان :۔ و تقطیع مثل ۱۳/۱
(۱) تشریح : "شمرا" میں را ہر دو مصرعہ میں علامت اضافت یعنی نگاہ من۔ کنار من "عقد" لڑی۔
ترجمہ :۔ میری نگاہ کو جیسے دوست کے راستہ میں کھو گئی ہے۔ (کہ) گریہ و زاری نے میری آغوش میں (اشک کے) موتیوں کی لڑی توڑ دی ہے (کہ مسلسل اشک ٹپک رہے ہیں اور نظر آنا بند ہو گیا ہے۔

(۲) ترجمہ ا۔ معشوق کے عشق و محبت سے میں خود اپنے اوپر حسد و رشک کرتا ہوں (کہ جانتے ہیں بھی کیوں اس سے محبت کرتا ہوں۔اب غیر پر رشک کرنے سے میرا معاملہ گذر چکا ہے (گویا مجھے اپنے سے بھی بد گمانی ہے۔ اس مضمون کو غالب نے یوں ادا کیا ہے۔ سے

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پر رشک آجائے ہے
میں اسے دیکھوں بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے

(۳) تشریح: "یقین" علم بے شبہہ "سینہ صاف" اسم فاعل ترکیبی یعنی صاف سینہ والا۔

ترجمہ: ۔ ہر اس یقین سے بھی ہو بالکل صاف و بے غبار ہو۔ میں زیادہ صاف دل ہوں کہ اگر (اے دوست!) تو مجھے ہلاک کرکے میری خاک کو) غبار بنا دے گا۔ تو میں کسی دل کے لئے غبار (یعنی باعث آزار) نہ بنوں گا۔

توضیح: ۔ یعنی بطفیل عشق ہم صلح کل کے مقام پر پہونچ گئے ہیں۔کسی سے کینہ دپر خاش نہیں ہے۔کہ باعث آزار بنیں)۔

بہ بے بری مزنم طعنہ کز ہزار چمن	۴	قضا گذاشتہ اینجا بیاد گار مرا
زروزگار چہ منت کہ بر سر من نیست	۵	بروزگار تو افگندہ روزگار مرا
غدا ز آفت پژمردگی نگہدارد	۶	شگفتہ است دل و طبع زیں بہار مرا
مزاج دوست خموشی تحرد وے چہ کنم	۷	گل مجتم ایں نالہ ہست خار مرا
تعلق تو نظیری بہ پستیم دارد	۸	تو جہے کہ کند دوست دالگذار مرا

اشب خوش آشنا ست بر دلیش نگاہ ما ۴۴ گویا حجاب سوختہ از برق آہ ما

(۴) تشریح :۔ "مزنم" میں ضمیر مبہم مفعولی ہے۔
ترجمہ :۔ میرے درخت وجود کو بے ثمر ہونے کا طعنہ نہ دے اس
لیے کہ ہزاروں (وجود کے) گلزاروں میں سے (صرف) مجھ ہی کو قضا و
قدر نے یہاں بطور یادگار کے چھوڑا ہے۔
توضیح :۔ یعنی خواہ میں بے ثمر سہی مگر ہزار ہا چمن کی یادگار ہوں۔ کم
از کم اسی کا خیال کرکے مجھے طعنہ نہ دے یعنی اسلاف کی یادگار
صرف ہم رہ گئے ہیں بھلے ہیں یا بُرے بہر حال قابل قدر ہیں۔
(۵) ترجمہ :۔ زمانے کا کون سا احسان ہے جو میرے سر پر نہیں۔
(یعنی اس کا یہ احسان تمام احسانات کے قائم مقام ہے کہ زمانے
نے مجھے تیرے عہد میں پیدا کیا۔
(۶) ترجمہ :۔ بقلب مصرعین۔ اس بہار سے میرا (غنچہ) دل و
طبیعت کھل گیا (دعا ہے کہ اب) اللہ اس کو پژمردگی و افسردگی کی
آفت سے بچائے رکھے۔ (نعوذ باللہ من الحور بعد الکور)
یعنی کمال کے بعد زوال نہ ہو۔
(۷) تشریح :۔ "خرد" یعنی طلبد۔
ترجمہ :۔ دوست کا مزاج (میرا) خاموش رہنا چاہتا ہے۔
مگر میں کیا کروں میں عشق و محبت کا پھول ہوں۔ اور یہ نالہ و زاری
میرا کانٹا ہے "وگل بے خار کہ دید" یعنی گل بدون خار کے نہیں پایا جاتا
تو مجھ سے نالہ کیسے جدا ہو سکتا ہے اور کانٹے دور کرنا پھول کے بس
بھی نہیں ہوتا)۔

(۸) تشریح :- "توجہے" کے بعد فعل کن محذوف ہے "واگذار" رہا - آزاد -

ترجمہ :- اے نظیری تیرا تعلق مجھے پستی میں ڈالے ہے (یعنی خودی اور تعلق اور تعلق دنیوی کی قید میں گرفتار ہوں) ایسی دلی توجہ کر کہ دوست (حقیقی) مجھے (ذہبہ تعلق سے) آزاد کر دے -

---

بحر :- مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف

ارکان :- و تقطیع بیشل ۲/۲

(۱) ترجمہ :- آج کی رات ہماری نگاہ اس (دوست) کے چہرہ سے خوب آشنا ہے (یعنی اس کا دیدار حاصل ہے) گویا ہماری آہ کی بجلی نے (اس کا) نقاب جلا دیا (یعنی یہ ہماری آہ کا اثر معلوم ہوتا ہے - اس کے برعکس حالت دید میں عدم نظارہ کا مضمون غالب نے خوب باندھا ہے - ؎

نظارہ نے بھی کام کیا واں نقاب کا - مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بکھر گئی

ازبسکہ شدیم بحسرت جدا ازو ۲ خون می چکید روز وداع از نگاہِ ما

شغل محبت ست کہ مانع ز طاعت ست ۳ روز جزا بس ست ہمیں عذر خواہِ ما

دوزخ اگر بجاشنی آتشِ دل ست ۴ اہلِ بہشت رشک برند از گناہِ ما

دل بے غمت مباد کزیں فیض گشتہ است ۵ رحمت طفیلئے نفس صبح گاہِ ما

صد سیل وصل آمد و صد کشتہ تازہ شد ۶ ہرگز نبود نشو و نما در گیاہِ ما

ما نخلِ ماتمیم نظیری ز ما حذر ۷ غمگین شود کسیکہ بود در پناہِ ما

(۲) ترجمہ :- چونکہ بے حد حسرت و رنج کے ساتھ ہم اس (محبوب) سے

جدا ہورہے تھے اس لئے کہ جدائی کے دن ہماری آنکھ سے خون
ٹپک رہا تھا (اس شعر میں کیفیت جدائی کا بیان ہے)
(۳) ترجمہ :- جو چیز ہم کو طاعت وبندگی سے روکنے والی ہے
وہ محویت ومشغولیتِ عشق ہے (لہٰذا) قیامت کے دن یہی چیز ہماری
طرف سے عذر خواہی کے لیے کافی ہے۔
توضیح :- یعنی عشق میں ہم ایسے محو وبے خود ہیں کہ طاعت کا ہوش
ہی نہیں اس لیے ہماری یہ مدہوشی ہی ہم کو معذور ثابت کردے گی۔
ع فرض وسنت زتماشائے تو از یادم رفت
پردہ بر رخ مکن و یا زمن ایمان مطلب
(۴) ترجمہ :- دوزخ (کی آگ) اگر دل کی آگ (سوزِ عشق)
کے برابر (لذیذ) ہوتی تو جنت والے (ہم دوزخیوں کے) گناہ پر
رشک کریں گے (کہ ہم نے یہ گناہ کیوں نہ کیا۔ تاکہ یہ لذتِ سوز ہم
کو بھی حاصل ہوتی)
(۵) تشریح :- "بے غمت" میں تا دل کا مضاف الیہ ہے۔ اور
خطاب اپنے نفس سے ہے یا دوست سے خطاب ہے اور تقدیر عبادت
یوں ہے۔ دلِ من بے غم تو مبادہ طفیلے" تا بع ۔
ترجمہ :- خدا کرے (اے نفیر تی!) تیرا دل (کبھی) غم سے
فارغ نہ ہو یا اے دوست میرا دل کبھی تیرے غم سے خالی نہ
ہو کیونکہ رحمتِ (خداوندی) آہِ سحر گاہی کے تابع اسی فیض (غم)
سے بنی ہے (یعنی یہ غم عشق کا اثر ہے کہ رحمت خداوندی متوجہ
ہو گئی ہے)۔

(۶) تشریح :- تازہ "سیراب" نشو ونما " بڑھنا - بالیدگی -

ترجمہ :- وصل (یار) کے سینکڑوں سیلاب آئے اور سینکڑوں پیاسے (عاشق) سیراب ہوئے (مگر ہائے بدبختی ! ! کہ) ہماری گیاہ (دل و روح) میں بالکل نشو ونما نہیں ہوا (یعنی ہم بدنصیب محروم رہے اور دوسرے وصلِ دوست سے شاد کام ہوئے)۔

(۷) تشریح :- "نخل" درخت خرما "حذر" پرہیز کرنا - خوف و خطر -

ترجمہ :- اے نظیری ہم غم واندوہ کے درخت ہیں ہم سے بچنا کیونکہ جو بھی ہماری پناہ میں آئے گا اسے بھی غمگین ہونا پڑے گا ۔

۴۵

ازیں ویرانہ ترمیخواستم ویرانۂ خود را ۱ ازیں ویرانہ بیروں می برم دیوانۂ خود را

حریفاں نشۂ مہر و محبت را نمے دانند ۲ بدستِ دشمنِ خود میدہم پیمانۂ خود را

نہ مورش خواہد از سختی نہ مرغش چیند از تلخی ۳ نمی بینم ز جنسِ ہیچ خرمن دانۂ خود را

زبیم آنکہ طبلِ رحلتے ناگاہ بنوازند ۴ ہمیشہ رخت بر درگاہ دارم خانۂ خود را

عزیزاں دیدہ از خاکسترم سازند نورانی ۵ تو شمع بزمِ خلوت مے کنی پروانۂ خود را

بآیاتِ زبور و نغمۂ داؤد نغز و شم ۶ بیانِ دردناک و نعرۂ مستانۂ خود را

بحر :- ہزج مثمن سالم

ارکان و تقطیع مثل ۱/۱

(۱) ترجمہ :- میں اپنے ویرانہ (سینہ) کو اس سے بھی زیادہ ویرانہ (بنانا) چاہتا تھا (اس لیے) اس ویرانہ سے میں اپنے (دل) دیوانہ کو باہر لیئے جاتا ہوں (کیونکہ اس کی ویرانی دل کی دیوانگی کے مطابق

نہیں کوئی اور ویرانہ تلاش کرنا چاہیے۔ مراد یہ ہے کہ عاشقی میں
اس امر کی ضرورت ہے کہ دل ماسوا اللہ سے بالکل خالی ہو جائے)
(۲) تشریح :۔ "حریف" ہم پیشہ۔ ہم پیشہ شخص کبھی دوست ہوتا
ہے اور کبھی دشمن اس لیے حریف کے معنی کہیں ہم مشرب موافق کے
آتے ہیں اور کہیں رقیب و مخالف کے۔
ترجمہ :۔ ہم مشرب لوگ مہر و محبت (کی شراب) کے نشہ
(کی قدر و قیمت) کو نہیں سمجھتے (اس لیے مجبوراً) میں اپنے دشمن
کے ہاتھ میں اپنا جام دیتا ہوں (یعنی ہم خیالوں سے جب امید وفا
نہ رہی تو دشمنوں سے امیدیں وابستہ کرلینی پڑیں)۔
(۳) تشریح :۔ "سورش و مرغش" میں شین ضمیر مفعولی ہے "خرمن"
کھلیان۔ انبار غلہ۔
ترجمہ :۔ بقلب مصرعین بہ میں اپنے دانہ (ہستی) کو کسی
خرمن کی جنس سے نہیں پاتا (کیونکہ) نہ اس کو سختی کی وجہ
سے چینوٹی (کھانا) چاہتی ہے اور نہ کوئی پرندہ تلخی کی وجہ
سے اس کو اٹھاتا ہے (یعنی کوئی بھی میرا خواہاں نہیں)
(۴) تشریح :۔ "رحلت" کوچ "درگاہ" چوکھٹ۔ دہلیز۔ "را"
علامت اضافت یعنی "رخت بر درگاہ خانہ خود دارم"۔
ترجمہ :۔ اس خوف سے کہ (کہیں ایسا نہ ہو کہ) کوچ کا
نقارہ اچانک بجا دیں۔ میں سامان (سفر) ہمیشہ گھر کی چوکھٹ
پر رکھے رہتا ہوں (یعنی میں سرائے دنیا سے سفر کرنے کے
لیے ہر دم آمادہ ہوں)۔

(۵) ترجمہ بقلب مصر علین:۔ (اے محبوب!) تو اپنے پروانہ کو جلا کر محفل تنہائی کی شمع بنا دیتا ہے (چنانچہ دیکھ لو! کہ) عزیزان گرامی قدر) میری راکھ سے (اپنی) آنکھوں کو منور کرتے ہیں (یعنی عاشق آتش عشق میں جل کر ایسا مرتبہ پا لیتا ہے کہ پھر لوگ اس کو آنکھوں میں جگہ دیتے ہیں)۔

(۶) تشریح: "زبور" وہ آسمانی کتاب جو حضرت داؤدؑ پر نازل ہوئی "نغمہ داؤدؑ" داؤدؑ کا نغمہ اور خوش آوازی مشہور ہے۔

ترجمہ بقلب مصر علین:۔ میں اپنے (عشق کے) درد بھرے بیان اور مستانہ نعروں کو زبور کی آیتوں اور داؤدؑ کے نغمہ کے بدلے (بھی) نہیں فروخت کر سکتا۔ (یعنی میرا بیان اور میرے نعرے زبور اور نغمہ داؤدؑ سے زیادہ بیش قیمت ہیں)۔

نظریؔ قصۂ فرہاد و خسرو فسانے شد ۷ کنوں من ہم کتابی میکنم افسانۂ خود را

آنکہ برما رقم کیں زدہ از کینۂ ما ۴۶ نقش آئینہ خود دید در آئینۂ ما
عید نوروز بود مکتب ما را ہر روز ۲ بمحبت گذرد شنبۂ و آدینۂ ما
محرم سلطنت عشق اگر بر خوانند ۳ خاتم و سکہ بر آرند ز گنجینۂ ما
خوردہ دل زخمے ازاں غمزہ کہ نتوانی دوخت ۴ تو کہ صد بار فزوں دوختۂ سینۂ ما

(۷) ترجمہ:۔ اے نظریؔ! فرہاد و خسرو کا قصہ (عشق) ایک مدت ان (استاد بن گیا (اس لئے) اب میں بھی اپنے افسانۂ (عشق) کی کتاب تیار کئے دیتا ہوں (کیونکہ میں بھی عاشق ہوں کچھ ان سے کم نہیں۔

بحر :۔ رمل مثمن مخبون محذوف
ارکان :۔ و تقطیع مثل ۱۵

(۱) تشریح :۔ رقم، نقش تحریر۔ مراد الزام۔
ترجمہ :۔ جس شخص نے ہم سے کینہ رکھنے کے سبب ہم پر کجیچڑ کا الزام لگایا اس نے (درحقیقت) اپنے آئینہ کا عکس ہمارے آئینہ میں دیکھا ہے۔
توضیح :۔ دو آئینے جب ایک دوسرے کے بالمقابل رکھے جائیں تو ایک کا عکس دوسرے میں آنے لگتا ہے۔ اس تمثیل کے پیش نظر کہتا ہے کہ ہم تو صاف دل ہیں اگر جو شخص ہم پر کینہ کا الزام لگاتا ہے درحقیقت وہ اپنے دل پُر کینہ کے آئینہ کا عکس ہمارے دل شفاف کے آئینہ میں دیکھ کر اپنی نادانی سے یہ سمجھتا ہے کہ کینہ ہمارے دل میں ہے۔

(۲) ترجمہ :۔ ہمارے مدرسہ (عشق) کا ہر دن عید نوروز ہے (یعنی) ہمارا شنبہ اور جمعہ (درس) محبت میں گذرتا ہے۔
توضیح :۔ یعنی کتب عشق میں باوجود کسی دن چھٹی نہ ہونے کے ہم کو ہر روز عید نوروز کی سی مسرتیں حاصل ہیں۔ ۵

درس ادیب اگر بود زمزمۂ محبتے ۔ جمعہ بکتب آورد طفل گریز پائے را
مکتب عشق کا دستور نرالا دیکھا ۔ اسکو چھٹی نہ ملی جس کو سبق یاد رہا

(۳) تشریح :۔ محضر، فرد۔ فرمان، خاتم و سکہ بمعنی مہر۔
ترجمہ :۔ اگر سلطنت عشق کے فرمان یا فہرست کو پڑھیں گے۔ تو تکمیل کے لیے) سکہ و مہر ہمارے ہی خزانہ سے نکال لائیں گے (یعنی فرمان

عشق کی تکمیل ہمارے نام سے ہوگی۔ جس طرح فرمانِ شاہی کی تکمیل شاہی مہر سے ہوتی ہے)۔

(۴) ترجمہ **بقلب مصرعین** :۔ (اے چارہ گر) تو نے اگرچہ سو بار (بلکہ اس) سے بھی زیادہ ہمارے سینہ (کے چاک) کو رفو کیا ہے مگر (اب کی بار) دل نے اس غمزۂ (دوست) سے وہ (وسیع) زخم کھایا ہے کہ اس کو تو نہیں سی سکتا (یعنی یہ زخم کاری لگا ہے اور اب ہلاکت یقینی ہے۔

زاں نگاہے کہ بدنبالۂ چشمت نرسید ۵ خوں فرو می چکد از خرقۂ پشمینۂ ما

آزمودیم بزور مے امسال نبود ۶ قدحے داشت خم از بادۂ پارینۂ ما

طرفہ شورے سحر از سینۂ نظری برخاست ۷ ساخت کارے ہمہ را گریۂ دوشینۂ ما

غبار از دل بمژگاں روبم و بنشانم نشانش را ۱۴۷/۱ بآب دیدہ شویم خاک و جویم آستانش را

زمستی ہائے شوق آں بلبل شوریدہ احوالم ۲ کہ نشناسد اگر صد بار بیند آشیانش را

اثر میکرد گاہے نالہ ام از بسکہ نالیدم ۳ کنوں از نالۂ من خواب آید پاسبانش را

(۵) تشریح :۔ "دنبالہ" پچھلا حصہ مراد گوشۂ چشم۔ "خرقہ" گدڑی۔

ترجمہ :۔ (اے دوست) تیری اس نگاہ سے جو (ابھی تک) تیری آنکھ کے گوشہ تک بھی نہیں پہونچی (ہمارا دل ایسا زخمی ہوا کہ) ہمارے اونی خرقہ سے خون ٹپک رہا ہے (یعنی تیری نیم نگاہ نے ہمیں گھائل کر دیا۔

(۶) ترجمہ **بقلب مصرعین** :۔ "خم" (شراب) میں ہماری گذشتہ سال کی شراب میں سے ایک پیالہ بچا ہوا تھا۔ ہم نے اس کو آزمایا اس سال کی شراب کے زور کے برابر نہ نکلا (حالانکہ پرانی شراب زیادہ تیز ہوتی مگر یہ شراب عشق ہے جس کا ہر نیا گھونٹ پہلے سے زیادہ تیز اور زوردار ہوتا ہے۔

(۷) ترجمہ :- اے نظیریؔ صبح ایک عجیب شورِ (فغاں ہمارے) سینہ سے
اٹھا کہ کل رات والی ہماری گریہ وزاری نے سب کے کام بنا دیے (یعنی
ہماری آہ موثر ثابت ہوئی اور ہمارے ساتھ اوروں کی مرادیں بھی حاصل
ہوگئیں۔یا- یہ کہ شورِ فغاں نے سب کا کام تمام کردیا)۔

بحر :- ہزج مثمن سالم۔
ارکان و تقطیع :- مثل ۱

(۱) ترجمہ :- میں پلکوں (کی جاروب) سے دل کے غبارِ آلودگی (دنیا)
کو صاف کرتا ہوں۔اور اس (دوست) کا نشان دیکھتا ہوں (کہ آیا چمکا
یا نہیں اور) اشکوں سے خاکِ (آلودگی) کو دھوتا ہوں اور اس کا آستانہ
ڈھونڈتا ہوں (یعنی دل مسکن دوست ہے مگر اس پر تعلق دنیوی کا گرد و
غبار چھا گیا ہے۔اس لئے جاروبِ مژگان اور آب دیدہ کے ذریعہ سے اسکو
صاف کرکے اس قابل بنانا چاہتا ہوں کہ دوست پھر جلوہ افروز ہو سکے)۔

(۲) ترجمہ :- عشق کی سرمستیوں کی وجہ سے میں ایسا پریشان حال
بلبل (بن گیا) ہوں کہ اگر وہ سو بار بھی اپنے آشیانہ کو دیکھے تو نہ
پہچان سکے (یعنی ہم عشق میں ایسے گم ہوگئے ہیں کہ ہمیں اپنی اور
اپنے مقام کی کچھ خبر نہیں) سعدی گفتہ ؎

این مدعیان در طلبش بے خبرانند - کانراکہ خبر شد خبرش باز نیامد

(۳) ترجمہ :- میرا نالہ کبھی (کسی وقت) اثر کیا کرتا تھا (مگر) چونکہ میں
برابر نالے کرتا رہا تو اب اس کے دربان کو میرے نالے سُن کر نیند
آجاتی ہے۔(کیونکہ اس کے لئے میرے نالے سُننا کوئی نئی بات نہیں

رہی) سنتے سنتے عادی ہو چکا ہے۔ گویا نالے افسانہ کا کام دینے لگے اور
بالکل بے اثر ہو گئے۔

ہمہ در عشق او از رشک با من دشمن جانند ۴ کہ با من مہربان سازد دل نامہربانش را
مرا زیں عشق شور انگیز در رشک خواہد شد ۵ کہ ہر کس بر سر ہر کوئے خواند داستانش را
سوال بوسہ کردم از آں شوخ لب گزید از قہر ۶ ضیافت کرد ابرامش لبہ شیریں بیانش را
نظیری قافلے دارد کہ آمرزیدہ میگردد ۷ سگان از کوئے او گر بگذرانند استخوانش را

ہر روز جوئیم آب رخ رو ندرفتہ را ۴۸/۱ گوئم بغمز ننگ زمردم نہفتہ را

(۴) ترجمہ:۔ سب (لوگ) اس کے عشق کے بارے میں رشک کی وجہ سے
میرے جانی دشمن بن گئے ہیں تو اب کون (ایسا خیرخواہ باقی ہے) جو اس (دوست) کے
نامہربان دل کو مجھ پر مہربان بنائے گا؟ (یعنی اس کے عشق میں ہم نے دنیا کی دشمنی
مول لے لی ہے۔ اب کسی سے امید ہمدردی کرنا فضول ہے)۔

(۵) ترجمہ:۔ مجھے اس جنون خیز عشق کی وجہ سے ہر ہر دروازہ پر رشک آئیگا۔
اس لئے کہ ہر شخص ہر ایک کوچہ میں اس کی داستان (عشق) پڑھ رہا ہے۔
توضیح:۔ داستانش میں ضمیر کا مرجع عشق اور معشوق دونوں کو قرار دیا جا
سکتا ہے پہلی صورت میں اپنے عشق کے چرچے پر اظہار رشک۔۔۔
صورت میں معشوق کے طلبگاروں کی کثرت پر)۔

(۶) تشریح:۔ "ابرام" غصہ کرنا۔ "ضیافت" مراد دشنام۔
ترجمہ:۔ میں نے اس (محبوب کے) رخسار سے بوسہ مانگا۔ تو وہ جھنجھلا
کر ہونٹ کاٹنے لگا۔ (یعنی، اس کی ضد یا گالیوں نے اس کے لبوں کی
مٹھائی سے تواضع کی۔

توضیح :۔ دشنام درست کو شیرینی قرار دیا ہے اور اس امر پر اظہار تعجب کرتا ہے کہ سوال تو ہم نے کیا تھا اور ضیافت لبوں کی ہوئی یعنی سوال دیگر جواب دیگر۔

(۷) **تشریح :۔** "او" ضمیر راجع بسوئے قائل یہ "استخوانش" ش ضمیر راجع بسوئے نظیری ۔

ترجمہ :۔ نظیری ایسا قائل (باسعادت) رکھتا ہے کہ اگر اس کے کوچے سے کتے نظیری کی ہڈیاں لے کر گذر جائیں تو نظیری کی بخشش ہو جائے (یعنی ہماری خوش نصیبی ہو گی اگر ایسا ہو جائے)

بحر :۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف ۔

ارکان و تقطیع :۔ مثل ۲/۱

(۱) **تشریح :۔** "آب رخ" ۔ آبرو ۔ "ننگ" بدنامی کی بات "زمردم نہفتہ" صفت ننگ ۔

ترجمہ :۔ میں ہر روز گذرے ہوئے دن کی آبرو (یعنی رسوائی) کو تلاش کرتا ہوں ۔ (چنانچہ) لوگوں سے چھپی ہوئی بدنامی کی باتوں کو (بھی) میں فخر کے ساتھ بیان کرتا ہوں (تاکہ رسوائی کی تکمیل ہو جائے کہ ع

بد نام شدن در دو جہان غایت نام است

لب بستم از سخن کہ دریں مجمع نفاق ۲ بہ یافتم ز گفتہ حدیث نہ گفتہ را

ہرگز شب امید بادہ زانِ من ندید ۳ جام مئے دو سالہ و ماہِ دو ہفتہ را

خفاشِ بختِ من چو نہ بیند چہ فائدہ؟ ۴ گر سرمہ ز آفتاب کشد چشم خفتہ را

درخوں ہمیشہ نشترِ مژگاں شکستہ ام ۵ ناسفتہ کردہ ام ہمہ درہائے سفتہ را
فراش کوئے دوست شوائے نالہ یک سحر ۶ درچشم بخت کن خس و خاشاک رُفتہ را
زہرست آب بدہ نظیری نہ اشک تلخ ۷ در دیدہ آب میکنم الماس نفتہ را

دلاگدازِ کہ آئینہ کردہ سنگِ ترا $\frac{۴۹}{۱}$ کلام صیقل ابروزدودہ زنگِ ترا

(۲) تشریح :۔ "لب بستن" خاموش ہو جانا۔ "نفاق" دل میں کچھ ہو، اور زبان سے کچھ ظاہر کرنا۔

ترجمہ :۔ میں نے بات کرنی ہی چھوڑ دی اس لیے کہ اس نفاق کے مجمع میں میں نے نہ کہی ہوئی بات کو کہی ہوئی بات سے بہتر پایا کیونکہ لوگ سخن فہم نہیں ہیں اور نفاق ان کو حق بات ماننے سے روکتا ہے ؎

دریں مشہد کہ انوارِ تجلی است - سخن دارم ولے ناگفتن اولی است

(۳) ترجمہ :۔ اُمیدِ (وصل) والی رات نے میرے عہد میں دو سال کی (پرانی) شراب اور چودھویں کے چاند (یعنی رخسار دوست) کو ہرگز نہیں دیکھا (اس ہماری محرومی کی بھی کوئی حد ہے !)

(۴) ترجمہ :۔ میرے نصیبہ اور مقدر کے چمگادڑ کو جب کہ نظر ہی نہیں آتا تو اگر وہ (اپنی) سوئی ہوئی (بند) آنکھ میں آفتاب کا سُرمہ بھی لگائے تو کیا فائدہ ؟ یعنی بے سود ہے بلکہ اور اندھا ہو جائے گا مراد یہ ہے کہ ہماری بدبختی کے دور ہونے کی کوئی تدبیر نہیں)۔

اشارہ :۔ چشم خفاش میں سرمۂ آفتاب لگانا نظیری جیسے سحر نگار ہی کا کام ہے۔

(۵) ترجمہ :۔ میں نے خوان (کے اشکوں) میں ہمیشہ پلکوں کے نشتر

توڑے ہیں (افسوس کہ) بندھے ہوئے موتیوں کو میں نے بے بندھا بنا دیا۔

توضیح :- اشکوں کو موتی اور مژگان کو نشتر اور برما قرار دیا ہے جس سے موتی میں سوراخ کیا جاتا ہے۔ پس جب پلکیں اشکوں کے ساتھ ٹوٹ گئیں تو گویا یہ صورت ہوئی کہ برمے کی نوک ٹوٹ گئی اس لیے بندھا ہوا موتی پھر بے بندھا رہ گیا۔ اور مثل مشہور ہے کہ جو بن رھ گیا سو موتی، رہ گیا سو پتھر۔

(۶) **ترجمہ** :- اے (میرے) نالہ! (ایک مرتبہ) صبح کو تو (میرے) دوست کے کوچے کا جاروب کش بنجا (اور جھاڑو سے) سمیٹے ہوئے کوڑے کو (میرے) بخت کی آنکھ میں ڈال دے (شاید اسی کی برکت سے چشم بخت نورانی ہو جائے)۔

(۷) **تشریح** :- "اشک تلخ" اشک کو تلخ تلخی غم کی وجہ سے بھی کہتے ہیں۔ اور خود اشک کا مزہ بھی تلخ ہوتا ہے۔ "الماس تفتہ" سے مراد آنکھوں کی سپیدی ہے جو رونے کی حالت میں سُرخ ہو جاتی ہے۔

ترجمہ بقلب مصرعین :- اے نظیری میں آنکھ میں سرخ تپے ہوئے ہیرے کو (پگھلا کر) پانی بنا رہا ہوں (اس لئے میری) آنکھوں کا (یہ) پانی زہر ہے (معمولی) تلخ آنسو نہیں ہیں۔ ہیرا زہر کا کام کرتا ہے۔

تو کعبہ در دل ما کافراں چرا جوئی ۲ گر آذرے نہ تراشیدہ است سنگ ترا
کے شکاری عشق ترا چہ مے داند ۳ نشانہ دیگر زخمی دگر خدنگ ترا
زخار خار محبت دل ترا چہ خبر! ۴ کہ گل بجیب نگنجد قبائے تنگ ترا
ہر کسے نظر از شیوۂ دگر داری ۵ کسے درست نفہمیدہ ریو و رنگ ترا

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون محذوف ۔
ارکان و تقطیع :۔ مثل ۱۳
(۱) تشریح :۔ کہ "کرامیہ ہے" گدانہ" حاصل مصدر از گرفتن " صیقل"
صیغہ صفت یعنی قلعی گر۔
ترجمہ :۔ اے دل کس (آتشین رخسار) کے سوز و گداز عشق نے
تیرے سنگ (دل) کو آئینہ بنا دیا اور ابر مٹنے (ابارہ) کے کس قلعی گرنے
تیرے زنگ کو دور کر دیا (کہ اب تیرا دل مثل آئینہ روشن اور جمال
حقیقت کا مظہر بن گیا ہے۔
(۲) تشریح :۔ " آذر" والد ابراہیم ۔ مراد مرشد۔
ترجمہ :۔ (اے غافل) اگر تیرے سنگ (دل) کو کسی آذر یعنی بت گر
کامل نے نہیں تراشا ہے تو تو ہم جیسے کافروں کے دل میں کعبہ کو
کیوں تلاش کرتا ہے۔
توضیح :۔ یعنی کعبہ، حقیقت ہمارے دل میں موجود ضرور ہے مگر تو اس
وقت تک اس کو نہیں پا سکتا۔ جب تک کہ کسی مرشد کامل سے اصلاح
دل نہیں کرلے گا۔ اس لیے کہ حضرت ابراہیم نے کعبہ کو اسی وقت پایا
جب کہ آذر سے پیدا ہوئے۔ ؎

عشق آوردہ خلیل اللہ ز آزر چہ عجب
با صمد گرئے شود گر صنم از تیشۂ ما

(۳) ترجمہ :۔ تیرے عشق کے شکاری کو کوئی کیا جانے! کہ
تیرے تیر (نگاہ) کا نشانہ کوئی ہوتا ہے اور زخمی کوئی ؎
دو چشمت کہ تیر بلا مے زند ۔ کجا می نماید کجا مے زند

کمان جانب دیگرے می کشند — دلے تیر برما چرا مے زنند

(۴) تشریح :- "خار خار" تکرار لفظ سے کثرت مراد ہے۔ "قبا" چست اچکن۔

ترجمہ :- (اے دوست) تجھ کو عشق کے بے شمار کانٹوں (یعنی مصائب) کی کیا خبر؟ کہ تیری تنگ قبا کی جیب میں پھول کی (بھی) گنجائش نہیں۔

توضیح :- یعنی اگر پھول بھی جیب قبا میں لگا دیا جائے تو وہ بھی تیرے لئے باعث تکلیف ہوتا ہے۔ تو تجھ جیسا نازک بدن مصائب عشق کا حال کیا بیان کر سکتا ہے۔ کہ عاشقوں پر کیا گذرتی ہے۔

(۵) تشریح :- "شیوہ" طرز۔ "ریو و رنگ" مکر و فریب۔

ترجمہ :- (اے دوست) تو ہر ایک کی طرف نئے طرز سے دیکھتا ہے (یعنی کسی پر قہر کی نظر ہے تو کسی پہ مہر کی) کوئی شخص تیرے فریب اور چال کو ٹھیک نہیں سمجھ سکا۔

توضیح :- یعنی تیرا عاشق نظر کرم کا مستحق تھا مگر اس پہ نظر قہر ہے اور غیر غضب کا مستحق تھا مگر اس پر نگاہ کرم ہے۔ اس کا کچھ بھید نہیں کھلتا۔ دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ ہر ایک کو تو نئی نئی اداؤں سے شکار کر لیتا ہے تیرے فریب حسن کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

بنغمۂ دگرم زندہ ساز اے مطرب ۶ چہ معجز ست کہ در پردہ نیست چنگ ترا
تو حرف تلخ فروشی و من شکر نوشم ۷ کہ چاشنی ہزار آشتی ست جنگ ترا
تو از نسیم نظیری بشور می آئی ۸ چہ گل نہاں نتواں کرد بو و رنگ ترا

کردم ز شکوہ منع دلِ زار خویش را ۵ انداختم برونِ رجزا کار خویش را

وقتِ نظارۂ بُتِ پرہیزگار خویش ۲ شوئیم بگریہ دیدۂ خونبار خویش را

(۶) تشریح :۔ "کردم" کا میم ضمیر مفعولی ہے "ترا" میں را علامت اضافت "چنگ" سارنگی۔

ترجمہ بقلب مصرعاین :۔ اے مطرب (حقیقت) کون سا معجزہ ہے کہ تیرے ساز کے پردہ میں نہیں ؟ (اگر ایک نغمہ سے مجھے تو نے ہلاک کیا ہے تو) دوسرے نغمہ سے مجھ کو زندہ بھی کر دے۔

(۷) تشریح :۔ "حرف تلخ فروختن" ۔ بُرا بھلا کہنا ۔ گالیاں دینا ۔ "آشتی" صلح۔

ترجمہ :۔ تو (مجھ کو) گالیاں دیتا ہے اور میں (گویا) شربت (کے سے گھونٹ) پیتا ہوں ۔ اس لیے کہ تیری لڑائی میں بھی ہزاروں صلح کا سا مزہ ہے۔

توضیح :۔ یعنی بحکم ضرب الحبیب زبیب معشوق کو گالیوں میں بھی مزہ آتا ہے حافظ نے کہا ہے ۔ ؎

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی — جوابِ تلخ میزیبد لبِ لعلِ شکر خارا

غالب نے کہا ہے ۔ ؎

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب — گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا

(۸) تشریح :۔ "نسیم" صبح کی ہلکی ہوا ۔ "بشور آمدن" مضطرب ہوجانا شور برپا کرنا۔

ترجمہ :۔ اے نظیری تو صبح کی ہلکی ہوا سے شور و فغاں مچانے لگتا ہے (گویا) پھول کی مانند تیری بو اور رنگِ (عشق) کو بھی چھپایا نہیں جا سکتا۔

توضیح :- یعنی بتقضائے "دیوانہ راہوئے بس ست" تو بھی ادنیٰ سے محرک سے نالہ و فغاں کرنے لگتا ہے نالہ و فغاں کو عاشق گل صفت کے لئے رنگ و بو قرار دیا ہے اور باد نسیم دونوں کے لئے چاک گریبانی کا باعث ہوتی ہے۔

بحر :- مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف۔
ارکان و تقطیع :- مثل ۱۰۲

(۱) ترجمہ :- میں نے اپنے ناتواں دل کو شکوہ و شکایت (کرنے) سے منع کر دیا (اس لیے کہ اس کا حاصل کچھ نہیں) میں نے تو اپنا معاملہ قیامت کے دن پر چھوڑ دیا ہے (اس لیے کہ عمل عشق کی جزا روز جزا ہی مل سکتی ہے)

(۲) تشریح :- "بُت" معشوق "پرہیزگار" متقی "گریہ" مراد آب گریہ "دیدہ خونبار" خون کے آنسو رونے والی آنکھ خون جاری ناپاک ہوتا ہے۔
ترجمہ :- میں اپنے پرہیزگار معشوق کے دیدار کے وقت گریہ (شادی) کے پانی سے (زمانہ ہجر میں) خون برسانے والی آنکھوں کو دھولیتا ہوں (یعنی پاک کر لیتا ہوں۔ کیونکہ اس بُت کی پرہیزگاری کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا دیدار بھی پاک آنکھیں کریں۔
اشارہ :- گریۂ شادی کی کیا خوب وجہ بیان کی ہے ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں دیدۂ خونبار کو اس لیے دھولیتا ہوں تاکہ وہ بھی اپنا عاشق نہ سمجھے۔ کیونکہ یہ امر اس کی حیا اور پرہیزگاری

کے خلاف ہے۔

جرمِ منست پیشِ تو گر قدرِ من کم است ۳ خود کردہ ام پسند خریدارِ خویش را
صد مشتری ست جنسِ دلم را چو آفتاب ۴ من گرم مے کنم بتو بازارِ خویش را
ترسم کہ رفتہ رفتہ بہ بیداد خو کنی ۵ بر کیں بدار طبعِ ستمگارِ خویش را
اے دل مجو نجات کہ صیاد پیشگان ۶ در دام مے کشند گرفتارِ خویش را
عزت بود کہ دوش نظیری بیاد تو ۷ آسان نمود مردنِ دشوارِ خویش را

(۳) ترجمہ :۔ (اے محبوب!) اگر تیری نظر میں میری قدر و قیمت کم ہے تو یہ میرا جرم ہے (کیونکہ) میں نے اپنے خریدار کو خود پسند کیا ہے۔ (خریدار نے مجھ کو پسند نہیں کیا۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جب گاہک خود قدر نہ ہو اور مال زبردستی اس کے سر منڈھا جائے تو مال کی قیمت گر جاتی ہے اس میں خریدار کا کیا قصور!)

(۴) تشریح :۔ "مشتری" صیغہ اسم فاعل از اشترار بمعنی خریدار۔ مشتری ایک سیارہ کا نام بھی ہے اس لئے آفتاب کے ساتھ ہونے کی وجہ سے اس میں ایہام پیدا ہو گیا ہے "چو آفتاب" صد مشتری کے لئے بھی تشبیہ ہو سکتی ہے۔ اور جنس دل کے لیے صد مشتری ہونے کے واسطے بھی۔ "بازار گرم کردن" رونق بڑھانا۔

ترجمہ :۔ میرے متاع دل کے سینکڑوں آفتاب کے مثل (خوبرو) خریدار ہیں یا جس طرح آفتاب کے سینکڑوں سیارے خریدار ہیں اسی طرح میری جنس دل کے سینکڑوں گاہک ہیں۔ (پھر میں نے تجھی کو کیوں انتخاب کیا اس لیے کہ میں تیرے ذریعہ سے اپنے بازار کو (اور) رونق دینا چاہتا ہوں (کہ ع۔

تو جوں صاحب شوی ذوقِ خریداراں شود پیدا
یعنی گو طالب دل بہت سے ہیں مگر تجھ سا کوئی نہیں۔ تجھ سے میرے دل کی اور گرم بازاری ہو جائے گی)۔
(۵) تشریح :۔ "خو کردن" عادی بن جانا۔
ترجمہ :۔ مجھے خوف ہے کہ (ایسا نہ ہو کہ) تو رفتہ رفتہ ظلم کرنے کا عادی بن جائے (اس لئے) اپنی ظالم طبیعت کو (ہماری) دشمنی پر نہ (جمائے) رکھ (مراد واضح ہے)۔
(۶) تشریح :۔ "صیاد پیشہ" اسم فاعل ترکیبی بمعنی شکاری "مجو" کے بجائے اگر بجو ہو تب بھی معنی درست ہو سکتے ہیں "نجات" سے مطلقاً آزادی مراد ہے یا نجات از دام صیاد۔
ترجمہ :۔ اے دل! آزادی طلب نہ کر اس لیے کہ (مرغِ دل کے یہ) شکاری اپنے گرفتار کو جال میں (تڑپا تڑپا کر) مار دیتے ہیں (یعنی آزادی کا حصول ناممکن ہے)؎

اے وائے بر اسیرے کز یاد رفتہ باشد
در دام ماندہ باشد و صیاد رفتہ باشد

دیگر :۔ اے دل (دامِ گیسوئے یار سے) نجات کی خواہش نہ کر اس لئے کہ (یہ) شکاری اپنے اسیر کو جال ہی میں ذبح کر دیتے ہیں (اور ہماری آرزو یہی ہے)
دیگر :۔ اے دل نجات کی کوئی سبیل کر اس لیے کہ (یہ) شکاری (اتنے ظالم ہیں کہ) دام میں ہی اپنے شکار کو مار ڈالتے ہیں (لیکن نجات کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے۔

(۷) ترجمہ :۔ (اے قاتل!) تیری عمر دراز ہو کہ کل نظیری نے تیری یاد میں اپنی دشوار موت کو آسان بنا لیا (یعنی تیری ہونے اس کا کام تمام کر دیا یا تیرے تصورِ رنگین میں تکلیف جانکنی محسوس نہیں ہوئی۔

۵۱

فراقِ دوستاں بسیار پیش آمد دلِ مارا ۱ غمِ مردن گرفت از ما ہوائے منزلِ مارا

گل افشاں بود با تو ہر سرِ خار و بن سنگے ۲ تو چوں رفتی ازینجا آفتے زد حاصلِ مارا

عفاک اللہ بقیدِ عشقم از ہستی بر آوردی ۳ بیک مشکل نمودی حل ہزاراں مشکلِ مارا

اگر مقبول اگر مردود حرفِ ما اثر دارد ۴ تواں تعویز با زد کرد سحرِ باطلِ مارا

سرشتِ ملخواص مہر و طبع دوستی دارد ۵ برہمن بُت ہمے سازد گر مشتِ گلِ مارا

ہمہ افسانۂ گیسو و رخسار تو مے گویم ۶ شبِ ما نور مے بخشد چراغِ محفلِ مارا

(۱) تشریح :۔ "ہوائے منزل" آرزوئے قیام گاہ۔

ترجمہ :۔ (چونکہ) دوستوں کا فراق ہمارے دل کو بہت پیش آیا ہے (اس لیے) موت کے غم نے ہم سے ہمارے مقام کی آواز کو چھین لیا ہے۔

توضیح :۔ یعنی چونکہ دوستوں کا انجام زندگی دیکھ کر ہم کو اپنا انجام بھی معلوم ہو گیا ہے۔ اس لئے اب دنیا میں قیام کی آرزو نہیں رہی۔

(۲) تشریح :۔ "گل افشاں" اسم فاعل سماعی۔ "حاصل" پیداوار مراد نشاط۔

ترجمہ :۔ (اے محبوب) تیرے ساتھ (رہنے کے زمانہ میں)

ہر کانٹا اور پتھر (بھی ہمارے لیے) پھول برسانے والا تھا۔ یعنی تیری محبت ہمارے لئے باعث صد مسرت و نشاط تھی مگر) تو جب یہاں سے چلا گیا تو ہماری (کشتِ دل کی) پیداوار پہ آفت نازل ہو گئی۔

سعدی گفتہ ؎

پائے در زنجیر پیش دوستاں ۔ بہ کہ با بیگانگاں در بوستاں

(۳) تشریح :۔ "عفاک اللہ" عفا فعل ماضی کاف ضمیر خطاب مفعول۔ اللہ فاعل۔ جملہ دعائیہ ہے۔

ترجمہ :۔ (اے دوست!) اللہ تجھے عافیت سے رکھے تو نے قید عشق میں گرفتار کر کے مجھ کو قید ہستی (دنیا) سے آزاد کر دیا۔ (الحمد للہ کہ) تو نے ایک مشکل کے ذریعہ سے ہماری ہزاروں مشکلوں کو حل کر دیا (یعنی غم عشق ایک مشکل ہے اور غم دنیا ہزار مشکل)۔

(۴) تشریح :۔ "اگر" تکرار حرف شرط سے تردید کا فائدہ حاصل کیا ہے۔ "سحر باطل" جھوٹا جادو۔ مراد سخن۔

ترجمہ :۔ خواہ مقبول ہو یا مردود (اگر ہماری بات میں اثر ہے اس لیے) ہمارے کلام باطل کو بازو کا تعویز بنایا جا سکتا ہے (کیونکہ بے اثر نہیں ہے ہمارا کلام مقبول ہوتا ہے تو دوست آمادہ بمہر ہو جاتا ہے اور اگر مردود ہوتا ہے تو آمادہ بغضب۔ پس یہ مہر یا غضب ہماری بات کا اثر ہے۔

(۵) تشریح :۔ "خواص" جمع خاصہ۔ "طبع" مزاج سرشت۔ "خمیر" طبیعت۔

ترجمہ :۔ ہمارے خمیر میں محبت کی خاصیتیں اور دوستی کا مزاج موجود ہے (حتیٰ کہ یہ خیال ہوتا ہے کہ) شاید برہمن ہماری (بھی)

خاک نمناک سے بُت بنا تا ہے۔ (کہ اس میں بھی مہر و محبت کے خواص پائے جاتے ہیں)۔

(۶) ترجمہ :- میں تیرے رخسار اور زلف کا پورا افسانہ (ان دو لفظوں میں) کہے دیتا ہوں کہ ہماری رات - ہماری محفل کے چراغ کو نور عطا کر رہی ہے۔

توضیح :- یعنی جس طرح شب کی تاریکی میں چراغ کا نور نمایاں ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح تیری زلف سیاہ کی وجہ سے تیرے رخسار کا نور اور زیادہ نمایاں ہوگیا ہے کہ ؏

وبِضِدِّھا تَتَبَیَّنُ الاشیاء

یعنی چیزیں اپنی اضداد میں پوری طرح نمایاں ہو جاتی ہیں عرفانی پہلو یہ ہے کہ کثرت کی ظلمت - رخسار وحدت کے لیے گو زلف کی مانند بظاہر حجاب ہے - مگر اس کا پورا ظہور بھی اسی تقابل سے ہوتا ہے۔

بشارت درگذر داریم و شاہد در نظر داریم ۷ بدیدار تو چشم افتادہ بخت مقبلِ ما را
دریں صحرا نظیری نیست لاغر تر ز ما صیدے ۸ کہ بر فتراک مے بندد شکارِ بسملِ ما را

زحرمانم غمے در خاطر یاراں شود پیدا $\frac{۵۲}{۱}$ چہ بیمارے کہ مرگش بر پرستاراں شود پیدا
چو پیدا گردم از راہے چناں یاراں رمند از من ۲ کہ بدمستے میانِ جمع ہشیاراں شود پیدا

(۷) تشریح :- "بشارت" خوش خبری "درگذر داشتن" مصروفِ آمد و رفت رکھنا "مقبل" نصیبہ ور "را" علامت اضافت ہے۔

ترجمہ بتقلیب مصرعین :- (اے دوست!) ہمارے نصیبہ ور بخت

کی نگاہ تیرے دیدار (چہرہ) پر پڑ گئی ہے (جس کے فیض سے اب)
ہم ہمیشہ معشوق (حقیقی) کو نظروں میں اور خوش خبریوں کو مصروف آمد و
رشد رکھتے ہیں (دوسری جگہ اسی مضمون کو یوں ادا کیا ہے سے

ذوقے بکمال مست وصالے بدوام ست
امروز بما منزلت عشق تمام ست

(۸) تشریح :۔ "فتراک" شکاربند۔ وہ تسمہ جو زین کے دائیں بائیں
جانب شکار کے لیے باندھ لیتے ہیں۔
ترجمہ :۔ اے نظیری اس دست (عشق) میں ہم سے زیادہ دُبلا
اور ناتواں شکار اور کوئی نہیں (تو پھر) کون اپنے فتراک پر ہمارے
(اس) نیم جاں شکار کو باندھتا ہے؟
توضیح :۔ اپنی ناتوانی اور ناقابل شکار ہونے پر اظہارِ حسرت کرتا
ہے۔ اسی مضمون کے آگے چل کر یوں ادا کیا ہے سے

از نگاہے شد نظیری صید دمن در انفعال
زانکہ ایں وحشی نمی ارزد بہائے تیر را

بحر :۔ ہزج مثمن سالم۔
ارکان وتقطیع :۔ مثل ۱

(۱) تشریح :۔ "حرماں" "محرومی" "پرستار" تیماردار۔
ترجمہ :۔ میری محرومی سے دوستوں کے دل میں (ایسا) غم
پیدا ہو جاتا ہے جیسے کہ وہ بیمار کہ جس کی موت تیمارداروں پر
ظاہر ہو جائے۔

توضیح :۔ مریض کی صحت سے جب مایوسی ہو جاتی ہے تو گو تیمارداروں کو اس کا غم ہوتا ہے مگر چونکہ وہ تیمارداری سے عاجز ہو جاتے ہیں۔ اس لیئے خدا سے چاہتے ہیں کہ مریض کا جلد خاتمہ ہو جائے تاکہ نجات ملے۔ ٹھیک یہی میرا حال ہے کہ اس محرومی سے دُور ہونے کی کوئی اُمید نہیں۔ دوست عاجز آ چکے ہیں۔ اس لیے چاہتے ہیں کہ میرا قصہ ہی پاک ہو جائے تو اچھا ہے۔

(۲) **ترجمہ** :۔ جب میں کسی راستے سے (ناگاہ) سامنے آجاتا ہوں تو دوست مجھ سے ایسے بھاگتے ہیں جیسے کہ کوئی بدمست (دیوانہ) ہوشیاروں کے مجمع میں آجائے۔ (یعنی عشق میں میری دیوانگی کا یہ عالم ہے کہ جو اپنے تھے بیگانوں کی طرح مجھ سے بچتے ہیں)

کہ نگریزد ز ما گر ازیں تقوی بروں آییم ۳ طرب گر ما رمد در کوئے میخواراں شود پیدا

بتے از حلقۂ پرہیزگاراں برنمے خیزد ۴ کہ بر مرزم مسلمانی دیں داراں شود پیدا

پشیمانی بکشتی زبیع من کہ بس سہل قیمت را ۵ تو چوں صاحب اشتی کی وقت خریداراں شود پیدا

زلیخا گو میارا بزم فرش دلبری منگن ۶ کہ آں یوسف بزندانِ گرفتاراں شود پیدا

چراغ زندہ میخواہی در شب زندہ داراں زن ۷ کہ بیداری بدولت بخت بیداراں شود پیدا

نظیری کاش بنمائی کہ در ساغر چہ میدانے ۸ کہ پیش اہلِ قدر گنہگاراں شود پیدا

(۳) **تشریح** :۔ "از چیزے بروں آمدن" کسی چیز کو چھوڑ دینا۔ طرب خوشی۔ نشاط۔

ترجمہ :۔ اگر میں اس پرہیزگاری کو چھوڑ دوں (اور راہ میکدہ اختیار کر لوں) تو (پھر) کوئی ہم سے نہ بھاگے۔ (بلکہ سب بخوشی ہم سے ملے رہیں گے۔ اس لئے کہ) جو خوشی کہ ہم سے بھاگتی ہے وہ شراب

نوشوں کے کوچے میں پہنچ جاتی ہے۔
توضیح :۔ یعنی تقویٰ دشمن نشاط و طرب ہے جس کی وجہ سے مسرت و شادمانی ہم سے کنارہ کش ہیں تو ہم کیوں نہ اس کو خیر باد کہہ کر بزم مے خواراں میں جو نشاط و طرب کا گہوارہ ہے داخل ہو جائیں پھر کوئی بھی ہم سے نہ بھاگے گا۔
(۴) ترجمہ :۔ زاہدوں کے حلقہ سے کوئی بت پیدا نہیں ہوتا کہ لوگوں پر (ان) دینداروں کی مسلمانی (کا بھرم) کھل جائے۔
توضیح :۔ اُن کا زہد اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے صنم کا مشاہدہ نہیں کیا اگر کر لیتے تو دینداری چھوڑ کر بت پرستی شروع کر دیتے۔
(۵) تشریح :۔ "بیع" بیچنا۔ خریدنا "سہل قیمت" سستا "ئے" "یا" علامت اضافت۔
ترجمہ :۔ (اے دوست) میری خریداری پر تو شرمندہ نہ ہو۔ اس لئے کہ اس سستے سودے کا (یعنی میرا) جب تو مالک بن جائے گا تو (اس کی خریداری کا) گاہکوں کو شوق پیدا ہو جائے گا۔ (یعنی جس کو دوست پسند کرے وہ محبوب خلائق ہو جاتا ہے)۔
(۶) ترجمہ :۔ زلیخا سے کہہ دو کہ وہ (وصال کے لئے) محفل آراستہ نہ کرے اور دلبری کا فرش نہ بچھائے (یعنی اپنی آرائش نہ کرے) اس لئے کہ وہ یوسف (جس کی وہ طالب ہے بزم میں نہیں آتا بلکہ) قیدیوں کے قید خانہ میں نمودار ہوتا ہے۔
توضیح :۔ مراد یہ ہے کہ جس طرح زلیخا نے اپنی اور اپنے گھر کی آرائش کی اور یوسفؑ سے مقصد برآری کی چاہی مگر یوسفؑ نے

قیدخانہ کو ترجیح دی۔ اسی طرح معشوق حقیقی کا وصال دنیا طلبی کی حالت میں نہیں ہو سکتا۔ زندانِ عشق و بلا میں گرفتار ہو کر ہو سکتا ہے۔

(۷) تشریح: "چراغ زندہ" روشن چراغ "شب زندہ دار" یادِ خدا میں راتوں جاگنے والا۔

ترجمہ:۔ اگر تو (دل کے) روشن چراغ کی خواہش رکھتا ہے تو شب زندہ داروں کے دروازے پر دستک دے (یعنی ان کو رہنما بنا) اس لئے کہ نعمت کی نہ بے داری بے دار (دل) لوگوں کے نصیب سے حاصل ہوتی ہے۔

(۸) ترجمہ:۔ اے نظیری کاش تو ظاہر کر دے کہ تیرے پیالہ میں کون سی شراب ہے تاکہ (شراب کو حرام قرار دینے والے) زاہدوں کے سامنے (بادہ نوش) گنہگاروں کی قدر و منزلت ظاہر ہو جائے (یعنی ہمارے جام میں شراب طہور عشق ہے اگر یہ ظاہر کر دی جائے تو ہمارا سر اونچا اور زاہدوں کا سر خجلت کی وجہ سے نیچا ہو جائے)

۵۳

انبرۂ آشوب باد در زلف دارد شانہ را ۱ شورشِ زنجیر در شور آورد دیوانہ را

حسن بنیاد محبت بر پریشانی نہاد ۲ تا نشوید خاک را دہقان نریزد دانہ را

حور جنت جلوہ بر زاہد دہد در راہِ دوست ۳ اندک اندک عشق در کار آورد بیگانہ را

عشق کامل نیست تا در بند مال و مسکنی ۴ آزمال آتش علم گردد کہ سوزد خانہ را

ہرچہ زد خود را بر آتش محو آتش گشت و رفت ۵ در حقیقت شعلہ بال و پر بود پروانہ را

جائے یک ناخن درستی در سراپایم نماند ۶ سر زمال دیوانہ ویران ترکند ویرانہ را

بحر :- رمل مثمن محذوف ۔
ارکان و تقطیع :- مثل ۲ۤ

(۱) تشریح :- "آشوب" پریشانی" شانہ" کنگھا ۔
ترجمہ :- (اے محبوب) ہم کو پریشان بنانے کے لیے (اپنی) زلف میں کنگھا کرتا ہے (اس لئے کہ) دیوانہ تو زنجیر کی آواز سے شورش (ہنگامہ) کرنے لگتا ہے (کہ دیوانہ رہا ہوئے بس است)۔
اشارہ :- دوسرا مصرعہ تمثیل ہے۔ جس میں زلف کو زنجیر سے تعبیر کیا ہے ۔

(۲) ترجمہ :- چمن نے محبت کی بلیا دپریشانی (عاشق) پر رکھی ہے (جس طرح کہ) کسان جب تک زمین (میں ہل چلا کر مٹی کو) منتشر نہیں کر لیتا۔ اس وقت تک بیج نہیں ڈالتا (اس لیے اس پریشان حالی سے عاشق کو مایوس نہ ہونا چاہیے)۔

(۳) ترجمہ :- جنت اور حوریں دوست (حقیقی) کے راستہ میں زاہد کے سامنے جلوہ گر ہیں (یعنی اس لالچ میں وہ مصروف عبادت ہے مگر کوئی مضائقہ نہیں) عشق آہستہ آہستہ (ایک) ناآشنا کو کام میں لگا رہا ہے۔
توضیح :- یعنی عشق کا جادو اگر زاہد کو طلسم جنت و حور کے ذریعہ سے حقیقت کی طرف کھینچ رہا ہے ۔

(۴) تشریح :- "آتش علم گشتن" بلند ہونا ۔
ترجمہ :- جب تک کہ نوماں اور گھر کے جگر میں ہے (تیرا) عشق کامل نہیں ہے (اس کی مثال ایسی سمجھو کہ) آگ اسی وقت پوری بلند

ہوتی ہے کہ جب وہ گھر کو جلا ڈالتی ہے (اسی طرح عشق اس وقت کامل ہوتا ہے جب کہ خانۂ ہستی دخودی جلا کر خاکستر بنا لیا جائے اور مال و مسکن کا خیال تک باقی نہ رہے)

(۵) ترجمہ :- جس نے اپنے آپ کو (عشق کی) آگ میں ڈالا۔ وہ آگ میں محو اور نابود بن گیا۔ حقیقت میں پروانہ کے لئے شعلۂ شمع۔ پر و باز و کا کام دیتا ہے (جس کے ذریعہ سے وہ منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح عاشق جب محو و دوست ہو جاتا ہے۔ اس وقت اپنے مقصود کو پالیتا ہے۔

(۶) تشریح :- "سراپا" میں الف عطف کے لئے ہے مراد تمام جسم۔
ترجمہ :- میرے تمام جسم میں ایک ناخن کے برابر (بھی) جگہ صحیح و سالم نہیں رہی (قاعدہ ہے کہ) دیوانہ ہر لمحہ (اپنے) ویرانہ کو اور زیادہ ویران کیا کرتا ہے۔

توضیح :- یہی حال میرے جنون عشق کا ہے کہ میرے دل دیوانہ نے خانۂ ہستی کو بالکل ویرانہ بنا دیا ہے۔

گر بود عشق از مزاج پیر لذت کے برد ۷ لیکن مے باقی بود گر بشکنی پیمانہ را
عقدۂ دل در شکنج زلف نکشاید بعقل ۸ یک گرہ از لف در ہم بشکند صد شانہ را
سرگذشت عہد گل از نظیری بشنوید ۹ عندلیب آشفتہ تر میگوید ایں افسانہ را

زعاشق مشو معشوق را نام و نشان پیدا ۵۴ ثمر نیکو نہ ... رود باغباں پیدا
خودیہا خو گر دد گر توانہ رخ پرد برداری ۲ گماں پوشیدہ ... مرکب گرد دعیاں پیدا

(۷) ترجمہ :- بوڑھے کے مزاج میں سے اگر عشق نکل (بھی) جائے

تو (اس کی) لذت کب نکل سکتی ہے (جیسے) پیمانہ کو توڑ دو تو شراب کی خوشبو پھر بھی باقی رہتی ہے۔ (دوسری جگہ یہی مضمون اس طرح ادا کیا ہے۔

ے
از جوانی ہست ذوقے در سرم
از نمک ماندست شورے در کباب

(۸) تشریح:- "شکنج" شکن۔ "درہم" پریشان۔ "ادہم" سیاہ۔ "شانہ" کنگھا۔

ترجمہ:- زلفِ (دوست کی شکن میں (ہمارے) دل کی گرہ (جو لگی ہوئی ہے۔ وہ ناخنِ) عقل کے ذریعہ سے نہیں کھل سکتی۔ (اس لئے کہ) اس زلفِ پریشان (یا سیاہ) کی ایک ایک گرہ سو سو کنگھیوں کو توڑ دیتی ہے (اور خود نہیں کھلتی یعنی پنجہ عشق سے رہائی کی کوئی سبیل نہیں)۔

(۹) تشریح:- "سرگذشت" حکایت۔ "آشفتہ" پریشان۔ پراگندہ۔

ترجمہ:- عہدِ گل کی حکایت نظیری سے سنو! کیونکہ بلبل اس افسانہ کو زیادہ پراگندہ صورت میں بیان کرتی ہے۔

توضیح:- شعر کے دو مطلب ہو سکتے ہیں اوّل یہ کہ سرگذشت گل نظیری سے سُننی چاہیئے۔ اس لئے کہ بلبل باغ اس کو مسلسل اور مرتب طور پر بیان نہیں کر سکتی۔ دوئم۔ یہ کہ خود کو بلبل قرار دے کر کہتا ہے کہ سرگذشت گل مجھ سے سنو کہ میں چمن عشق کا بلبل ہوں اور بلبل ہی اس افسانہ کو زیادہ پریشان کن صورت میں بیان کر سکتی ہے۔ اور پریشانی ہی اس افسانہ کا وصفِ خاص ہے۔

بحر :- ہزج مثمن سالم -
ارکان و تقطیع :- مثل ؁۱

(۱) ترجمہ :- معشوق کا نام و نشان (شہرت) عاشق سے ہوتا ہے۔ (جس طرح کہ) اگر باغبان نہ ہو تو (باغ میں) پھل اچھا نہیں آتا ہے۔ (مطلب واضح ہے)۔

(۲) تشریح :- "گمان" وہ علم جس میں خلاف کا امکان ہو۔ میان یقیں علم بلا شک -

ترجمہ :- اے دوست ! اگر تو چہرے سے پردہ ہٹا دے تو (تمام) ہستیاں نابود ہو جائیں (جس طرح کہ) جب یقین ظاہر ہوتا ہے تو گمان و قیاس پوشیدہ ہو جاتا ہے۔

توضیح :- جس طرح یقین، گمان و شک کو نیست و نابود کر دیتا ہے اسی طرح تیرے چہرہ کا ظہور ہستی جہاں کے فنا کا باعث ہے کیونکہ وہ سب وہم و گمان ہے اور تیری ہستی یقین و عیاں -

من آں روز کہ برخیزد ز شوخی نزہت میگفتم	۳	کہ رفتے خوش نخواہد گشت ہرگز در جہاں پیدا
دراں صحرائے بے پرسش کہ رہبر راہبر ناشد	۴	دل ہر ذرہ گرد کاروان در کاروان پیدا
بہ تے گر عارض جسمم شود آں را دوا سازم	۵	چہ سازم سوز عشقے را کہ شد در استخواں پیدا
تمنایش چو گردد گرد خاطر مضطرب گردم	۶	چو محتاجے کہ گردد در سرا لیش میہماں پیدا
بغل نامۂ احباب بہ کردونے نخواند	۷	کہ می ترسد شود مکتوب من ہم درمیاں پیدا
نمیدانم چرا ہمچو جہاں سپار ریاحہ نقصان شد	۸	کہ اکثر مے شود در بدگمانی امتحاں پیدا

(۳) ترجمہ :- میں اس روز جب کہ چہرۂ (دوست) پر زلف (باعث) فتنہ بن رہی تھی کہہ رہا تھا کہ اب دنیا میں کوئی خوشی کا دن نہ آئیگا

(یا کوئی خوش وخرم چہرہ نمودار نہ ہوگا یعنی سب کے سب ہمیشہ کے لیے غم عشق میں مبتلا ہو جائیں گے)۔

(۴) ترجمہ :۔ اس (عشق کے) جنگل میں کہ جہاں (کسی کی) پوچھ نہیں اور رہنما رہزنی کا کام کرتا ہے۔ زخم خوردہ (عاشقوں کے) دل قافلہ در قافلہ لٹتے ہیں (اور لوٹے جاتے ہیں۔ یعنی جب کہ رہبر ہی رہزن بن گیا ہو۔ تو پھر حفاظت کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔

(۵) ترجمہ :۔ اگر میرے جسم کو بخار لاحق ہو جاتے تو اس کی میں دوا کر لوں (مگر) سوزش عشق کا میں کیا بناؤں کہ وہ تو ہڈیوں تک میں پیدا ہو گئی ہے۔

توضیح :۔ جب بخار ہڈیوں تک سرایت کر جاتا ہے تو مزمن اور لاعلاج ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہتا ہے کہ سوزش عشق معمولی بخار نہیں ہے جس کی دوا ہو سکے یہ مزمن اور لاعلاج مرض بن چکا ہے۔ ؎

مرا در دلیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
دگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

(۶) ترجمہ :۔ اس (محبوب) کی آرزو جب میرے دل کے آس پاس (بھی) آجاتی ہے تو میں اس مفلس کی مانند پریشان ہو جاتا ہوں۔ کہ جس کے گھر میں (اچانک) کوئی مہمان آجاتے۔

توضیح :۔ یعنی اس کی تمنا مہمان ہے اور ہم بے نوا مفلس ہیں کہ اس مہان کی کچھ مدارت نہیں کر سکتے۔

(۷) ترجمہ :۔ (دوست نے) بغل دوستوں کے خطوط سے بھری ہے مگر پڑھتا نہیں۔ اس لیے کہ ڈرتا ہے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان میں

میرا خط بھی نکل آتے (اس بے التفاتی کی بھی کوئی حد ہے!)

(۸) ترجمہ:- نہیں معلوم میری جانب سے جان نثار کرنے میں کیا کمی رہ گئی (کہ دوست میری آزمائش کر رہا ہے) اس لیے کہ اکثر بدگمانی کی حالت میں امتحان ہوا کرتا ہے۔

توضیح:- یعنی بظاہر جان نثاری میں ہماری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی پھر پتہ معلوم اس کی بدگمانی کا کیا سبب ہے جس کی وجہ سے وہ آزار پہونچا کر ہمارے اخلاص و وفا کا امتحان کر رہا ہے۔

نظیری سوئے او کم رو کہ امروز ست یا فردا ۹ کہ از خاکسترت ہم نیست دیگر کوئیش نشاں پیدا

زلبس بُود دل خود کام ناسپاس مرا ۵۵/۱ زروئے ہم رسد اندوہ بے قیاس مرا
بلا مقام مرا پیش ازیں نمی دانست ۲ غم تو کرد دریں شہر روشناس مرا
چہ روز بود کہ تشریف عشق پوشیدم ۳ کہ خوش دلی نشناسد دریں لباس مرا
ز رشک دوش چنیں در ہم کہ نتواں برد ۴ بہ بزم وصل تو امشب بالتماس مرا
رُخے کہ داشت ملک پیش از توجہ غیر ۵ چناں نمود بچشمم کہ شد ہراس مرا

(۹) ترجمہ:- اے نظیری اس کی طرف کم جا اس لئے کہ آج کل میں ہی (تیرا یہ حال ہو جانے والا ہے کہ) تیری راکھ کا نشان بھی اس کے کوچہ میں نہ ہوگا۔

توضیح:- یعنی انجام عشق فنا ہے اگر تو اس کے لئے آمادہ نہیں ہے تو اس کے کوچہ میں نہ جانا۔ غالب نے کہا ہے ؎

ہاں وہ نہیں خدا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی

جس کو ہو دین و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

بحر :- مجتث مثمن مخبون محذوف
ارکان و تقطیع :- مثل ۱۳/۲

(۱) ترجمہ :- چونکہ میرا دل بہت زیادہ خود غرض اور ناشکرا ہے اس لئے مجھ کو بے حد رنج پہونچتے ہیں۔ (ظاہر ہے کہ خود غرض اور ناشکرا ہمیشہ رنج و محنت کا شکار رہتا ہے)

(۲) ترجمہ :- اس سے پہلے مصیبت میرا مقام نہ جانتی ہے (اے دوست!) تیرے غم (عشق) نے مجھے اس شہر میں مشہور کر دیا کہ اب جو بلا آتی ہے وہ سب سے پہلے میرے مکان پر پہونچتی ہے۔

(۳) ترجمہ :- وہ بھی کیا دن تھا کہ جس روز میں نے عشق کا خلعت پہنا تھا کہ (اب خوشی مجھے اس لباس میں نہیں پہچانتی یعنی مجھ کو اُوپرا سمجھ کر خوشی میرے پاس تک نہیں آتی۔ مطلب یہ ہے کہ عاشق مصائب اور مشکلات سے ہی دو چار رہتا ہے)

(۴) تشریح :- "ہم" غم "التماس" درخواست کرنا۔

ترجمہ :- کل رات کے رشک سے میں ایسا غمزدہ ہوں کہ آج کی رات درخواست کرکے بھی مجھے تیرے وصل کی محفل میں نہیں لے جایا جا سکتا۔ (یعنی وصل کے بارے میں مجھے خود اپنے اوپر رشک آتا ہے۔ اور رشک و رنج کی کیفیت اتنی بڑھ گئی ہے کہ اب درخواست بھی کی جائے تو میں بزم وصل میں نہ جاؤں گا یا مطلب یہ ہے کہ بزم وصل میں چونکہ میں نے دوست کو غیر

کی جانب ملتفت دیکھا ہے اس لیئے اس رشک کی وجہ سے میں آئندہ نہیں جانا چاہتا۔
(۱۶) ترجمہ :- وہ چہرہ جس کی رغبت فرشتہ (بھی) رکھتا تھا رقیب کی طرف توجہ کرنے سے (یا رقیب کی توجہ اور بہکانے سے) مجھے ایسا (غضب ناک) نظر آیا کہ مجھ پر خوف طاری ہو گیا۔

ازاں زآہ نظیرؔی فراغتے داری ۶ کزیں فسردہ دلاں کردہٗ قیاس مرا

شرم مے آیدنہ قاصد طفل محبوب مرا ۵۶/۱ مر بہ راہش بیند از بد مکتوب مرا
دشت پرورد توام اے عشق پاس من بدار ۲ ہر کہ بیند از تو مے داند بد و خواب مرا
فرصت باد اکہ می باید ستمگارے چنیں ۳ ایں قرار و طاقتؔ ایں صبر ایوبِ مرا
ناز پرورد وصالم گوش بر حسرفم مکن ۴ آرزو بسیار باشد طبع محبوبِ مرا
بے سوالے خوان خود در حشر مے بخشم باد ۵ زانکہ دانم از طلب عارست مطلوبِ مرا

(۶) تشریح :- "فسردہ دل" مرے ہوئے دل والا "قیاس کردن" اندازہ کرنا۔ سمجھنا۔
ترجمہ :- (اے دوست!) نظیرؔی کی آہ سے تو اس لئے بے فکر ہے۔ کہ ان مردہ دلوں میں سے تو نے مجھ کو بھی سمجھ لیا ہے (حالانکہ میں زندہ دل ہوں اور میری آہ پُر تاثیر ہے :-

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال مے آید

اشارہ :- شعر میں غیبت سے تکلم کی طرف التفات ہے۔

بحر:- رمل مثمن محذوف
ارکان و تقطیع :- مثل ۲ؔ
(۱) تشریح :- "محجوب" شرمگین صیغہ اسم مفعول از حجاب۔
ترجمہ :- میرے شرمیلے کم سن معشوق کو قاصد سے شرم آتی ہے (اس لئے) میرے خط کو اس کے راستہ میں ڈال دو (تاکہ وہ شرم محسوس نہ کرے اور میرا خط دیکھ کر اٹھا لے)
(۲) تشریح :- "دست پروردہ" اسم مفعول ترکیبی "پاس" لحاظ۔
ترجمہ :- اے عشق میں تیرے ہاتھوں کا پلا ہوا ہوں (کچھ تو) میرا لحاظ کر (اس لئے کہ) جو شخص بھی (مجھ کو) دیکھے گا۔ وہ میری بھلائی برائی کو تیری جانب سے سمجھے گا۔ (کیونکہ غلام کے افعال کا ذمہ دار) آقا ٹھہرتا ہے جو اس کی پرورش کرتا ہے بس میرے ساتھ اچھا سلوک کرنے میں تیری ہی ناموری ہے
اشارہ :- طرز استعطاف قابل داد ہے۔
(۳) تشریح :- "فرصت" مہلت۔ موقع۔ مراد درازی عمر "ایوبؑ" ایک پیغمبر کا نام ہے جنہوں نے بیماری پر صبر کیا تھا۔ اس لئے صبر ایوب ضرب المثل ہے۔
ترجمہ :- خدا کرے تجھ کو (عمر سے فائدہ اٹھانے کا) موقع ملے کہ میرے اس ایوب کے سے صبر اور ضبط و سکون کو (برباد کرنے کے واسطے) ایسے ہی ستم گر کی ضرورت تھی (جیسا کہ تو ہے)۔
(۴) تشریح :- "نازپروردہ" نازوں کا پلا ہوا۔ اسم مفعول ترکیبی۔

ترجمہ :- میں وصل کے نازوں کا پلا ہوا ہوں۔ تو میری باتوں پر کان نہ دھر (اس لیے کہ) میری شرمیلی طبیعت کی آرزوئیں بہت ہیں۔ (تو کہاں تک پوری کرے گا)

(۵) ترجمہ :- میں حشر میں بغیر سوال کے اپنا خون اس کو بخشتا ہوں اس لیے کہ مجھے معلوم ہے کہ میرے محبوب کو مانگنے سے عار آتی ہے۔

توضیح :- یعنی میرا قتل جو اس پر ثابت ہو چکا ہے۔ مگر میں از خود معاف کئے دیتا ہوں۔ کیونکہ وہ درخواست عفو کو عار سمجھتا ہے اس لیے حشر میں بھی میں اس کی مرضی کے تابع ہوں۔

بقاتل خون خود پیش از سوال حشر می بخشم
کرمی ترسم کہ در درماندگی زاہمال من افتد

شوخ طبعی زاختلاط غیر منعت چوں کنم ۶ بیش ازیں نتواں شنیدن حرف دلکوب مرا
امشب انے یوسف رخے چشم نظیری روشنست ۷ باز نورے ہست در کاشانہ یعقوب مرا

۵۷

دیدمش در دل نہفتم آہ پر تاثیر را ۱ در کماں از بسکہ دزدیدم شکستم تیر را
پائے رفتن نیست زیں بزمم کہ در برزان در ۲ بخت دارد در کمیں ہجر گریباں گیر را
خوشدل از غیرم کہ در بزم وصال دنیافت ۳ ذوق درد اضطراب و لذت تغیر را
از کمند عشق جستن مے شود ترک ادب ۴ ورنہ طغیان جنوں از ہم کند زنجیر را

(۶) ترجمہ :- (اے دوست) تو بہت چلبلی طبیعت کا ہے غیر (رقیب) کے ساتھ میل جول رکھنے سے میں تجھ کو کیوں کر روکوں (کہ) اس سے زیادہ تو میری دل آزار باتوں کو نہیں سن سکتا (یعنی

بوجہ شرح طبعی تو کب میری بات مان سکتا ہے اور جب کہ وہ تیری مرضی کے خلاف بھی ہو۔

(۷) تشریح :۔ "یوسف رُخ" یوسفؑ کے سے چہرہ والا ۔اسم فاعل ترکیبی :۔ "یعقوبؑ" نام پدر یوسف علیہ السلام ؑ کا شانہ" چھوٹا سا معمولی مکان ۔ جھونپڑا ۔

ترجمہ :۔ آج کی رات نظیری کی آنکھیں ایک یوسف کے سے چہرہ والے (حسین کے دیدار) سے منور ہیں (چلو) پھر میرے یعقوب (چشم) کے جھونپڑے میں نور موجود ہے (نہ کہ حضرت یعقوبؑ کی طرح کہ حضرت یوسفؑ کے گم ہونے کے بعد ان کا گھر بے رونق اور آنکھیں بے بصر ہوگئی تھیں)۔

بحر :۔ رمل مثمن ۔ محذوف ۔
ارکان و تقطیع :۔ مثل ۱

(۱) تشریح :۔ "تیر در کمان در زدیدن" تیر کو کمان میں دبائے رکھنا ۔

ترجمہ :۔ میں نے اس (محبوب) کو دیکھا اور پُرتاثیر آہ (کے تیر) کو میں نے دل میں چھپا لیا (یعنی اس کے دیکھتے ہی وہ کیفیت طاری ہوئی کہ آہ بھی نہ کر سکا ۔ تو گویا) میں نے کمان (سینہ) میں تیر (آہ) کو اتنا دبایا کہ اس کو (کمان میں ہی) توڑ دیا (یعنی آہ کے تیر خود میرے ہی سینہ میں پیوست ہو کر رہ گئے)۔

(۲) تشریح :- "پائے رفتن نماندن" جانے کی طاقت نہ ہونا۔
"بزمم" میں میم یعنی مرا "کمین" گھات۔
ترجمہ :- مجھ میں اس بزم سے جانے کی طاقت نہیں۔
اس لئے کہ دروازہ کے باہر (میرا) نصیب، گریبان تھام لینے
والے ہجر کو لئے کھڑا ہے۔
توضیح :- یعنی چونکہ مجھ کو اب ہجر کی برداشت نہیں رہی۔
اس لئے بزم وصال سے جاتے ہوئے سخت خائف ہوں۔
(۳) تشریح :- "غیر" رقیب "ذوق" مزا "تغیر" بدحالی۔
ترجمہ :- میں رقیب سے خوش ہوں کہ (اچھا ہوا) کہ
اس نے اس (دوست) کی محفل وصال میں سے بے چینی اور
بدحالی کے درد کی لذت اور مزہ نہیں پایا۔ (عشق میں
خواہ حالت وصل ہو یا فراق، اضطراب درد میں ہی مزہ
ہے۔ چونکہ رقیب کا عشق جھوٹا ہے۔ اس لئے وہ اس لطف
سے محروم رہا اس لئے ہم خاموش ہیں)
(۴) ترجمہ :- عشق کی کمند سے چھوٹ کر نکل جانا
بے ادبی ہے ورنہ (ہمارا) طوفانِ جنون زنجیروں کو
توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر سکتا ہے۔ (بس عشق کا پاس ادب
ہے۔ کہ گرفتار بنے ہوئے ہیں)

بے سبب دادی گر آزارم تحمل از من مباش ۵ کردہ ام خاطر نشانِ خویش صد تقصیر را
گشتہ دل پامال حسرت عشوہ در کارش مکن ۶ قلب زنداں دود ما ضائع کند اکسیر را

از نگاہے شد نظیری صید من در انفعال ۷ زانکہ ایں وحشی نمی ارزد بہائے تیر را

۵۸
۱

کجا بودی کہ امشب سوختی آزردہ جانے را بقدر روز محشر طول دادی ہر زمانے را
ہوائے کن ز من امروز تا غوغا بشہر افتد ۲ کہ اعجاز زلائے کرد گویا بے زبانے را
بہر جنسے کہ میگیرند اخلاص و وفا خوب ست ۳ بہائے عمرے گذراز افتاد بر ما کاروانے را
کتاب بوت مت گر بخواند آدمی علمی ست ۴ نخواند تا زجز و آشنائی داستانے را

(۵) ترجمہ :۔ (اے دوست!) اگر تو نے مجھ کو بغیر کسی وجہ کے ستایا ہے تو مجھ سے شرمندہ نہ ہو اس لئے کہ میں نے سینکڑوں خطائیں اپنے دل نشین کر لی ہیں (اسی مضمون کو پہلے یوں ادا کیا ہے) سے

تا منفعل ز رنجش بے جا نہ بینمش
می آرام اعتراف گناہ نبودہ را

(۶) تشریح :۔ "در کار کردن" صرف کرنا۔ "زر اندود" اسم مفعول ترکیبی۔ "اکسیر" کیمیا جس سے تانبا سونا بن جاتا ہے۔

ترجمہ :۔ (ہمارا) دل حسرتوں میں پامال ہو چکا ہے (اے دوست! اب) عشوہ دادا (کے اکسیر) کو اس پہ صرف نہ کر (کیونکہ) ہمارا سونے کے ملمع والا (مس) دل اکسیر کو (بھی) ضائع کر دے گا۔

توضیح :۔ کدورتِ اندوہ دل پہ کچھ ایسی چڑھ گئی ہے کہ اب اس کی پوری طرح صاف ہونے کی امید نہیں۔

(۷) ترجمہ :۔ نظیری ایک ہی (تیر) نظر سے شکار ہو گیا۔

اور میں شرمندہ ہوں اس لئے کہ (دشتِ عشق کا) یہ وحشی کو
تیر کی قیمت کے برابر بھی نہیں۔
توضیح:۔ یعنی اس قدر لاغر و ناتوان ہے کہ اس کو شکار کرنا
تیر ضائع کرنا ہے۔ پس اگر محبوب نے تیر کے ضائع ہوجانے
کے متعلق سوال کر لیا تو میرے پاس کیا جواب ہوگا۔ اسی مضمون
کو پہلے اس طرح ادا کیا ہے۔ ؎

دریں صحرا نظیری نیست لاغر تر از ما صیدے
کہ بر فتراک مے بندد شکارِ بسمل ما را

بحر:۔ ہزج مثمن سالم
ارکان و تقطیع:۔ مشل ۱/۴

(۱) **ترجمہ**:۔ (اے دوست!) تو کہاں تھا کہ تو نے آج
رات (آتشِ ہجر میں) ایک آزردہ جان (عاشق) کو جلا ڈالا
اور ہر ہر لمحہ کو قیامت کے دن کا سا طول دے دیا۔ یعنی
ہجر میں ایک ایک پل کا کاٹنا مشکل ہو گیا ہے۔ غالب نے
کہا ہے۔ ؎

نہیں کہ مجھ کو قیامت کا اعتقاد نہیں
شبِ فراق سے روزِ [illegible] یاد نہیں

(۲) **ترجمہ**:۔ (اے محبوب) [illegible] مجھ سے ایک سوال کر
(یعنی صرف) اتنا پوچھ لے کہ "تیرا [illegible] ہے" تاکہ شہر میں
شور بپا ہو جائے کہ فلاں شخص کے [illegible] نے ایک بے زبان

(خاموش) کو بولنے والا بنا دیا (یعنی تیری ایک جنبش لب سے مجھ کو گویائی عطا ہو جائے گی اور میں اپنا سب حال کہہ ڈالوں گا۔

(۳) ترجمہ:۔ اخلاص و رفا کو جس کے بارے (بھی) لے لیں اچھا ہے۔ (اس لئے کہ) ایک مدت دراز کے بعد ہم پر (خریداران وفا کے) ایک قافلہ کا گذر ہوا ہے۔ (اس لیے جو قیمت اٹھ جائے غنیمت ہے۔ ورنہ اس زمانے میں کوئی اس جنس کا قدر دان نہیں ہے)۔

بافسوں موم آہن کردہ آں ساحر نسازاں باشد	۵	کہ از کین بسمر مہر آوردم نامہربانے را
بعشاق اشکِ گرم و رنگِ زرد از بہر آں دادند	۶	کز استغنا فرود آرند مستغنی جوانے را
اگر از خانہ خار بیوفائی ہائے گل نبود	۷	سحر گہ عندلیبے بر نہ خیزد گلستانے را
دلا ببلا خون بر از فگار سینہ بیروں کن	۸	کہ امشب سجدہ ام بر دیدہ خاک آستانے را
نبیند ام نظیری کیست جہاں می آمدم زاں کو	۹	بجانِ مرگ دیدم بر سر رہ ناتوانے را

طعم ہلال امید ما زہر فراقت آب را ۵۹/۱ تا تلخ کردی عیش من شیرین ندیدم خواب را

(۴) تشریح:۔ "ہفت ملت" مخفف ہفتاد و دو ملت، اہل سنت والجماعت کے علاوہ اصل گروہ چھ ہیں رافضیہ۔ خارجیہ۔ جبریہ۔ قدریہ۔ جہمیہ۔ مرجیہ، پھر ہر ایک کے بارہ بارہ فرقے ہیں۔ "عامی" جاہل۔

ترجمہ:۔ اگر تمام ملتوں اور فرقوں کی کتابیں (بھی) آدمی پڑھ لے مگر جب تک وہ کتابِ مہر و محبت میں سے کوئی استانی

نہ پڑھے گا۔ جاہل ہی رہے گا (یعنی مہر و محبت ہی سب کچھ ہے اور باقی سب فضول)۔

(۵) ترجمہ :- منتر اور جادو سے لوہے کو موم بنا دینا (میرے لئے) اس سے زیادہ آسان ہے کہ ایک نامہربان (دوست) کو کینہ وری سے ہٹا کر محبت و مہر پر آمادہ بنا دوں۔

توضیح :- یعنی محال ممکن ہو سکتا ہے۔ مگر دوست کا مہربان ہونا ممکن نہیں۔

(۶) ترجمہ :- عاشق کو زرد رنگ اور گرم آنسو اس لئے دیئے ہیں تاکہ ایک بے پروا جوان (یعنی دوست) کو (مرتبہ) بے پروائی سے نیچے اتار دیں۔

توضیح :- یعنی ممکن ہے کہ دوست عاشق کا یہ حال دیکھ کر اس پر رحم کھائے کیونکہ ایسی حالت کو دیکھ کر دشمن بھی ترس کھانے لگتے ہیں۔

(۷) تشریح :- خار خار تکرار لفظ سے کثرت مراد ہے۔

ترجمہ :- اگر بے وفاؤں کے خارزار سے (امید کا) پھول پیدا نہ ہو۔ تو صبح کے وقت کوئی بلبل (باغ) میں جانے کے لئے نہ اُٹھے۔

:- یعنی گو معشوق کی بے وفائیاں حد سے گذر چکی ہیں مگر ہمیں اب بھی اس سے امید وفا ہے جس طرح کہ بلبل خارزار میں پھول پیدا ہونے کی توقع پر باغ میں جاتی ہے ہم کو ان سے وفا کی ہے امید

جو نہیں جانتے دغا کیا ہے

(۸) ترجمہ :- اے دل! خون کے سیلاب کو سینہ کے سوراخ سے باہر نکال دے (آنکھوں کی راہ سے نہ نکال) اس لیئے کہ میں نے آج کی رات (دوست کے) آستانہ کی خاک کو آنکھ میں (بطور سرمہ) لگا یا ہے (ایسا نہ ہو کہ یہ خاک بہہ جائے مگر غالب نے سیل خون آنکھوں سے بہایا ہے - چنانچہ فرماتے ہیں -

جو نے خون آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شام فراق
میں یہ سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہو گئیں

فرق یہ ہے کہ نظیری نے خاک آستان یار کی خوب قدر کی اور غالب نے شام فراق میں سامان روشنی خوب بہم پہنچایا - دونوں مضمون اپنی اپنی جگہ بے نظیر ہیں -

(۹) ترجمہ :- ا ے تو ، بیں نہیں جانتا کہ نظیری کون ہے (ہاں اتنا جانتا ہوں کہ) جب میں اس دوست کے کوچہ سے آرہا تھا تو جان کنی کی حالت میں ایک ناتوان شخص کو راستہ میں ا پڑا ہوا دیکھا تھا - (شاید وہی نظیری ہو) -

اشارہ :- شعر میں صنعت تجاہل عارف مستحق صد آفرین ہے -

درہائے رحمت برترحم ناشام مردان واکنند ۲ گر حشم از رویت کناریکٹ صبح فتح الباب را
از دولت گم گشتہ ام شاید نشانے وا دہند ۳ بارے بدریاتے امید افگندہ ام قلاب را
زاہل درون ہائش ترند آنانکہ بیروں در زند ۴ اکنوں بجاصالع بدہ سلطاں شراب ناب را

طوفان بہر جانب بروی کشا معلم باد بان ۵ لنگر نشد از دیدہ ام دریا ئے بے پایاب را
وعظ طبیب و صبر من برجان گوارا گشتہ اند ۶ من سخت نشر سازم مرجان و تلخ ترجلاب را

بحر :- رجز مثمن سالم -
ارکان :- مُستَفعِلُن ، ہشت بار

تقطیع :-

طعمے ہلا	ہل می دہد	زہرے فرا	قت آب را
مستفعلن	مستفعلن	مستفعلن	مستفعلن
تا تلخ کر	دی عیش من	شیریں ندی	دم خاب را
مستفعلن	مستفعلن	مستفعلن	مستفعلن

(۱) **تشریح** :- " مزہ " ہلاہل : زہر قاتل " عیش تلخ کردن -
جینا مشکل کر دینا -

ترجمہ :- (اے دوست !) تیرے فراق کا زہر پانی کو (بھی) زہر قاتل کا مزہ عطا کرتا ہے (یعنی حالت فراق پانی بھی زہر معلوم ہوتا ہے) جب سے تو نے میری زندگی تلخ کی ہے - میں نے نیند کو شیریں نہیں پایا - (اسی مضمون کو حضرت حافظ نے یوں ادا کیا ہے - ع

زاندم کہ دہر زہر فراق تو ام چشانند
شد در مذاق عیش مرا خورد و خواب تلخ

(۲) **تشریح** :- " رویت " مرکب اضافی " فتح الباب " دروازہ کھولنا -
ترجمہ بقلب مصرعین :- اگر میری آنکھ ایک بار صبح کو تیرے (دیدار)
رخ سے (اپنے) دروازہ کو کھول لے (یعنی تیرا دیدار نصیب ہو جائے)
تو (کارکنان قضا و قدر) موت کی شام تک (کے لئے) رحمت کے

دروازے میرے سامنے کھول رکھیں (یعنی تیری ایک نظر کرم ہمارے لیے عمر بھر کے واسطے باعث رحمت ہے)۔

(۳) تشریح :۔ "قلاب" مچھلی کے شکار کا کانٹا۔ آنکڑا۔

ترجمہ بقلب مصرعین :۔ میں نے امید کے دریا میں (جدوجہد کا) کانٹا ڈال (تو) دیا ہے۔ شاید کہ میری کھوئی ہوئی دولت کا پتہ نشان دے دیں۔

توضیح :۔ دولت گم گشتہ سے وصل کی دولت یا عمر رفتہ مراد ہے یعنی اس جدوجہد میں لگا ہوا ہوں۔ کہ حصول وصل کی کوئی تدبیر نکل آئے یا عمر رفتہ کی کوئی تلافی ہو جائے۔

(۴) ترجمہ :۔ جو لوگ کہ (خلوت خانہ سلطان سے) باہر ہیں۔ وہ اندر والوں سے زیادہ باہوش ہیں (یعنی ان کی مدہوشی و مستی کم ہے اس لئے کہ) بادشاہ اکثر (اپنے) خاص مصاحبین کو شراب خالص دیتا ہے۔

توضیح :۔ یعنی اہل خلوت شراب معرفت پی کر بالکل مدہوش ہیں۔ اور جو عرفا کہ اہل خلوت نہیں ہیں ان کو شراب خالص نہیں ملتی اگرچہ وہ بالکل محروم بھی نہیں رہتے۔

(۵) تشریح :۔ "معلم" "ملّاح" "بادبان" کشتی کے وہ پردے جن سے ہوا ٹکراتی ہے اور کشتی کے چلنے میں مدد دیتی ہے۔ "لنگر" کشتی کو ٹھہرانے کا آلہ "بے پایاں" بے تھا۔ جس کی گہرائی معلوم نہ ہو۔

ترجمہ :۔ (ہماری کشتی ہستی کو حوادث کا) طوفان ہر جانب

بہائے لیئے جاتا ہے۔اے ملاح (رہنما) بادبان کھول دے اور جلد اس طوفان سے کشتی کو نکال لے جا) کوئی (عاقل) شخص بے تھا دریا میں لنگر نہیں ڈالا کرتا۔

توضیح:۔ یعنی عقلمندی اور ہوشیاری اسی میں ہے کہ جلد طوفان حوادث اور طغیانی ہوا و ہوس سے نجات حاصل کر لی جائے۔

ترجمہ:۔ چارہ گر کا وعظ و نصیحت اور میرا صبر کرنا (میری) جان کو (دونوں) گوارا ہو گئے ہیں (چنانچہ) میں مرض (عشق) کو اور سخت کرتا ہوں۔اور وہ جلاّب (وعظ) کو۔

توضیح:۔ یعنی چارہ گر کی نصیحت و ملامت سنتے سنتے ہیں اس کا عادی ہو چکا ہوں اور رنج عشق سہتے سہتے مجھے رنج سہنے کی بھی عادت ہو گئی ہے۔اس لیئے اب دونوں سے کوئی ناگواری نہیں ہوتی۔؎

خستہ دل ترمی شوم تا تلخ ترنوشم دوا
پند مردم درندا قم خوش گوارا فتادہ است

باغایت بے طاقتی از عشق نتوانم گریخت ۷ گوئی کہ آتش بستہ رہ از ہر طرف سیماب را
در انتظار ہمت لب تشنگاں افتادہ اند ۸ ساقی بکیفیت زبان قدح در بانی ودامحاب را
کار نظیری در رضا غم خوردن و خوش بودنست ۹ وارم مے مرد آنکہ ماخوش باد شیخ وشاب را

(۷) **ترجمہ:۔** انتہائی کمزوری و ناتوانی کی وجہ سے ہیں (آتش) عشق سے بچ نہیں سکتا۔گویا آگ نے پارہ کا ہر طرف سے راستہ روک لیا ہے غالب نے کہا ہے؎

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

(۸) **تشریح**: "لب تشنہ" اسم فاعل ترکیبی "کوثر" حوض جنت۔
"قدح" پیالہ۔

ترجمہ:- تیری رحمت کے انتظار میں پیاسے پڑے ہوئے ہیں۔
اے ساقی! (حوض) کوثر میں پیالہ ڈال اور جلد (اپنے) ساتھیوں
کی خبر لے۔

اشارہ:- شعر نعتیہ ہے۔

(۹) **تشریح**: "رضا" نام مقام از مقامات عارف جس میں سالک احکام
قضا پر راضی رہتا ہے "مرد آزما" اسم فاعل ترکیبی۔

ترجمہ:- نظیری کا کام مقام رضا میں غم (عشق) کھانا اور خوش رہنا
ہے۔ یہی وہ مردوں کی آزمائش کرنے والی شراب رکھتا ہوں جو ہر بوڑھے
اور جوان کو مبارک ہو، جس کا جی چاہے یہ شراب پیئے۔ مگر یہ یاد
رہے۔ اس کو پیکر غم کھانا اور خوش رہنا پڑتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ
ہمارے سوا کوئی اتنا باہمت نہیں کہ اس شراب کو پی سکے۔ غالب
کہتے ہیں ؎

کون ہوتا ہے حریفِ مئے مرد افگنِ عشق
ہے مکرر لبِ ساقی پہ صلا میرے بعد

فارسی کتب

چہار مقالہ معین ۴۰ روپے
چہار مقالہ از نظامی ۵ ″
بیست مقالہ قزوینی ۳۰ ″
دریائے گوہر اول ۲۰ ″
دریائے گوہر دوم ۲۵ ″
تاریخ ادبیات ایران ، از
شفیق قیمت دس روپے
تاریخ ادبیات ایران ، از
رشید قیمت ۳۵ روپے
شاہکار ہائے نثر فارسی جلد اول
از نفیس قیمت ۷٫۷۵ روپے
سخنوران نامی معاصر جلد دوم
قیمت ۷٫۵۰ روپے
شعر ادب فارسی بارہ روپے
تاریخ ادبیات ایران ، از
صفا اول ۴۰ روپے
تاریخ ادبیات ایران ، از
صفا دوم ۴۵ روپے
تاریخ مختصر احزاب سیاسی
قیمت ۳۵ روپے
سبک شناسی اول ۲۵ ″
″ ″ دوم ۲۵ ″
″ ″ سوم ۲۵ ″
تاریخ مشروطہ از کسروی ۴۵ ″
دیوان شمس تبریزیؒ ۴۰ ″
کلیات شمس تبریزیؒ ۴۰ ″
شعر تحویل فارسی ۲۰ ″
مزدلیسنا ۲۰ ″
دیوان حافظ مصور ۱۸ ″
دیوان حافظ ۱۸ ″

دیوان عطار ۳۰ روپے
دیوان جامی ۶۰ "
دیوان رودکی ۳۵ "
رباعیات عمر خیام ۹ "
لغت فارسی انگریزی از
ہیم اول و دوم مکمل دو سو روپے
لغت فارسی انگریزی یک جلدی
از ہیم اسّی روپے
ضرب المثلہائے از ہیم
قیمت ۴۰ روپے
رسالہ دانش فارسی - اوّل تا
ہشتم ہر حصّہ ۱٫۵۰ روپے
فرہنگ آموزگار ۴۰ "
فرہنگ کوچک از ہیم انگریزی
فارسی - ۳۵ روپے
فرہنگ کوچک انگریزی فارسی
قیمت ۳۵ روپے
فرہنگ اندراج مکمل ۷ حصّے
قیمت ۲۵۰ روپے

شاہ نامہ ثعالبی ۳۰ روپے
دیوان وحشی ۳۵ "
دیوان خاقانی ۴۰ "
دیوان اوحدی ۳۵ "
گلہائے جاوداں ۳۰ "
کلیات عبید زاکانی ۱۲ "
دیوان انوری ۴۵ "
کلیات سعدی ۳۲٫۵۰ "
دیوان فرخی ۳۵ "
دیوان عراقی ۲۵ "
شاہنامہ فردوسی ۶۰ "
کلیات مثنوی معنوی ۴۵ "
کلیات عرفی ۳۰ "
مجمل التواریخ ۲۵ "
سخن وراں ایران در عصر حاضر
حصّہ اول۔ از پروفیسر محمد اسحاق
قیمت ۲۲٫۵۰ روپے
ماڈرن پرشین پوئٹری
قیمت ۱۸٫۵۰ روپے

ادب نامہ ایران ۱۰ روپے
نیا ایرانی ادب ۶ "
اخلاق جلالی لامع اوّل ۱٫۵۰ "
اخلاق جلالی مکمل ۵ "
دیوان غنیمت ۱۰ "
دیوان غالب ردیف میم ۱٫۵۰ "
دیوان حافظ ردیف میم ۱٫۵۰ "
قصائد عرفی (انتخاب) ۲ "
مثنوی مولانا روم مکمل غیر مجلد
قیمت ۱۲۰ روپے
قصائد خاقانی۔ سید عابد علی عابد
قیمت ۳ روپے
رباعیات عمر خیام مطبوعہ ایران
قیمت ۱۰ روپے
سخن وراں ایران در عصر حاضر
(اوّل) ۲۲٫۵۰ روپے
ماڈرن پرشین پوئٹری
قیمت ۱۸٫۵۰ روپے
شعر العجم اوّل ۴ "

شعر العجم دوم ۲٫۵۰ روپے
" سوم ۳ "
" چہارم ۳ "
" پنجم ۳ "
تاریخ ادبیات ایران از شفق
اُردو ترجمہ ۱۰٫۵۰ روپے
ایران بعہد ساسانیاں
(باقر) ۳٫۵۰ روپے
بزم تیموریہ ۸٫۷۵ "
نگارستان (آزاد) ۳٫۵۰ "
شاہکار ہائے نثر فارسی ۸ "
فارسی امروز عبدالحمید عرفانی
قیمت ۵٫۵۰ روپے
دیوان گرامی مجلد ۶ "
رباعیات گرامی مجلد ۵ "
دیوان غالب (انتخاب اُردو
فارسی) ۶۰ روپے
مقدمہ رقعات عالمگیرؒ (مجلد)
قیمت ۹٫۵۰ روپے

دیوان فغانی ۳ روپے
دیوان حافظ (مصور) ۱۸ "
دیوان حافظ ۱۸ "
دیوان حافظ ۱۰ "
لسان الغیب سوم ۴ "
" چہارم ۴ "
سیاحت نامہ ابراہیم بیگ
قیمت ۲٫۵۰ روپے
سرگزشت حاجی بابا ۴ "
دکلائے مرافعہ ایک روپیہ
خلاصہ مرد خسیس " "
دبیر عجم ۷٫۵۰ روپے
حکیم نباتات ۳۷ پیسے
رباعیات باباطاہر ۷۵ "
قند پارسی ۶۲ "
رومی عصر ۵ روپے
قصائد حکیم فرخی سیستانی ۲٫۵۰ روپے

فرہنگ حکیم فرخی سیستانی ۷۵ پیسے
فرہنگ نامہ جدید عبدالحمید عرفانی
قیمت ۱۲٫۵۰ روپے
مثنوی مولوی معنوی ہر شش
حصہ ۳۰ روپے
تذکرۃ الشعراء از دولت شاہ
سمرقندی ۵ روپے
لغات کشوری فارسی اردو
قیمت ۱۲٫۵۰ روپے
حاجی بابا اصفہانی ۴ "
مہر نیمروزنہ ۱٫۵۰ "
دیوان فغانی ۳ "
منطق الطیر ۲٫۵۰ "
کنز المحاورات فارسی ۲.۵۰ "
چار مقالہ عندلیب شادانی
قیمت ایک روپیہ
بادہ شیراز ۲٫۵۰ روپے